جامعہ حقانیہ کا ترجمان

ساہیوال
سرگودھا

مجلہ

الحقانیہ

جلد ۲ شعبان، رمضان، شوال ۱۴۲۸ھ ○ ستمبر، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۷ء شمارہ ۷



اشاعتِ خاص

مختصر حالات

فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ

سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

- خاندانی پس منظر
- حالات و کمالات
- تدریسی و تبلیغی اور فقہی خدمات
- مختلف تحریکات میں حصہ
- مدارسِ دینیہ کے قیام میں مساعی جمیلہ
- اہم مضامین و مکتوبات

بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

شعبان المعظم تا شوال المکرم ۱۴۲۸ھ ستمبر تا نومبر ۲۰۰۷ء فہرست

☆☆☆☆☆☆☆

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

فون: 048-6786002/6786899 E-mail-alhaqqania@yahoo.com

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی **کمپوزر:** جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائن پرنٹنگ پریس سرگودھا

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ ''الحقانیہ'' کی خصوصی اشاعت

تذکرہ حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ

بعد الحمد والصلوٰۃ:

بزم اشرف کے روشن چراغ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مجاز صحبت ومعتمد خاص، حضرت شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے مدرس ومفتی، مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال ومدرسہ عربی راجپورہ ریاست پٹیالہ کے بانی ومہتمم تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن، حضرت فقیہ العصر مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کے والد ماجد، احقر ناکارہ کے جد امجد حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ المولود ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء المتوفی ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء کے حالات زندگی، خاندانی پس منظر، علمی، دینی، فقہی، تصنیفی وتبلیغی خدمات پر مشتمل ایک مفصل کتاب ''تذکرۃ الکریم'' کے نام سے تقریباً پندرہ سال قبل حضرت والد گرامی رحمہ اللہ کی نگرانی میں احقر نے مرتب کی تھی جو کمپوز ہونے کے باوجود تاہنوز تشنۂ طباعت ہے۔

احباب ومتعلقین ایک عرصہ سے ''تذکرۃ الکریم'' کی طباعت کے منتظر ہیں اور اس کی طباعت واشاعت کا اصرار بڑھتا جارہا ہے، لیکن بعض مراحل کی تکمیل کی وجہ سے اسے منظر عام پر لانے میں چونکہ مزید تاخیر کا اندیشہ ہے اس لئے طے ہوا کہ سردست ''تذکرۃ الکریم'' کا ایک مختصر اور جامع خلاصہ ماہنامہ ''الحقانیہ'' کی خصوصی اشاعت کے طور پر پیش کردیا جائے، چنانچہ اب جبکہ حضرت جد امجد مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر قمری حساب سے ساٹھ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے ان کے علمی ودینی اور فقہی کارناموں اور خدمات پر مشتمل یہ تذکرہ بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش کیا جارہا ہے لانّ ما لا یدرك کلّه لا یترك کلّه۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات، آپ کی علمی خدمات اور تاریخی کارناموں کا تذکرہ اگرچہ اس اشاعت میں اختصار سے پیش کیا گیا ہے تاہم اس سے حضرت کی عہد ساز شخصیت کے

حالات وکمالات اور دینی، فقہی وتحریکی خدمات پہ روشنی ضرور پڑتی ہے، اس لئے ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ پوری توجہ اور دلچسپی سے اس کا مطالعہ فرماویں۔

قارئین کرام کتاب ''تذکرۃ الکریم'' کی اشاعت کیلئے بھی خصوصی دعاء فرماویں، امید ہے کہ ماہنامہ ''الحقانیہ'' کی یہ خصوصی اشاعت مفصل تذکرہ کی اشاعت کیلئے پیش خیمہ ثابت ہوگی اور ہم جلد ''تذکرۃ الکریم'' منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوں گے، واللّٰہ الموفّق والمعین۔

''الحقانیہ'' کی یہ خصوصی اشاعت تین ماہ کے شماروں پر مشتمل ہے۔ ''تذکرۃ الکریم'' سے مختلف مضامین کا انتخاب احقر نے کیا جبکہ اس کی تصحیح وغیرہ کا محنت طلب مرحلہ عزیز القدر مولانا محمد محسن سلمہ اللہ تعالیٰ مدرس جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا نے نہایت عقیدت ومحبت اور گہری ذاتی دلچسپی سے انجام دیا، حق تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرماویں اور مزید توفیقات سے نوازیں، آمین۔

ماہنامہ ''الحقانیہ'' کے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس خصوصی اشاعت کو محض کوئی روایتی نمبر نہ سمجھیں بلکہ بغور مطالعہ فرمائیں اور حضرت صاحب سوانح کے حالات اور خدمات سے جو سبق مل رہا ہے اسے پیش نظر رکھیں۔

خدا کرے کہ یہ نمبر حضرت جدامجد رحمۃ اللہ علیہ کے رفع درجات اور اخلاف کیلئے ان کے مشن کو آگے بڑھانے کا سبب اور امت کیلئے نافع ومفید ثابت ہو، آمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
۱۵ ر شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
۲۹ ر اگست ۲۰۰۷ء

قارئین متوجہ ہوں

ماہنامہ الحقانیہ کی یہ خصوصی اشاعت ''تذکرہ حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہٗ'' تین ماہ (شعبان، رمضان، شوال مطابق ستمبر، اکتوبر، نومبر) پر مشتمل ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں، شکریہ۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

حالات

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ

المتولد ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء   المتوفی ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۹ء

بانی مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال ومدرسہ عربی راجپورہ ریاست پٹیالہ

سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

مجاز صحبت حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ

خاندانی حالات

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے، آپ کا خاندان حسب ونسب کے اعتبار سے ایک قابل احترام اور عظمتوں کا حامل خاندان تھا، نسبی طور پر آپ خاندان سادات سے منسلک تھے، مشہور یہی ہے کہ تغلق شاہ کے دور میں ترمذ سے سادات کا جو قافلہ ہجرت کرکے ہندوستان آیا تھا اس میں آپ کے آباء واجداد بھی موجود تھے اور ترمذ میں سکونت کی وجہ سے ہی ترمذی لکھتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے جد امجد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ترمذی رحمہ اللہ اپنے وقت کے جید عالم دین اور شریعت وطریقت کے جامع تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں آپ نے دہلی جا کر تعلیم حاصل کی اور حضرت شاہ ابوسعید دہلوی رحمہ اللہ سے روحانی رشتہ قائم فرمایا۔ مشرقی پنجاب کے ضلع کرنال کے ایک قصبہ ''گمتھلہ گڈھو'' میں سب سے پہلے آپ نے سکونت اختیار کی اور اسی وجہ سے بعد میں آپ کا خاندان گمتھلہ کی طرف منسوب ہوا۔

حضرت عبداللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد کا اسم گرامی خیر محمد تھا، آپ کی ولادت ۱۲۱۳ھ میں ہوئی، اسّی سال کی عمر پا کر ۱۲۹۳ھ میں وفات پائی، ساری زندگی درس وتدریس تعلیم وتربیت اور اصلاح وارشاد میں گزار دی، مشہور ہے کہ مفسر حقانی حضرت مولانا عبدالحق حقانی بھی آپ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل تھے۔

آپ کی شادی موضع اجرانرہ میں ہوئی، دولڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں، صاحبزادگان میں حضرت محمد حسین شاہ صاحب اور حضرت حکیم محمد غوث صاحب دونوں بھائی گمتھلہ میں ہی مقیم رہے، حضرت محمد حسین شاہ صاحب گمتھلہ کے امام وخطیب تھے جبکہ حضرت حکیم محمد غوث شاہ صاحب نے دہلی سے تعلیم مکمل کی اور رفاری میں مہارت کے بعد حکمت اور طب کو اپنا مرکز توجہ بنایا، بیعت کا تعلق پہلے حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی سے تھا بعد ازاں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے تعلق قائم ہوا۔

آپ ۱۲۷۵ھ میں پیدا ہوئے اور اسّی سال کی عمر میں رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ میں انتقال فرمایا، اولاد میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں، فرزندان گرامی حضرت مفتی عبدالکریم صاحب، حضرت حافظ عبدالرحیم صاحب، جناب سید عبدالحی صاحب میں علم وفضل کے اعتبار سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ نے منتخب فرمایا۔

خاندانی شخصیات کے حالات کیلئے کتاب ''حیات ترمذی'' اور ''تذکرۃ الکریم'' ملاحظہ فرمائیں۔ اس مختصر پس منظر کے بعد اب ہم حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات ذکر کرتے ہیں۔

وطن اور ولادت

حضرت مفتی صاحب کا وطن ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا مشہور قصبہ گمتھلہ گڈھو تھا ابتدائی عمر میں قرآن شریف اسی قصبہ میں پڑھا اور کچھ نوشت وخواند اردو کی تعلیم بھی اس جگہ حاصل کی اس کے بعد ہمیشہ تعلیم وتدریس کے سلسلہ میں باہر ہی عمر گذاری مگر اپنے آبائی وطن سے تعلق ونسبت ہمیشہ باقی رکھا اسی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ گمتھلوی لکھا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے قصبہ کے ایک ذیلدار غالباً چوہدری نصیب خان صاحب سے وعدہ کرلیا تھا کہ گمتھلہ کی طرف اپنی نسبت کو ہمیشہ باقی رکھوں گا اور تمام عمر اس وعدہ کا ایفا کرتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب کی ولادت باسعادت ۵ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ جون ۱۸۹۷ء آپ کی ننہال موضع لکھیڑی ضلع کرنال میں ہوئی موصوف کے ماموں کا نام محمد شریف تھا آپ کی عمر ابھی غالباً چار پانچ سال کی ہی ہوگی کہ آپ کی والدہ کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا تھا حضرت موصوف فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی والدہ کی شکل وصورت یاد نہیں مگر میں ایک مرتبہ ان کے ساتھ اپنے ننہال گیا تھا تو انہوں نے مجھے فلاں جگہ کھڑا کیا تھا اس کا نقشہ اب تک ذہن میں باقی ہے۔

تحصیل علوم اور فراغت

قرآن شریف اور معمولی لکھنا پڑھنا اپنے قصبہ کے پیر جی محمد اسحاق صاحب وغیرہ سے سیکھا اور پھر سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں آ کر شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری شارح ابوداؤد کے ظل عاطفت میں علوم دینیہ کی باقاعدہ تحصیل شروع کر دی اسی اثناء میں درس نظامی کا کچھ حصہ حضرت حکیم الامتؒ کے زیر سایہ خانقاہ امدادیہ میں کئی حضرات مدرسین مثلاً مولانا انوارالحق امروہوی اور مولانا سید احمد حسن سنبھلی سے بھی پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور گاہ بگاہ حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رحمہ اللہ سے بھی استفادہ فرماتے رہے۔ دینی علوم کی تکمیل آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں فرما کر ۱۳۲۹ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

مدرسہ عبدالرب دہلی میں تعلیم

مدرسہ عبدالرب دہلی میں حضرت مولانا عبدالعلی صاحب جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگردوں میں امتیازی شان رکھتے تھے دارالعلوم دیوبند کے مدرس رہ چکے تھے اور حضرت تھانوی قدس سرہ کے اساتذہ میں سے تھے مفتی صاحب نے انکی خدمت میں رہ کر مسلم شریف اور ترمذی شریف حدیث کی دو کتابوں کو دوبارہ پڑھا حضرت مولانا عبدالعلی صاحب کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم کے بہت ہی حریص تھے حضرت کے ایک حصہ بدن پر فالج کا اثر ہو گیا تھا مگر پھر بھی پڑھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آج کل طالب علم بہت ہی بے شوق ہو گئے ہیں جمعہ کو پڑھنے نہیں آتے۔

حضرت موصوف صاحب جائیداد تھے اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ مہمان نوازی اور طلبہ پر خرچ فرماتے تھے حضرت حکیم الامت تھانویؒ جب دہلی تشریف لے جاتے تو اپنے استاد سے ملاقات کیلئے مدرسہ عبدالرب بھی تشریف لے جاتے اور استاد مکرم ہمیشہ انہیں تحفۃ تحائف پیش کرتے تھے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی قلمی سند

انقلاب ۱۹۴۷ء میں جہاں بہت سے علمی اداروں کا ضیاع ہوا وہاں مشرقی پنجاب میں بہت سے قلمی اور علمی نوادرات کا ذخیرہ بھی اس انقلاب کی نظر ہوا، افسوس کہ حضرت مفتی صاحب کے قلمی تربیتی خطوط اور حضرت حکیم الامتؒ سے جو خط و کتابت ہوئی وہ بھی وہاں ضائع ہو گئی مگر اتفاق سے حضرت سہارنپوریؒ کی عطا کردہ سند محفوظ ہے یہ سند حدیث کی صحاح ستہ اور مؤطین کے متعلق حضرت

سہارنپوریؒ نے مفتی صاحب کو ۱۹۱۹ء میں اس وقت کے مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم مولانا عنایت الٰہی صاحب سے لکھوا کر اس پر اپنی مہر لگا کر عطا فرمائی تھی اس پر تاریخ ۶ رجب ۱۳۳۷ھ مرقوم ہے اس سند کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

اما بعد فقد قرأعلی اوائل الصحاح الست والمؤطین لامام دار الهجرة مالك رحمه اللّٰه تعالٰی ومحمد بن الحسن الشیبانی رحمه اللّٰه تعالٰی اخی فی الدین المولوی السید عبد الكريم گمتهلوی واستجازنی علٰی حسن ظنه بی كما اجازنی مشائخی الكرام فاجزته بما یجوز لی روایته من المنقول والمعقول الخ۔

سفر حج وقیام مدینہ منورہ

آپ نے پہلی مرتبہ غالباً ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۴ء میں حرمین شریفین کا سفر کیا تھا اور تقریباً آٹھ ماہ کے بعد واپسی ہوئی تمام مقامات مقدسہ کی تلاش وجستجو سے زیارت کی پھر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۸ء میں دوسرے سفر حج میں مع بال بچوں کے جانا ہوا اور ایک سال حجاز میں قیام کے بعد تیسرا حج کر کے واپسی ہوئی دوسرے سفر حج میں آٹھ ماہ مسلسل مدینہ منورہ قیام کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح آپ نے تین حج کئے۔

مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال ومدرسہ عربی راجپورہ

حضرت مفتی صاحبؒ نے ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۷ء میں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ایماء پر شاہ آباد ضلع کرنال میں دینی تعلیم کیلئے ایک ادارہ قائم فرمایا اس مدرسہ کی ابتدا چونکہ شاہ آباد کی اس مسجد کے حجرہ میں ہوئی جس میں ایک طویل زمانہ تک حضرت اقدس قطب عالم شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نے قیام فرمایا اس لئے اس مدرسہ کا نام "قدوسیہ" تجویز ہوا۔ پھر ۱۳۶۰ھ بمطابق ۱۹۴۱ء میں ایک دوسرے محلّہ میں مدرسہ بنایا گیا تو حضرت تھانویؒ نے اس کا نام حضرت شیخ عبدالحق ردولویؒ کے نام مبارک پر اس کا نام "حقانیہ" تجویز فرمادیا حضرت مفتی صاحبؒ نے ان دونوں مدارس میں اہتمام کے ساتھ تدریسی خدمات بھی سرانجام دیں اس کے علاوہ راجپورہ ریاست پٹیالہ

میں بھی آپ نے ایک ''عربی مدرسہ'' قائم فرمایا اس کے مہتمم ونگران بھی آپ خود تھے۔ یہ سب مدارس تقسیم ہند ۱۹۴۷ء تک آپ کے اہتمام میں دینی تعلیم دیتے رہے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری بہاولنگر میں ٹبہ عالمگیر تشریف لے گئے حضرت مفتی صاحب چونکہ ان دنوں مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی بہاولنگر کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے قریب ہی مقیم تھے آپ بھی حضرت مولانا رائے پوریؒ سے ملنے کیلئے ٹبہ عالمگیر گئے رات کو پہنچے صبح فجر کی نماز کیلئے مسجد میں گئے تو یہ عجیب بات پیش آئی کہ تکبیر مکبر نے کہہ دی مگر کوئی صاحب مجمع میں سے آگے بڑھ کر نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر نہ آئے انتظار کے بعد حضرت مفتی صاحب آگے بڑھے اور نماز پڑھا دی نماز کے بعد مولانا رائپوریؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ میں نے آوز سے کچھ پہچانا تو تھا کہ مفتی عبدالکریم ہوں گے مگر پھر خیال آیا کہ ایسی سردی میں شب کو کیسے آئے ہوں گے مگر پہچان صحیح نکلی آپ نے ہنس کر فرمایا کہ آج تو بخاری شریف کے باب ''من تامر بغیر امرۃ'' پر عمل ہو گیا جب کوئی صاحب نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر نہیں پہنچے تو میں نے خود ہی پیش قدمی کی اور نماز پڑھا دی۔

حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق خاطر

حضرت تھانوی قدس سرہ سے آپ کو ایک خاص اور والہانہ تعلق تھا، ایک عرصہ تک آپ حضرت رحمہ اللہ کی زیر نگرانی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں افتاء وتدریس وغیرہ کی خدمات سرانجام دیتے رہے، حضرت کو آپ پر حد درجہ اعتماد تھا، مختلف تحریکات اور اجلاس میں خانقاہ تھانہ بھون کی نمائندگی کیلئے اکثر حضرت آپ ہی کو بھیجتے اور علمی، دینی، فقہی امور میں بھی آپ کو اپنے ساتھ شریک فرماتے۔

۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۶ء کے آخر میں اگرچہ آپ خانقاہ تھانہ بھون سے شاہ آباد ضلع کرنال تشریف لے آئے تھے اور آپ نے مدرسہ حقانیہ کے نام سے شاہ آباد میں ایک مدرسہ قائم فرمالیا تھا، اس کی مصروفیات کے باوجود اکثر آپ کی کوشش یہی ہوتی کہ حضرت کی خدمت میں حاضری ہوتی رہے، بحمداللہ تعالیٰ یہ سلسلہ برابر جاری رہا حتی کہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی وفات سے ایک ہفتہ قبل آپ تھانہ بھون پہنچ گئے تھے، ۱۶/رجب المرجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو حضرت کے انتقال کے وقت آپ تھانہ بھون تشریف فرما تھے، حضرت اقدس سے خاص تعلق کا ہی نتیجہ تھا

کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے انتقال کے بعد جائے تدفین کے انتخاب کرنے اور آپ کے غسل وکفن میں شرکت کا خصوصی شرف حاصل رہا چنانچہ خاتمۃ السوانح میں تحریر ہے کہ:

حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے تھوڑی دیر بعد جناب مولانا شبیر علی صاحب تھانوی برادرزادہ حضرت اقدس کی دوائیں لے کر سہارنپور سے تھانہ بھون تشریف لائے تو وہ اسی وقت حضرت اقدس کے وقف کردہ تکیہ میں جس کا تاریخی نام "قبرستان عشق بازاں تھا" مع جناب مولانا عبدالکریم گمتھلوی کے دفن کی جگہ تجویز کرنے کیلئے تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر دونوں صاحبوں کی رائے بلا اختلاف اسی جگہ کی ہوئی جہاں حضرت اقدس آرام فرما ہیں اور وہ واقعی ہر لحاظ سے ایسا اچھا موقع ہے کہ جس نے دیکھا بہت پسند کیا (خاتمۃ السوانح)

آپ کو حضرت کی وفات کا اتنا قلق ہوا تھا کہ آپ بار بار بے تابانہ بے اختیار کہتے تھے ہائے میرے شیخ، ہائے میرے شیخ۔

حضرت حکیم الامتؒ کی شفقت وعنایت

حضرتؒ بھی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ ایک خط میں تحریر فرمایا "واللہ میں آپ کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں"۔

اجازت وخلافت

حضرت قدس سرہ جب کسی کو اجازت بیعت وتلقین فرماتے تھے تو اکثر اس کا یہ عنوان ہوتا تھا "بے ساختہ یہ قلب میں آیا کہ آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت دیدوں لہٰذا توکلا علی اللہ آپ کو اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نفع کو عام اور تام فرمائے اگر کوئی رجوع کرے تو انکار نہ کریں" لیکن آپ کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ نے جو تحریر فرمائی وہ مندرجہ ذیل تھی:

مشورہ آزادی رائے حسب معمول اس وقت بھی بعض احباب کو میں نے اس خدمت کیلئے منتخب کیا ہے کہ وہ شائقین دین کو اپنی معلومات سے نفع پہنچائیں اور ایسی جماعت کا لقب مجاز صحبت رکھا ہے میں نے آپ کو بھی توکلا اس سلسلے کیلئے تجویز کیا ہے اگر آپ کی مصلحت یا طبیعت کے خلاف نہ ہو امید ہے کہ ایسے طالبین کی طرف توجہ رکھیں گے اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔

حضرت قدس سرہ کی اس تحریر کے جواب میں آپ نے جو عریضہ لکھا وہ مع جواب درج ذیل ہے:

مکتوب: بشرف ملاحظہ عالی جناب فیض مآب سیدی ومرشدی حکیم الامہ عندکل غمہ حضرت مولانا صاحب لازال شموس فیوضہم (بازغۃ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب: السلام علیکم

مکتوب: سلام مسنون نیاز مشحون کے بعد معروض خدمت والا درجت ہے کہ کئی روز سے والا نامہ فیض شمامہ شرف صدور لایا تھا جو ہمراہ عریضہ ملفوف ہے شدت بخار وغیرہ کے باعث ارسال عریضہ کی قوت نہ ہوئی آج قدرے تخفیف ہونے پر عریضہ ہذا مرسل خدمت بابرکت ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ صحت وقوت بخشے۔

مکتوب: حضرت والا نے اس ناکارہ کو مجازین صحبت میں شمار فرما کر یہ تحریر فرمایا ہے "اگر مصلحت یا طبیعت کے خلاف نہ ہو" سو اول تو اس ہیچمدان کو مصلحت کا کیا پتہ اور طبیعت کا کیا اعتبار لیکن امتثال امر کیلئے فہم ناقص کے مطابق غور کیا تو حقیقت الامر یہ ہے کہ یہ نالائق تو نہ پڑھانے کے قابل ہے نہ مسائل بتلانے کے نہ خدمت وعظ کے نہ امامت کے ان سب چیزوں کو حضرت اقدس دامت برکاتہم کی اجازت کے بھروسہ اس غرض سے ٹوٹے پھوٹے طریق پر انجام دے رہا ہوں کہ شاید کسی مسلمان کو نفع پہنچ جائے وہ دعا یا شفاعت کر دے بس یہی غرض اس امر خطیر کی جرأت دلاتی ہے حسن حال ومآل کیلئے دعاء کی عاجزانہ التجا ہے۔

علم وعمل کے اعتبار سے ظاہری اور باطنی حالت روز بروز ابتری کی طرف دیکھتا ہوں خداوند کریم حال زار پر رحم فرماوے۔ والسلام مع الاکرام

ناکارہ غلام احقر عبدالکریم گمھلوی عفی عنہ وعافاہ

ازمدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال، مورخہ ۲۷ رشوال ۶۱ھ

جواب: جس خیال کی بناء پر میں نے یہ تجویز کیا تھا آپ کے جواب سے بحمد اللہ اس خیال کی مزید تائید ہوئی باقی دعاء کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بعض دینی خدمات کا تذکرہ

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ جس طرح اپنے مرشد کے زیر سایہ گذرا اسی طرح آپ کی سوانح اور دینی خدمات کے تذکرہ کا بھی زیادہ حصہ حضرت حکیم الامتؒ

کی سوانح کے ساتھ منضبط ہوکر شائع اور محفوظ ہوگیا ہے"اشرف السوانح" کی تالیف کے وقت آپ نے اپنی دینی خدمات کا جو تذکرہ خواجہ عزیزالحسن مجذوبؒ کولکھ کر دیا تھا وہ "مکارم عشرۃ" کے عنوان سے اشرف السوانح ج۳ میں شامل ہے اس میں سے بعض اہم خدمات کا تذکرہ اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

انسداد فتنہ ارتداد

جب ۱۹۲۳ء بمطابق ۱۳۴۱ھ میں میوات کے علاقہ میں ارتداد کا فتنہ پھیلا اور آریہ نے کوشش کر کے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا تو اس فتنہ کی سرکوبی اور انسداد کیلئے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی رحمۃ اللہ علیہما کو اس علاقہ میں بھیجا، ان حضرات نے ایک عرصہ تک وہاں تبلیغی خدمات سرانجام دیں اور بفضلہ تعالیٰ اس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے، ان حضرات کی یہ خدمات تاریخ اور سوانح کا ایک سنہری باب ہیں۔

تفصیل کیلئے قارئین کرام اسی اشاعت میں مستقل مضمون ملاحظہ فرماویں۔

تحریک عدل فی المیراث

بعض علاقوں کے مسلمانوں میں یہ رواج کثرت سے پایا جاتا تھا کہ وہ بہن اور بیٹیوں کو میراث سے محروم کردیتے تھے، اس ظالمانہ رواج کے خلاف حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تحریک چلائی اور دومرتبہ پنجاب کا دورہ بھی کیا بحمداللہ تعالیٰ جس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا اور مسلمانوں نے رسم و رواج کی بجائے شریعت اسلامیہ پر چلنے کا عہد کیا اور سابقہ رویہ سے توبہ کی۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں مستقل قیام

پنجاب کے سفر سے واپسی کے بعد ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۵ء حضرت تھانوی قدس سرہ کے حکم سے حضرت مفتی صاحب تھانہ بھون میں مقیم ہوگئے یوں تو آپ نے تعلیمی زمانہ کا بھی کافی حصہ خانقاہ امدادیہ میں گزارا تھا مگر درسیات سے فراغت کے بعد تقریباً ۲۵ سال تک خانقاہ سے تعلق قائم رہا۔

حیدرآباد سندھ میں قیام

اس ۲۵ سال کے عرصہ میں آپ نے حیدرآباد سندھ میں تقریباً ایک سال تک تعلیمی و تبلیغی امور انجام دیئے اور کچھ مہینے ریواڑی کے عربی مدرسہ میں مدرس ہوکر قیام فرمایا۔

جبریہ تعلیم کی مخالفت

حکومت ہند نے جب جبرا مسلمان بچے اور بچیوں کو حفظ و ناظرہ قرآن کریم پڑھنے سے روکا اور انگریزی تعلیم کو سب بچوں کیلئے لازم قرار دیا تو اس قانون کے خلاف آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے تحریک چلائی جو انتہائی کامیاب ہوئی اور حکومت کو یہ ظالمانہ قانون واپس لینا پڑا۔اس کی تفصیل مستقل مضمون میں آگے آرہی ہے۔

تحفظ پرسنل لاء

بہت سے مسائل میں مسلمانوں کو فیصلہ کیلئے مسلمان قاضی، جج کی ضرورت تھی، حکومت برطانیہ مسلمانوں کے مطالبہ کے باوجود مسلمان جج مقرر کرنے کیلئے تیار نہ تھی، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں بھرپور جدوجہد فرمائی اور ایک متفقہ فتویٰ بھی تحریر فرمایا جس میں نصب قاضی کی اہمیت اور حکومت کی ذمہ داری پر روشنی ڈالی۔

قانون انفساخ نکاح اور مسلم قاضی بل

مسلمانوں کے دباؤ اور مسلم ممبران کی کوشش سے حکومت ہند نے ایک ایکٹ مارچ ۱۹۳۹ء میں اسمبلی سے پاس کیا اور اسے ''قانون انفساخ نکاح اہل اسلام'' کا نام دیا، لیکن یہ قانون اسلام کے احکام سے متصادم تھا اس لئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس پر تبصرہ لکھا اور ایک اشتہار کے ذریعہ اس کی خامیوں کو واضح فرمایا اور پھر حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں ''مسلم قاضی بل'' کے نام سے ۱۹۴۱ء میں ایک بل اسمبلی میں پیش کیا۔

خاکساری فتنہ کا تعاقب

عنایت اللہ مشرقی نے جب اسلام کے واضح احکام کے خلاف فتنہ برپا کیا تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے پنجاب کا دورہ کیا اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا، خانقاہ تھانہ بھون کے فتویٰ کی تائید بھی فرمائی۔

مرزائیت اور دیگر فتنوں کے خلاف مناظرے

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ایک جید عالم دین، زبردست فقیہ اور ماہر ترین مدرس، کامیاب مبلغ اور بڑے اعلیٰ مناظر تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو دیگر علوم وفنون کی طرح مناظرہ میں بھی مہارت عطا

فرمائی تھی، غیر مقلدین حضرات اور مرزائیوں سے آپ کے کامیاب مناظرے اور مباحثے ہوئے جس میں فریق مخالف کو منہ کی کھانی پڑی، ان مناظروں کی روئیداد خصوصی اشاعت میں قابل ملاحظہ ہے۔

دینی مدارس کا قیام

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو دینی مدارس کے قیام کی طرف خصوصی توجہ تھی، انسداد فتنہ ارتداد کے زمانہ میں آپ نے بہت سے مکاتب قائم فرمائے جن کی تفصیل مستقل مضمون میں ملاحظہ سے گزرے گی۔ مدرسہ حقانیہ شاہ آباد و مدرسہ عربی راجپورہ تقسیم ہند تک آپ کی نگرانی میں جاری رہے اور اب جامعہ حقانیہ ساہیوال بھی اسی سنہری سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

ریاست الور میں دینی تعلیم کا اجراء

غالباً ۱۳۴۶ھ یا ۱۳۴۷ھ (بمطابق ۱۹۲۷ء یا ۱۹۲۸ء) کا واقعہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کا قیام مدرسہ معین الاسلام قصبہ نوح ضلع گڑگاواں میں تھا آپ "مدرسہ معین الاسلام" میں بطور صدر مدرس تقریباً ایک سال مقیم رہے۔

ریاست الور میں دینی تعلیم کو حکماً بند کر دیا گیا تھا تمام چھوٹے بڑے مدارس اور مکاتب یک قلم توڑ دیئے گئے تھے اسلامی تعلیم کی کچھ شرائط کے ساتھ صرف اتنی اجازت رہ گئی تھی کہ پاؤ پارہ قرآن مجید اور مالابدمنہ، اور اردو کی زبانی تعلیم دی جائے اس سے زائد کی کسی صورت میں اجازت نہ تھی۔

اس خبر وحشت اثر کو سن کر حضرت مفتی صاحب نے حضرت تھانوی قدس سرہ کو بتایا اور عرض کیا کہ اس بارے میں سعی تو ممکن نہیں معلوم ہوتی دعاً فرمایئے کہ یہ قانون کسی طرح ٹوٹ جائے حضرت قدس سرہ نے دریافت فرمایا کہ کیا قانونی سعی مثلاً گورنمنٹ سے چارہ جوئی بھی ممکن نہیں حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ اس کی پوری تحقیق نہیں لیکن اگر گنجائش ہوئی بھی تو اس کے مصارف بہت درکار ہوں گے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ سر دست مصارف کا جو تخمینہ ہوا ہے اس سے اطلاع دو حضرت مفتی صاحب نے تقریباً ایک سو روپیہ کا اندازہ بتلایا حضرت قدس سرہ نے فرمایا ان شاء اللہ خیال رکھوں گا کہ ایک صد روپیہ پیش کر دوں تو کلا علی اللہ کام شروع کر دیں۔

حضرت مفتی صاحب نے پہلے تو سخت دشواری کے ساتھ اس ظالمانہ حکم کی نقل حاصل کی پھر دہلی آ کر وکلاء اور دیگر اہل دانش سے مشورہ کیا تو معاملہ کی مفصل کیفیت معلوم کی سب نے بالاتفاق یہ کہا

کہ اس کے متعلق اب کوئی صورت ممکن نہیں کیونکہ مثل بتارہی ہے کہ خود ریاست کے مسلمانوں کی درخواست پر یہ حکم دیا گیا ہے۔لیکن اس کے باوجود مفتی صاحب نے ہمت نہیں ہاری اور برابر کوشش کرتے رہے اور حضرت قدس سرہ نے تھوڑے ہی عرصے میں چند منی آرڈروں کے ذریعے سو روپیہ پہنچادیا حضرت اقدس کی اس توجہ کا فوری اثر یہ ہوا کہ بہت جلد کھلی کامیابی اور مکمل فتح نصیب ہوئی۔

تحریک تقرر قضاۃ

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو اس کا بہت خیال تھا کہ ہندوستان میں بدستور سابق قاضیوں کا تقرر ہو جائے حضرت قدس سرہ نے مختلف صورتوں سے اس کے متعلق سعی فرمائی حضرت قدس سرہ کے اشارہ پر میرٹھ میں ایک انجمن ''نصب القضاۃ'' قائم ہوئی اس نے رسالہ القول الماضی فی نصب القاضی وغیرہ شائع کر کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا۔۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۷ء میں ایک جلسہ بمقام دہلی منعقد کیا گیا جس میں تمام ممبران اسمبلی اور رئما ئدشہر دہلی کے علاوہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا محمد علی جوہر نے بھی شرکت کی اور سہارنپور اور دیوبند سے بھی ممتاز علماء کرام تشریف لائے تھے حضرت قدس سرہ نے مفتی صاحب کو اپنی طرف سے شرکت کیلئے بھیجا اس جلسہ کا زیادہ تر مقصد یہ تھا کہ ممبران اسمبلی کو اس بات کی ضرورت کا احساس دلایا جائے جب حضرت قدس سرہ نے آپ کو بھیجنا چاہا تو آپ نے عرض کیا کہ وہاں بڑے بڑے مشاہیر کا مجمع ہوگا اس لئے کسی بڑے شخص کو بھیجنا مناسب ہوگا۔اس پر حضرت قدس سرہ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ تم بڑوں کے سامنے اپنے کو اسی طرح سمجھتے رہو لیکن جہاں جاؤ گے وہاں سب پر غالب رہو گے۔

قانون اوقاف

حکومت ہند نے بعض اوقاف میں متولیوں کی گڑبڑ دیکھ کر انہیں اپنی تحویل میں لینے کیلئے ایک مسودۂ قانون کونسل میں پیش کیا اور رائے عامہ کیلئے اسے شائع کیا گیا،چونکہ اس میں کئی امور خلاف شریعت تھے اس لئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی اصلاح کیلئے علماء کرام کا ایک بورڈ تشکیل دیا جس نے اس میں اصلاحات فرمائیں،حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔اس کی تفصیل بھی مستقل عنوان کے تحت آئندہ درج کی جارہی ہے۔

یاد رہے کہ یہ ۱۹۳۴ءکا واقعہ ہے۔

مسئلہ امارت شرعیہ

غالباً مئی ۱۹۴۵ء میں جمعیت علماء ہند کی طرف سے ہندوستان میں امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز سامنے آئی اوراس سلسلہ میں جمعیت علماء ہند نے سہارنپور میں ایک نمائندہ اجتماع کیا جس کی صدارت حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے فرمائی۔علماء سہارنپور، دیوبند وتھانہ بھون اس کے حق میں تھے،تھانہ بھون کی طرف سے نمائندگی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے کی اورپھر انہی کی تجویز پر یہ جلسہ ختم ہوااور جمعیت علماء ہند اپنی تجویز پرعمل نہ کرسکی۔تفصیل مضمون ''مسئلہ امارت شرعیہ اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ'' میں ملاحظہ فرماویں۔

سیاسی مسلک

حضرت مفتی صاحبؒ سیاسی مسلک میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مسلک کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت اور اس کے نظریۂ متحدہ قومیت کے بہت مخالف تھے اسی لئے ایسے امور میں گفتگو کیلئے حضرت تھانویؒ اپنی جانب سے آپ کو ہی بھیجا کرتے تھے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کیلئے جو وفود حضرت تھانویؒ کی جانب سے روانہ کئے جاتے تھے ان میں آپ کو بھی شریک کیا جاتا تھا۔

ہجرت پاکستان اور رفاہی و دینی خدمات

۱۹۴۷ء کے عظیم انقلاب کے نتیجہ میں مسلمانوں نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی اس سلسلہ میں انہیں نے کس قدر مشقتیں اورصعوبتیں برداشت کرنا پڑیں یہ ایک خونچکاں داستان ہے جس کیلئے دفتر بھی ناکافی ہے اس ہجرت کا مقصد ایک اسلامی ملک میں قیام اور نظام اسلام سے متمتع اور بہرہ ور ہونا تھا اس سلسلہ میں ہر طبقہ نے تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے انتھک جدوجہد اور کوشش کی جس کے نتیجہ میں ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء ۲۶/رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ جمعۃ المبارک کے روز ایک عظیم اسلامی مملکت پاکستان کے نام سے معرض وجود میں آئی ۔انتقال آبادی اور ہجرت کا عمل بڑا ہی صبر آزما مرحلہ تھا مسلمانوں کواس ہنگامہ سے دوچار ہونے میں بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت مفتی صاحبؒ سفر پر تھے کہ اچانک حالات انتہائی خراب ہوگئے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو راستہ میں شہید کیا جانے لگا راستے میں بدامنی عام ہوگئی آپس میں روابط بھی منقطع ہوگئے

شاہ آباد ضلع کرنال سے حضرت والد صاحبؒ نے تھانہ بھون سہارنپور دیوبند وغیرہ خطوط لکھ کر حضرت مفتی صاحب کا پتہ کیا سب جگہ سے یہی جواب ملا کہ اس وقت ان کے بارہ میں علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اس سے اور بھی تشویش بڑھ گئی اسی پریشانی میں قافلہ پاکستان کیلئے روانہ ہوا حضرت والد صاحب مع اپنے برادر خورد جناب سید عبدالعلیم شاہ صاحب ٹرین میں سوار ہو کر لاہور پہنچے دسویں محرم الحرام ۱۳۶۷ھ کا روزہ بھی تھا راستہ میں افطار کیا بفضل خداوند کریم قافلہ لاہور پہنچا سامان ہندوستان اسٹیشن پر ہی چھوڑ دیا جو بعد میں ایک نوجوان نے پہنچایا لاہور میں حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے رابطہ کیا اور اپنے والد گرامی کے متعلق دریافت کیا ابھی تک یہاں بھی ان کی کوئی اطلاع نہ تھی کچھ عرصہ کے بعد حضرت مفتی صاحب لاہور پہنچ گئے آپ ہند سے پاکستان تشریف لائے ادھر سے قافلہ کے ذریعہ دیگر اقرباء بھی لاہور میں آ ملے راستہ میں نانا جان جناب عبدالرحیم صاحب قصور پہنچ کر دسمبر ۱۹۴۷ء میں انتقال فرما گئے اور نانا جی عبدالحی صاحب بھی شدید زخمی حالت میں ہسپتال تھے حضرت مفتی صاحب نے تمام صورتحال کا جائزہ لیا اور سب اقرباء کا پتہ کر کے ان کو تسلی دی اور ان کی سہولت کیلئے کچھ انتظامات فرمائے آپ کچھ دنوں بعد سرگودھا منتقل ہوئے اور یہاں کے علماء سے رابطہ کیا اور ایک مکان بلاک نمبر ۱۸ میں آپ نے لے لیا اس طرح آپ نے سرگودھا رہنے کا فیصلہ فرمایا اور کچھ دنوں بعد اپنے فرزندان گرامی کو بھی یہیں بلا لیا سرگودھا سے پھر آپ ساہیوال تشریف لے آئے ۔۲ر فروری ۱۹۴۸ء کو ساہیوال میں پہلی مرتبہ تشریف آوری ہوئی ۔حضرت مفتی صاحبؒ زیادہ تر مہاجرین کی آباد کاری کے سلسلہ میں جدوجہد فرماتے رہے اور اس بارہ میں انہیں خاصی مصروفیات رہیں اکثر و بیشتر سرگودھا قیام فرماتے متعلقہ افسران سے ملاقات و گفتگو بھی رہتی گروٹ اور ساہیوال دو جگہ کیلئے تحریری طور پر آپ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ جسے چاہیں ان میں آپ آباد کریں زیادہ تر رائے ساہیوال کی ہوئی چنانچہ آپ کے حکم سے کچھ گھر ساہیوال آ گئے اور یہیں آباد ہوئے ۔آپ نے ایک مکان سرگودھا میں لے لیا تھا رہائش اسی میں رہی ساہیوال سے برابر رابطہ تھا یہاں کئی رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مہاجرین کی فلاح و بہبود کیلئے انجمن مہاجرین بنائی جس کے صدر آپ خود تھے سوا سال کے عرصہ میں آپ نے ہر چیز کا نقشہ بدل کے رکھ دیا انتہائی محنت اور کوشش سے یہ سب کام سرانجام دیئے آپ کا پروگرام تھا کہ ایک وسیع دارالعلوم بنایا جائے اس کیلئے جگہ کا انتخاب بھی فرما چکے تھے مگر قدرت کو منظور نہ تھا

ساہیوال میں ایک جگہ عارضی طور پر آپ نے اس کام کیلئے الاٹ کرائی تھی مگر وہاں کام شروع نہ ہوسکا۔

ساہیوال میں آپ کا قیام منڈی قصاب کے قریب ایک مکان میں تھا جو آپ کی وفات کے بعد اولاد امجاد کو ملا۔ ساہیوال میں پہلا جمعہ آپ نے تیلیاں والی مسجد میں ادا کیا تقریر آپ کے حکم سے والد صاحبؒ نے فرمائی اور جمعہ پڑھایا حضرت والد صاحب وہاں ڈیڑھ سال تک جمعہ پڑھاتے رہے اس دوران رمضان المبارک میں قرآن کریم مکمل ہونے کے موقع پر حضرت مفتی صاحب کا بیان بھی ہوا جو بہت ہی مفید اور مفصل تھا اس بیان میں آپ نے سید احمد کبیر رفاعی مرحوم کا مشہور واقعہ بھی بیان فرمایا تھا تقریباً دو گھنٹہ بیان جاری رہا۔ ایک تقریر آپ کی سبز منڈی میں بھی ہوئی یہ تقریر مرحوم بانی پاکستان قائد اعظم کی وفات کے سلسلہ میں تھی۔ اسی دوران جناب مولانا عبدالستار صاحب نیازی خلافت گروپ کے سلسلہ میں دورہ کرتے ہوئے یہاں پہنچے حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے چوک سبز منڈی میں تقریر کی اس تقریب میں ابتداءً حضرت مفتی صاحب نے بھی شرکت فرمائی لیکن چونکہ ان دنوں آپ علیل تھے اس لئے آخر تک نہ بیٹھ سکے۔

پرائمری مسلم لیگ کا پہلا الیکشن

چونکہ آپ سیاست میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے اور حضرت اقدس تھانویؒ کی تربیت میں سیاسی خدمات انجام بھی دے چکے تھے یہاں بھی آپ نے اس میں سرگرم حصہ لیا اور مسلم لیگ کی بھرپور تائید کی دسمبر ۴۸ء میں پہلا الیکشن پرائمری مسلم لیگ کا ہوا اس میں آپ نے خاص دلچسپی لی یونین نمائندہ کا آپ نے مقابلہ کیا فریق مخالف کو منہ کی کھانی پڑی اور آپ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اس کی دلچسپ تفصیلات حضرت اقدس والد صاحب سے بارہا سننے کا موقع ہوا یہاں کے مقامی حلقہ میں پرانے حضرات بڑے مزے سے اس کا ذکر کرتے ہیں حضرت مفتی صاحب نے الیکشن کے دن موقع پر ہی فریق مخالف کی درخواست پر اعتراض کرکے یہاں کے خوانین کو مبہوت کردیا یہ صورت حال ایسی عجیب تھی کہ کسی کو اس کا تصور بھی نہ تھا الیکشن آفیسر نے آپ کے مدلل اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے صلح کی تجویز پیش کی کیونکہ فریق مخالف پر جب اعتراض ہوا تو مسلم لیگ کی طرف سے ہی ایک معزز شخصیت مسلم لیگ کے نمائندہ جناب پیر محمد شاہ صاحب مرحوم کے مقابلہ میں آگئی حضرت نے فرمایا کہ اب مقابلہ صحیح ہے ہم ڈٹ کر الیکشن میں حصہ لیں گے لیکن صلح کی تجویز مان لی گئی اور صدر مسلم لیگ ضلع

سرگودھا ثالث تجویز ہوئے انہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے معذرت کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ مجھے گھریلو مجبوری ہے میں پیر محمد شاہ کے مدمقابل کے خلاف فیصلہ نہیں کرسکتا حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ درست ہے آپ ان کے حق میں فیصلہ لکھ دیں کیونکہ آپ مجبور ہیں لیکن پھر ہمیں بھی اس کے خلاف اپیل کا حق ہوگا ہم اس فیصلہ کو چیلنج کردیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت نے اس فیصلہ کو چیلنج کردیا جس پر ثالثی فیصلہ توڑ دیا گیا دوبارہ الیکشن ہوا آپ نے پیر محمد شاہ صاحب مرحوم کو کامیاب کرا کے کاروائی لاہور بھیج دی جسے منظور کرلیا گیا یوں آپ نے مسلم لیگ کے نمائندہ جناب پیر محمد شاہ صاحب بخاری کو کامیاب کرا کے پہلی مرتبہ یونی نسٹ اور ان کے حامیوں کو شکست فاش دے کر تاریخ کے ایک نئے باب کی بنیاد ڈال دی جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

غرضیکہ ہجرت کے بعد ساہیوال سرگودھا میں آپ کا قیام تقریباً سوا سال ہوا لیکن اس عرصہ میں آپ نے جو محنت کی وہ حیرت انگیز ہے اپنے مشن میں دن رات آپ نے ایک کردیا تھا بعض اوقات آپ ۲۲ میل کا طویل سفر ساہیوال سرگودھا پیدل فرمایا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے جو عرصہ حضرت مفتی صاحبؒ کو یہاں عطا فرمایا اس میں کوناں کوں مصروفیات وخدمات کے علاوہ علمی حلقوں میں آپ کی بصیرت وفقاہت اور دانائی کو تسلیم کیا گیا اور یہاں کے کہنہ مشق حضرات میں آپ کا تعارف بہتر طریقہ سے ہوا،اور آپ کے کردار نے ان شخصیات پر گہرا اثر ڈالا۔

اولاد امجاد

آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عم مکرم ومحترم جناب ماسٹر سید عبدالعلیم ترمذی مدظلہ چھوڑے عم مکرم ومحترم کی عمر اس وقت صرف ۱۳ سال تھی جبکہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی ۲۷ سال۔

حضرت جد امجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت والد ماجد رحمہ اللہ ہوئے جنہوں نے ترپن سال تک دینی،علمی،فقہی،سیاسی،تدریسی،تالیفی خدمات سرانجام دے کر اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے مشن کو بام عروج تک پہنچایا اور صحیح معنی میں جانشینی کا حق ادا فرمادیا۔آپ کی گرانقدر خدمات، جامعہ حقانیہ اور ہزاروں تلامذہ ومتوسلین کے ذریعہ سے آج بھی آپ کا علمی،روحانی فیض ملک وبیرون ملک پھیلتا چلا جارہا ہے فللّٰہ الحمد ولہ الشکر۔

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے ۵؍شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ بمطابق یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو انتقال فرمایا، ایک ہزار صفحات پر مشتمل آپ کی تفصیلی سوانح ''حیات ترمذی'' کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔

حضرت جد امجد رحمہ اللہ کے دوسرے فرزند گرامی احقر کے عم محترم جناب ماسٹر سید عبدالعلیم صاحب مدظلہم بحمداللہ تعالیٰ بقید حیات ہیں، آپ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے الشہادۃ العالمیہ کا امتحان پاس کیا اور فارسی او۔ٹی ٹیچر کے طور پر طویل عرصہ تک تدریسی خدمات کے بعد ۱۹۹۴ء میں ریٹائرڈ ہوئے، آپ کے قدرے تفصیلی حالات ان شاءاللہ تعالیٰ ''تذکرہ حضرت مفتی عبدالکریم'' میں شائع ہونگے۔

قارئین کرام اس کی طباعت کیلئے دعا فرماویں۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
۹؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
بمطابق ۲۵ جولائی ۲۰۰۷ء

دینی وملی خدمات

مولانا سید محمد تسنیم ترمذی زیدمجدہ مدرس جامعہ حقانیہ

تدریسی وتصنیفی خدمات

تدریس وافتاء

درس نظامی سے فراغت کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کے ایماء سے حضرت مفتی صاحب موضع اجراڑا ضلع میرٹھ کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے مامور ہوئے کچھ عرصہ مدرسہ کے طلبہ اور دوسرے مسلمانوں کو مستفید کرتے رہے اس کے بعد مختلف مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دینے اور فتنۂ ارتداد کی سرکوبی میں نمایاں خدمات بجالانے کے بعد ۱۳۴۳ھ سے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اپنے پیرومرشد حضرت تھانویؒ کے زیر سرپرستی تدریسی، تالیفی، اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دینے لگے حضرت حکیم الامتؒ کو چونکہ مفتی صاحب پر حد درجہ اعتماد اور اطمینان تھا اس لئے بڑے بڑے اہم کاموں کی انجام دہی پر آپ کو مامور کیا جاتا تھا۔

مدینہ منورہ میں تدریس

اور مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں حدیث وفقہ کی بڑی کتابوں مسلم شریف اور موطا امام مالک، ہدایہ وغیرہ کے درس دینے کا موقع اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا حرم نبوی کے بعض اساتذہ بھی درس حدیث میں شریک ہوا کرتے تھے ایک مدرس حرم سے ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا کہ آپ تو صاحب مذہب ہیں موطا امام مالکؒ آپ کے امام کی کتاب ہے اس کو تو آپ حنفیوں سے زیادہ سمجھتے ہوں گے پھر آپ ان کے سبق میں کیوں شریک ہوتے ہیں؟ ان عالم صاحب نے فرمایا کہ اپنے مذہب کے خلاف جو بات ہوتی ہے اس کا جواب تو ہم خود دیدیتے ہیں مگر احادیث میں جو تطبیق آپ دیتے ہیں ان کو سننے کیلئے آتا ہوں پھر اس کو جاکر حرم نبوی میں طلباء کو سناتا ہوں یہ فن تطبیق جیسا کہ آپ حضرات کو آتا ہے ہمیں نہیں آتا۔

حضرت مفتی صاحبؒ طبعی ذہانت وفطانت کے علاوہ چونکہ کافی طویل زمانہ تک حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے زیر تربیت تعلیمی وتصنیفی کام کرتے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص

علمی ذوق سے ان کو حصہ عطا فرما دیا تھا جو ہر کسی کو صرف کتب بینی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں بطور شیخ الحدیث تقرر

۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۷ء میں فاضل دارالعلوم دیوبند تلمیذ رشید شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ جناب حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر والی ضلع بہاولنگر میں "قاسم العلوم" کے نام سے دینی ادارہ قائم فرمایا۔۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۴ء میں جب پہلی مرتبہ حضرت مولانا موصوف مرحوم نے "مدرسہ قاسم العلوم" میں دورہ حدیث شریف کے آغاز کا فیصلہ فرمایا تو صدر مدرس وشیخ الحدیث کیلئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ چنانچہ اس طرح ایک سال آپ نے اس ادارہ میں حدیث شریف کے بڑے اسباق پڑھائے۔اس وقت یہ مدرسہ خوب ترقی پر ہے اور ملک کے مشہور ومعروف مدارس میں اس کا شمار ہوتا ہے، والحمد للّٰہ علی ذٰلک۔

تصنیفی خدمات

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی وقیع خدمات ہیں، اگرچہ تصنیف وتالیف کیلئے آپ کو زیادہ وقت نہیں مل سکا تاہم کئی مضامین ورسائل آپ کی یادگار رہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے تفصیل "تذکرۃ الکریم" میں درج ہے۔

عورتوں کی مشکلات کے حل کیلئے حیلہ ناجزہ کی تصنیف

ہندوستان کے اندر شرعی قاضی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا ہورہا تھا حضرت قدس سرہ نے اس طرف خاص توجہ فرمائی اور چونکہ فقہی شرائط کے مطابق ان مسائل میں ضرورت شدیدہ کی وجہ سے مالکی مسلک کو اختیار کیا گیا تھا اس لئے مدینہ منورہ کے علماء کرام سے مکرر سہ کرر فتاویٰ حاصل کر کے کامل تحقیق کے بعد ان مشکلات کے حل کی نہایت سہل صورتیں تجویز فرمائیں پھر علماء دیوبند سہارنپور سے بار بار مراجعت اور استصواب کے بعد ایک رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" تصنیف فرمایا اس میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مفتی عبدالکریم صاحب کو برابر شریک رکھا حضرت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی سہولت اور احتیاط کی غرض سے اپنے خاص اہل علم اور اہل تقویٰ دوستوں کو اس تصنیف میں برابر شریک رکھا جن کا نام بھی اسی رسالہ میں لکھ دیا ہے حضرت قدس سرہ کی مساعی جمیلہ نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور

ممبران اسمبلی نے ایک مسودہ قانون ''انفساخ نکاح اہل اسلام'' کے نام سے اسمبلی میں پیش کردیا جو مارچ ۱۹۳۹ء میں پاس ہوالیکن افسوس کہ اس مسودہ میں ضروری قیود وشرائط کونظر انداز کردیا گیا حضرت قدس سرہ نے اس مسودہ قانون کی کوتاہیاں مفصل تحریر فرما کر اہل علم کے جلسہ میں روانہ فرمادی تھیں اور مزید وضاحت کیلئے حضرت مفتی صاحب کوشرکت کیلئے بھیجا تھا آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ساتھ مل کر اس مسودہ قانون کی ہر دفعہ کی شرعی ترمیمات تحریر کر کے طبع کرائیں اور مسلم ممبران اسمبلی سے ملاقات کر کے ان کو یہ شرعی ترامیم دیں کہ اس کے مطابق مسودہ میں ترامیم کی جائیں یہ ترمیمات مکمل طور پر قانون تو نہ بن سکیں لیکن فی الجملہ عورتوں کے مصائب میں بہت کمی ہوگئی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مفتی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہما کو چونکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تصنیف لطیف میں برابر شریک رکھا ہے اس لئے حضرتؒ نے کتاب کے آخیر میں بھی ان دونوں حضرات کا ذکر بڑے بلند وبالا الفاظ میں فرمایا ہے چنانچہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

وههنا تمت الرسالة والحمدللّٰه الهادی فی کل مقالة کتبها الاحقر اشرف علی عفی ذنبه الجلی والخفی بمشارکة الفاضلین الجامعین للعلم القویم والعمل السمتقیم المولوی محمد شفیع والمولوی عبدالکریم شرفهما اللّٰه بالاجر العظیم فی اوائل ذی القعدة ۱۳۵۱ من هجرة النبی الشفیع الکریم علیه الف الف صلٰوة وتسلیم(الحیلة الناجزه)

المختارات

اس رسالہ میں خیار بلوغ وغیرہ کی صورتوں کے احکام لکھ کر حضرت حکیم الامتؒ اور دوسرے علماء کی تصدیق کے بعد ''حیلہ ناجزہ'' کا تتمہ بنادیا گیا ہے۔

وفاق المجتھدین للمنظر فی رفاق المجتھدین

ایک عالم نے ''الحیلۃ الناجزۃ'' سے متعلق چند سوالات اور اشکالات لکھ کر تھانہ بھون بھیجے تھے حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اس رسالہ میں ان سوالات کے جوابات تحریر کئے ہیں اور ان کے اشکالات کو رفع کیا ہے خط وکتابت کے اسی مجموعہ کا نام وفاق المجتهدین للمنظر فی رفاق

المجتہدین ہے حضرت حکیم الامتؒ نے بھی اس پر تصدیق تحریر فرمائی تھی۔

تجدد اللمعہ فی تعدد الجمعہ

مولانا عبدالحق صاحب مدنی نے تعدد جمعہ کے عدم جواز کو ثابت کرنے کی غرض سے ایک رسالہ بنام ''القول الجامع'' عربی زبان میں تالیف کیا تھا حضرت مفتی صاحب نے تھانہ بھون سے اس کا جواب تفصیل کے ساتھ لکھا اور تعدد جمعہ کے جائز ہونے کو مفتی بہ قرار دیا اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے بہت عمدہ الفاظ میں تصدیقی کلمات تحریر فرمائے تھے اور حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اس پر تحریر فرمایا تھا کہ ''یہ تحریر خاص استقراء سے لکھی گئی ہے'' حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے اس پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسے جواب کی بڑے حضرات سے توقع کی جاسکتی تھی۔

القول الرّفیع فی الذبّ عن الشفیع

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ ''نہایۃ الارب فی غایات النسب'' پر جب بعض لوگوں نے شور وغوغا کیا اور بڑے بڑے علامہ بھی اس سے متاثر ہوگئے اور رسالہ کی بعض روایات پر تنقیدات اخبارات میں شائع ہوئیں تو اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب مرحوم نے دو حصوں میں ایک تحریر لکھی جس میں ایسی تنقیدات کا علمی جائزہ لیا اور درج شدہ عنوان سے اس کو شائع کرایا۔ یہ رسالہ ''الجمعیۃ'' دہلی دسمبر ۱۹۳۴ء میں بھی شائع ہوا تھا۔

ایک اصلاح

متذکرہ بالا تحریر میں ایک جگہ اخباری فتویٰ کا لفظ لکھا گیا تھا حضرت حکیم الامتؒ نے جب اس مسودہ کو ملاحظہ فرمایا تو اس کو کاٹ کر اس کی جگہ اخبار کا فتویٰ تحریر فرمادیا اور زبانی ارشاد فرمایا کہ اخباری فتویٰ متبذل لفظ ہے اہل علم کو ایسے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہئے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا تأثر

مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے ''القول الرفیع'' پڑھ کر اس کی بڑی داد دی، اپنی کتاب ''حکیم الامت نقوش وتأثرات'' میں حضرت اقدس تھانوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

م۔ مولوی عبدالکریم صاحب کا مضمون مفتی کفایت اللہ صاحب کے جواب میں قابل داد ہے، جوابی مضمون میں اتنی متانت قائم رکھنا خاص آستان اشرفی کا فیض ہے، ہر شخص کا کام نہیں۔

ل۔ یہ سب بزرگوں کی برکت ہے، میں کیا میرا اثر کیا۔

مولانا دریا آبادی حاشیہ پر لکھتے ہیں:

یہ مولوی عبدالکریم صاحب علاقہ پنجاب کے رہنے والے حضرت کے خاص مسترشدین میں تھے، ایک عالم کی حیثیت سے خانقاہ تھانہ بھون میں اکثر مقیم رہتے کبھی تبلیغ کا کبھی فتویٰ نویسی کا کام کرتے رہتے، اب یہ بالکل یاد نہیں پڑتا کہ وہ مضمون کونسا تھا جس کا یہاں ذکر ہے"(ص ۴۱۷)

مولانا دریا آبادی کو اگر چہ مضمون یاد نہیں رہا مگر ہم تفصیل لکھ چکے ہیں کہ یہ مضمون "القول الرفیع" ہی تھا۔

بیان القرآن اور بہشتی گوہر پر نظر ثانی

حضرت حکیم الامتؒ کے زیر سایہ رہ کر حضرت مفتی صاحب نے درس وتدریس اور افتاء وغیرہ کی گراں قدر خدمات انجام دیں "بہشتی گوہر" جو بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ ہے اس پر آپ نے حضرت قدس سرہ کے حکم سے نظر اصلاحی فرمائی تھی گویا اس کو دوبارہ لکھا گیا اور "بیان القرآن" پر نظر ثانی میں بھی حضرت قدس سرہ نے آپ کو شریک رکھا تھا۔

علمی نکتہ

دیوبند میں ایک بزرگ عالم نے ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ سجدۂ تحیۃ کی حرمت ثابت کرنے کیلئے "بیان القرآن" میں روایات حدیثیہ سے استدلال کیا گیا لا تسجدوا للشمس ولا للقمر الآیۃ سے کیوں نہیں استدلال کیا گیا مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس آیت میں سجدہ عبادت کی ممانعت ہے سجدہ تحیہ کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ آیت کے آخر میں ان کنتم ایاہ تعبدون ہے اس لئے سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا گیا اس کو سن کر وہ بزرگ عالم پھڑک اٹھے اور بہت محظوظ ہوئے۔

ایک خواب

انہیں متذکرہ بزرگ عالم نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کی میرے مکان پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فلاں چارپائی پر آرام فرمارہے ہیں چند روز کے بعد مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی میرے مکان پر مہمان ہوئے اور اسی جگہ اسی چارپائی پر قیام ہوا معاً میرے

دل میں آیا کہ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ مفتی عبدالکریم صاحب کو فقہ سے بہت مناسبت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابہ میں تفقہ کے اندر ممتاز شان رکھتے تھے حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب کو ہر علم سے مناسبت ہے۔

تتمہ امداد الاحکام

زمانہ قیام تھانہ بھون میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی حضرت مفتی صاحبؒ نے فتویٰ کا جو کام کیا تھا حضرت تھانویؒ نے سلسلہ امدادیہ کے فتاویٰ کے ساتھ تتمہ ''امداد الاحکام'' نام رکھا تھا جو ''امداد الاحکام'' کے ساتھ چار جلدوں میں دارالعلوم کراچی سے طبع ہو چکا ہے۔

حال ہی میں امداد الاحکام کی چاروں جلدوں سے آپ کے فتاویٰ الگ جمع کر کے ان کی تبویب کر لی گئی ہے اور بحمداللہ تعالیٰ ان کی تخریج کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے ان شاءاللہ تعالیٰ عنقریب مستقل طور پر ان کو شائع کیا جائے گا۔

افادۃ العوام ترجمہ نصوص خطبات الاحکام

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سال بھر کے جمعوں کے واسطے الگ الگ خطبات کا جو مجموعہ بنام ''خطبات الاحکام لجمعات العام'' تصنیف فرمایا تھا وہ بکثرت آیات واحادیث پر مشتمل ہے اور حضرت مفتی صاحب نے عام نفع رسانی کی خاطر ان خطبات کی آیات واحادیث کا ترجمہ مع ضروری فوائد کے لکھا اور بعض ایسی روایات جن کو حضرت تھانویؒ نے اصل مسودہ میں تحریر فرمایا تھا مگر نظر ثانی کے وقت بغرض اختصار ان کو حذف فرمایا ان کا ترجمہ بھی اضافہ کا عنوان قائم کر کے دیا تھا یہ ترجمہ عنوان بالا سے طبع ہو کر خطبات الاحکام کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

برادر مکرم حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم نے اصل احادیث مع ترجمہ وفوائد الگ جمع کر لئے ہیں، ان شاءاللہ تعالیٰ ''تحفۃ العوام'' کے نام سے وہ جلد ہی الگ شائع ہوں گے۔

مولوی کامل الدین زید مجدہ متخصص جامعہ حقانیہ

حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کے فتاوی

''تتمہ امداد الاحکام'' کا تعارف

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۶۲ھ تک مستقل قیام فرمایا، آپ نے جو فتاوی خود تحریر فرمائے ان کا عظیم الشان مجموعہ ''امداد الفتاویٰ'' کے نام سے چھ جلدوں میں شائع ہو رہا ہے جو محتاج تعارف نہیں ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حکم سے حضرت مولانا احمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ نے ۱۳۳۴ھ سے ۱۳۳۹ھ تک فتاویٰ کا کام کیا اور ان کے فتاویٰ کا نام ''امداد المسائل'' تجویز کیا گیا جو دار العلوم کراچی کے شعبہ ''مجلس خیر'' میں محفوظ ہے، اب تک ان کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔

۱۳۴۰ھ سے شوال ۱۳۵۸ھ تک حضرت علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ اور ۱۳۴۳ھ تا صفر ۱۳۵۵ھ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی زیر نگرانی فتاویٰ تحریر فرمائے، حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا نام ''امداد الاحکام'' اور حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا نام حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ''تتمہ امداد الاحکام'' تجویز فرمایا۔ امداد الاحکام مع تتمہ چار ضخیم جلدوں میں حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم کے مقدمہ کے ساتھ دار العلوم کراچی سے طبع ہو رہا ہے۔

ان دونوں حضرات کے بعد ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خانقاہ امدادیہ میں فتاویٰ کا کام کیا اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کے فتاویٰ کا نام ''جمیل الفتاویٰ'' تجویز فرمایا، جمیل الفتاویٰ پر حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کے فرزند گرامی جناب مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی مدظلہم نے حال ہی میں تخریج وتبویب کا گرانقدر کام کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے، عنقریب یہ فتاویٰ بھی شائع ہونے والے ہیں۔

اس پس منظر کے بعد ہم اب ذیل میں مختصراً حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ ''تتمہ امداد الاحکام'' کا تعارف پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ فتاویٰ کا نام ''تتمہ امدادالاحکام'' ہے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ کے رجسٹر کی ابتداء میں غالباً حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہی قلم مبارک سے ''تتمہ امدادالاحکام ازمولوی عبدالکریم'' تحریر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا نام حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تتمہ امدادالاحکام'' تجویز فرمایا تھا۔

نیز کتاب ''الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ'' کے حاشیہ میں حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ''احقر نے ''تتمہ امدادالاحکام'' جلد دوم میں تلاش کر کے وہ جواب سنایا'' (الحیلہ ص ۱۶ حاشیہ) اور رسالہ ''رفاق المجتہدین'' کے آخر میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ارشاد ''بغور دیکھا، ماشاءاللہ کافی وافی، اس کو امدادالاحکام میں نقل کرادیا جائے'' سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ کا نام ''تتمہ امدادالاحکام'' رکھا گیا تھا۔

قارئین کی سہولت کیلئے حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ نے امدادالاحکام اور تتمہ دونوں کو ایک ہی کتاب کی حیثیت سے یکجا مبوب کرایا تھا اور حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ اور حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگوں کے فتاویٰ ''امدادالاحکام'' کے نام سے ہی چار جلدوں میں طبع ہورہے ہیں۔

استاذیم حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی دامت برکاتہم نے اپنے جدامجد قدس سرہ کے تحریر فرمودہ فتاویٰ کو ''امدادالاحکام'' کی مطبوعہ چاروں جلدوں سے تبویب کے ساتھ الگ نقل کرایا اور اس پورے مسودہ کا ''امدادالاحکام'' سے تقابل بھی کرایا گیا، اور پھر اس ''تتمہ امدادالاحکام'' کے تمام عربی حوالہ جات کی اصل کتب سے مراجعت کر کے عبارات کی تصحیح کی گئی اور جہاں عبارات میں تسامحات تھے یا کمی بیشی تھی ان کی بھی تصحیح وتکمیل کردی گئی ہے۔ مراجعت اور تصحیح کا کام بنیادی طور پر احقر کامل الدین رتوکالوی متعلم درجہ تخصص فی الفقہ سال دوم جامعہ حقانیہ نے کیا اور اس کام میں محترم ومکرم جناب مولانا محمد صدیق صاحب واستاذ مکرم مولانا محمد محسن صاحب مدظلہما مدرسین جامعہ حقانیہ نے بندہ کا بھرپور تعاون کیا جبکہ اس سارے کام کی نگرانی استاذیم حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی دامت برکاتہم نے فرمائی والحمد للہ علی ذلک کلہ۔

(۲) حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ فتاویٰ بزمانہ قیام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ۱۴رشوال المکرم ۱۳۴۳ھ تا ۲؍صفر ۱۳۵۵ھ تحریر فرمائے، آپ کے تحریر فرمودہ ان فتاویٰ کی کل تعداد ۱۰۵۰ ہے۔

(۳) ""تتمہ امداد الاحکام"" میں درج اکثر فتاویٰ پر حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں جبکہ بعض فتاویٰ پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی تصدیق فرمائی ہے۔

(۴) شوال المکرم ۱۳۴۳ھ تا رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ کے تمام فتاویٰ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے التزاماً ملاحظہ فرمائے ہیں خواہ تصدیقی دستخط فرمائے ہوں یا نہیں، اس تاریخ کے بعد جن فتاویٰ کو ملاحظہ فرمایا ان پر تصدیقی دستخط فرمائے اور باقی فتاویٰ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ ملاحظہ فرماتے رہے خواہ دستخط فرمائے یا نہیں۔

(۵) ۷؍ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ کے بعد آپ نے جو فتاویٰ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مشورہ کے بعد لکھے ان کے مقابل آپ نے ""م"" لکھ دیا، اور یہ سب تفصیل حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ہی فتاویٰ کے رجسٹروں میں متعدد مقامات پر تحریر فرمائی ہے، مثلاً رجسٹر نمبر ۸ کے ص ۱۰۹ و ص ۱۹۰ کے حاشیہ پر امداد الاحکام جلد دوم ص ۲۳۸ کے حاشیہ پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

یہاں تک کے کل جوابات حضرت مولانا صاحب مدظلہم نے بھی التزاماً ملاحظہ فرمائے ہیں، اس سے آگے حضرت والا نے فرصت نہ ہونے کے باعث التزام ترک فرمادیا، صرف استاذی المکرم جناب مولوی ظفر احمد صاحب التزاماً ملاحظہ کرنے لگے ۱۲ منہ۔ البتہ کوئی جواب مولانا مدظلہ کی تحقیق کے خلاف نہیں لکھا جاتا بلکہ جو نیا سوال ہوا اس کو زبانی دریافت کرکے لکھا جاتا ہے، اور کہیں کہیں ملاحظہ کی نوبت آتی ہے تو وہاں تصریحاً اس کو ظاہر کردیا جاتا ہے یعنی حضرت والا دستخط ثبت فرمادیتے ہیں ۱۲

احقر عبدالکریم عفی عنہ ۱۶؍رمضان ۴۸ھ

(یہ حاشیہ آپ نے ۱۰؍رمضان شریف ۱۳۴۵ھ کے تحریر کردہ فتویٰ پر لکھا ہے)

اس تحریر سے بھی مذکورہ بالا تفصیل کی تائید ہورہی ہے۔

(۶) اس تتمہ کی تبویب بھی حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کے ایماء پر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے انداز پر کی گئی ہے، تبویب میں فہرست کو زیادہ سے زیادہ مفصل اور واضح کیا گیا ہے، کتب، ابواب، فصلیں قائم کرکے ان سے متعلق تمام فتاویٰ یکجا کردیئے گئے ہیں، قدیم طرز کے فقہی ابواب کے علاوہ جدید مسائل

کیلئے نئے ابواب مقرر کئے گئے ہیں۔

(۷) رجسٹروں میں تمام فتاویٰ تاریخ وار ترتیب سے درج تھے،فقہی ابواب پرمبوب نہ تھے،تبویب کا کام حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ نے اپنی نگرانی میں مختلف حضرات سے کرایا جن میں حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم اور حضرت مولانا رفیع اللہ صاحب سابق نائب مفتی دارالعلوم کراچی بطور خاص قابل ذکر ہیں،حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم نے بھی اس میں حصہ لیا اور یہ کام شوال المکرم ۱۳۹۲ھ میں مکمل ہوا۔تتمہ امدادالاحکام کے متعلق ہم نے یہ تفصیلات بنیادی طور پر حضرت مفتی اعظم مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم کے اس مضمون سے اخذ کی ہیں جو آپ نے امدادالاحکام جلد اول کے مقدمہ کے طور پر تحریر فرمایا ہے۔

امدادالاحکام مع تتمہ کی اشاعت

پہلی جلد حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم کے مقدمہ کے ساتھ ۱۴۰۴ھ میں شائع ہوئی،اس کی دوسری طباعت ۱۴۱۲ھ میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے ایک وقیع علمی،فقہی مقدمہ کے ساتھ ہوئی اور دوسری جلد بھی پہلی مرتبہ ۱۴۱۲ھ میں مکتبہ دارالعلوم کراچی سے شائع ہوئی۔تیسری اور چوتھی جلد شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔۱۴۰۰ھ تا ۱۴۲۱ھ اکیس سال میں طباعت کا مرحلہ چار جلدوں میں مکمل ہوا اور اب بحمداللہ تعالیٰ فقہ کا یہ عظیم علمی مجموعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی سے برابر طبع ہو رہا ہے جو اصل کتاب ''امداد الاحکام'' اور اس کے تتمہ پر مشتمل ہے،استاذیم حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم نے تتمہ کو یکجا کر کے اس کی تخریج کرائی ہے،امید ہے کہ جلد یہ فتاویٰ الگ بھی شائع ہوں گے واللہ الموفق والمعین۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا مجموعہ''تتمہ امدادالاحکام''جس کا تفصیلی تعارف آپ پڑھ چکے ہیں اس میں تو ظاہر ہے کہ سب فتاویٰ آپ ہی کے تحریر کردہ ہیں لیکن اس کے علاوہ بعض فتاویٰ آپ کے امدادالفتاویٰ میں بھی شائع ہوئے اور کچھ فتاویٰ ماہنامہ ''النور'' وغیرہ میں بھی طبع ہوئے ہیں۔اور بعض رسائل ومضامین بھی آپ کے ایسے ہیں جو فقہ وفتاویٰ سے متعلق ہیں لیکن الگ شائع ہوئے ہیں ان سب کو بھی ضمیمہ کے طور پر آپ کے فتاویٰ کے اس مجموعہ کے آخر میں شامل کردیا جائے گا۔علاوہ ازیں کئی تحریرات اور فتاویٰ ایسے ہیں جو حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اور دیگر حضرات کے تحریر فرمودہ ہیں لیکن اس پر تصدیقی وتائیدی دستخط آپ کے بھی موجود ہیں جیسے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا رسالہ تقدیس القران المنیر عن تدنیس التصاویر مطبوعہ در ''بوادرالنوادر'' وغیرہ۔

صحیح جمع وترتیب: مولانا محمد محسن زید مجدہ مدرس جامعہ حقانیہ

حضرت مفتی صاحبؒ کے چند فقہی افادات

حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کو اگرچہ ہر علم سے مناسبت تھی لیکن فقہ وفتاویٰ سے بطور خاص آپ کا تعلق رہا ہے اور آپ کی تصنیفات ورسائل بھی زیادہ تر فقہ وفتاویٰ سے ہی متعلق ہیں، عرصہ دراز تک حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی زیرنگرانی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں آپ افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے، اس دور میں آپ نے جو فتاویٰ تحریر فرمائے وہ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے فتاویٰ "امداد الاحکام" کے ساتھ دارالعلوم کراچی سے چار جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں ان کا تعارف مستقل مضمون میں پیش کیا جا چکا ہے، یہاں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے بعض اہم فتاویٰ افادہ عام کیلئے پیش کیے جا رہے ہیں جن سے فقہ میں آپ کی مہارت ومناسبت واضح ہے۔

تلقین میت کے متعلق ایک سوال

سوال: جناب مولانا مولوی حکیم ابو العلاء امجد علی صاحب المدرسین دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف اپنی تصنیف "بہارشریعت" حصہ چہارم میں لکھتے ہیں۔

(مسئلہ) دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے (جوہرہ) یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کر دیا ہے (ردالمحتار) [1]حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی مٹی دے چکو تو تم میں سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلاں وہ سنے گا اور جواب نہ دیگا پھر کہے یا فلاں بن فلاں وہ سیدھا کھڑا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے یا فلاں بن فلاں وہ کہے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہے اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ

---

[1] کنز العمال میں اس روایت کو ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے درج کیا ہے اور طبرانی، کبیر، ابن عساکر، دیلمی کی طرف منسوب کیا ہے اور قاعدہ مذکورہ فی الخطبہ کی بنا پر دیلمی وابن عساکر کی روایت ضعیف ہے اور طبرانی کی اگر وہی سند ہے تو ضعیف ہے اور غالب گمان یہی ہے واللہ اعلم۔ عبدالکریم عفی عنہ۔

وسلم وانک رضیت باللّٰہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبیاً وبالقرآن اماماً نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی محبت سکھا چکے اس پر کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو فرمایا حوا کی نسبت کرے رواہ الطبرانی فی الکبیر وایضاً فی الاحکام وغیرہما بعض اجلہ تابعین فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکے اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جائے یا فلاں بن فلاں قل لاالٰہ الااللّٰہ تین بار، پھر کہا جائے قل ربی اللّٰہ ودینی الاسلام ونبی محمد ﷺ، لہٰذا عرض ہے کہ یہ مضمون بالا صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

الجواب حدیث تلقین اموات کی معتبر وصحیح ہے جس کو ردالمختار میں بھی نقل کیا ہے[1] کیونکہ اہل سنت والجماعت لقنوا موتاکم سے حقیقی معنی ارادہ کرتے ہیں اور شیخ کمال الدین ابن الہمام بھی اپنی کتاب فتح القدیر میں تائید تفصیل کرتے ہیں کہ موتاکم سے مراد حقیقی معنی ہیں درمختار میں ہے وفی الجواھرۃ انہ مشروع عنداھل السنۃ الخ اور ردالمختار میں ہے اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لاالٰہ الااللّٰہ محمول علی الحقیقۃ لان اللّٰہ یحییہ علیٰ ماجاء ت بہ الآثار وقد روی عنہ علیہ السلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن یا فلان بن فلان اذکر دینک الذی کنت علیہ من شھادۃ ان لاالٰہ الااللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ وان الجنۃ حق والنار حق وان البعث حق وان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا وان اللّٰہ یبعث من فی القبور وانک رضیت باللّٰہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبیاً وبالقرآن اماماً وبالکعبۃ قبلۃ وبالمؤمنین اخواناً وقد اطال فی الفتح فی تائید حمل موتاکم فی الحدیث علی الحقیقۃ مع التوفیق بین الادلۃ علی ان المیت یسمع اولا یسمع کماسیأتی فی باب الیمین الخ اگرچہ تلقین بعد تدفین غیر مروج ہے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب ہے۔ فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

---

(1) سخت حیرت ہے کہ بلا حوالہ اور سند کے صحیح لکھ دیا کیا شامی میں نقل کرنے سے اس کا صحیح ہونا لازم آتا ہے؟ ....عبدالکریم عفی عنہ۔

جواب دوم از تھانہ بھون

اقول وباللّٰہ التوفیق

جب ظاہر روایات میں ممانعت موجود ہے تو پھر بعض فقہاء کے قول کی بناء پر اس کو مستحب اور مشروع قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے اور ممانعت تلقین کی بناء استحالۂ حیات بعد الموت قرار دے کر اس کو معتزلہ کا مذہب اور تلقین کو اہل سنت کا مذہب کہنا بھی تعجب انگیز ہے کیا علاوہ اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ایک وجہ تو خود فتح القدیر نے کافی سے نقل کی ہے وہ یہ کہ اگر وہ ایمان کے ساتھ مرا ہے تو اس کی حاجت نہیں اور اگر (نعوذباللہ) کفر پر خاتمہ ہوا تو تلقین مفید نہیں، اور کفایہ شرح ہدایہ میں بھی یہی وجہ لکھی ہے چنانچہ کفایہ کی عبارت یہ ہے:

وقد روی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الاانانقول لافائدۃ فی التلقین بعدالموت لانہ ان مات مؤمنا فلا حاجۃ الیہ وان مات کافراً فلایفیدہ التقلین اھ۔

باقی رہی یہ بات کہ لقنو امواتاکم میں معنی حقیقی مراد کیوں نہیں لئے سو اس کی وجہ احقر کے فہم ناقص میں یہ آتی ہے کہ لفظ موتی سے جس طرح حقیقی معنی مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح مجازی بھی مفہوم ہوتے ہیں اور مجازی معنی لینے سے نفع زیادہ کیونکہ اس وقت وجہ تکلیف کے محتضر کو از خود التفات ہونا دشوار ہے اور تلقین سے اس کو توجہ ہوجاتی ہے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر من کان آخر کلام لاالہ الااللّٰہ دخل الجنۃ کا مصداق بن جاتا ہے بخلاف تلقین بعد الدفن کے کہ اس میں بعض نے تو کوئی نفع تسلیم ہی نہیں کیا جیسا کہ کافی اور کفایہ سے نقل کرچکا ہوں اور اگر وہ نفع بھی تسلیم کیا جاوے جو صاحب فتح القدیر نے بیان کیا ہے یعنی استیناس بالذکر تب بھی وہ نفع یقیناً بہت کم ہے اس نفع سے کو جو محتضر کو ہوتا ہے کیونکہ حالت احتضار میں تلقین کرنا عمل کی ترغیب دلانا ہے اور عمل جس درجہ مفید ہے ظاہر ہے اور محض استیناس عمل کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔ خلاصہ جواب اشکال کا یہ ہوا کہ موتی کے مجازی معنی مراد لینا راجح ہیں لہٰذ حقیقی معنی مراد نہیں لئے بلکہ تامل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ حقیقت مہجور ہے اور مجاز متعارف اور حقیقت مہجورہ سے مجاز متعارف مقدم ہوتا ہے کماعلم من الاصول اور حقیقت کا مہجور اور مجاز کا متعارف ہونا ظاہر ہے کیونکہ تلقین محتضر ہر امت کا تعامل ہے حالانکہ اس کی دلیل سوائے لقنوا

موتاکم کے اور کوئی نہیں ہے اگر مجاز متعارف نہ مانا جاوے تو تلقین محتضر کی کوئی دلیل ہی نہ رہے حالانکہ شامی نے درایہ سے نقل کیا ہے انہ مستحب بالاجماع اھ اور اگر کوئی حقیقت کا مہجور ہونا تسلیم نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ مجاز تو متعارف ہے لیکن ساتھ ہی حقیقت بھی مستعمل ہے اور اس بنا پر حقیقت کو راجح کہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب حقیقت مستعمل ہو اور مجاز متعارف تب بھی صاحبین کے نزدیک تو مجاز ہی مقدم ہوتا ہے البتہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس وقت حقیقت اولیٰ ہے سو ان کی طرف سے وہی جواب ہوسکتا ہے کہ تلقین محتضر مفید ہے اور تلقین میت مفید نہیں اور محض استیناس کا فائدہ عمل کے مقابلہ میں معتد بہ نہیں جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے نیز استیناس تلقین پر موقوف نہیں بلکہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ سے بدون تلقین بھی استیناس ہوتا بلکہ مع شے زائد ای وصول الثواب فلا حاجة الی التلقین الذی هو ادون من ایصال الثواب (چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ سے مسلم نے روایت کی ہے ثم اقیموا حول قبری قدر ماینحر جزور و یقسم لحمها حتی استانس بکم، الحدیث وهو الموقوف فی حکم المرفوع) علاوہ ازیں یہاں کو حقیقت مستعمل ہے مگر متعذر ہے اور جب متعذر ہو تو بہر حال مجاز مراد ہوتا ہے اتفاقاً بین الامام وصاحبیہ اور جو اہل علم سماع موتی کا انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک تو تعذر ظاہر ہے اور جو اہل علم سماع موتی کے قائل ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کو تلقین موتی میں متعذر نہ مانیں گے مگر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی متعذر ہے کیونکہ وہ مطلق سماع کے قائل ہیں سماع مفید کا کوئی قائل نہیں ہے اور مقصود سماع مفید ہوتی ہے پس جب سماع مفید کا کوئی بھی قائل نہیں تو تلقین موتی میں حقیقی میت مراد لینا بالاتفاق متعذر ہے، فافہم۔

اور اگر اس روایت کو بطور اشکال لایا جاوے جس میں بعد الدفن کی تصریح ہے تو وہ اگر صحیح ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ روایت بالمعنی ہو اور یہ سب تفصیل صرف درجۂ توجیہ میں ہے ورنہ اصل مدار اس پر ہے کہ جب ظاہر روایت میں تلقین بعد الدفن کی نفی ہے جس کا مقتضا غیر مشروع یا کم از کم غیر مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے بعد ہم مقلدین کو اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں خصوصاً جبکہ اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور جس کو خلاف سمجھا گیا اس کا جواب موجود ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ہمارے اکابر کے نزدیک تلقین بعد الموت مشروع نہیں ہے ان کا ظاہر

روایت پر عمل ہے اور وہی قوی ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ تطبیق کیلئے دونوں وقتوں میں تلقین کو جائز کہا جاوے تو بہتر ہے کہ مزید نفع ہو تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مجاز و حقیقت کا جمع کرنا جائز نہیں کما تقرر فی الاصول اور عموم مجاز کی یہاں کوئی صورت نہیں ہے چنانچہ خود علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں ولیس یظھر معنی یعم الحقیقی والمجازی الخ اب ایک امر قابل غور اور رہا وہ یہ کہ اگر ظاہر الروایۃ کا محمل یہ قرار دیا جاوے کہ تلقین بعد الموت مسنون نہیں اور طبرانی وغیرہ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کو اباحت پر محمول کیا جاوے اور عجب نہیں کہ زیلعی سے شامی نے جو تین قول نقل کئے ہیں ان میں سے قول ثالث یعنی لا یؤمر به ولا ینھیٰ عنه کا یہی منشاء ہو سو بظاہر اس سے کوئی مانع نہیں لیکن اس زمانہ میں تلقین بعد الدفن روافض کا شعار ہے اس واسطے اس کی اجازت نہ دی جاوے گی اور اس کی نظیر فقہ میں موجود ہے کہ باوجود وارد فی الشرع ہونے کے منع کی علت شعار فرق ضالہ قرار دی ہے چنانچہ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے ویجعلہ (ای الخاتم) لبطن کفه فی یدہ الیسریٰ وقیل الیمنی الا انه شعار الروافض فیجب التحرز عنه قہستانی وغیرہ۔

فقط واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از تھانہ بھون مورخہ ۵/رجب ۱۳۵۰ھ

اقامت کے وقت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں

سوال: امام و مقتدی نماز سے پہلے اپنی جگہ پر صف میں بیٹھے رہیں اور مکبر اقامت میں حی علی الصلوۃ کہے تب امام و مقتدی کھڑے ہو جائیں اور نماز کی نیت کر لیں یہ مسئلہ مفتاح الجنۃ اردو مصنفہ جناب مولوی کرامت علی جونپوری مطبوعہ مطبع احمدی واقع شاہ باغ ص ۴۸،۴۹ میں تحریر ہے حالانکہ اس وقت تک محققین علماء کرام کا جو احناف میں سے ہیں اس پر عمل ہے کہ شروع اقامت کے وقت امام و مقتدی کھڑے ہو کر صفوف کو ترتیب دیتے ہیں اور کلمہ قد قامت الصلوۃ پر امام و مقتدی نماز کی نیت کرتے ہیں ایک امام مسجد جو علم عربی سے بالکل ناواقف ہیں اس مسئلہ کو کتاب مذکور میں دیکھ کر خود بھی اقامت شروع ہونے سے پہلے اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور مقتدیوں کو بھی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھنے کو مجبور کرتے ہیں اس سے فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے کیا کتب حنفیہ اور احادیث صحیحہ سے امام اور مقتدیوں کا اقامت کے وقت بیٹھا رہنا ثابت ہے اور اگر کتب حنفیہ اور احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے تو علماء احناف کا

عمل اس کے خلاف کیوں ہے؟ اور ہمیں کس مسئلہ پر عمل کرنا چاہئے؟ جواب بدلائل مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب: شروع اقامت سے کھڑے ہوجانے کا جو معمول ہے وہی بہتر ہے اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں اور یہ مسئلہ جو مفتاح الجنۃ میں ہے کتب فقہ میں بھی اس کی اصل مذکور ہے لیکن اول تو فقہانے اس میں تفصیل لکھی ہے نامعلوم مفتاح الجنۃ میں وہ تفصیل بھی لی ہے یا نہیں تفصیل یہ ہے کہ اگر امام وقت جماعت سے پیشتر ہی مصلے کے قریب بیٹھا ہوا ہے تب تو حی علی الفلاح (بعض حی علی الصلوۃ لکھتے ہیں واللہ اعلم) کہتے ہی سب کھڑے ہوجائیں اور اگر امام جماعت کے وقت پر خارج مسجد سے آیا ہے تو جس صف سے گذرتا جاوے وہ صف کھڑی ہوتی جاوے اور اگر امام صفوف کے سامنے سے داخل ہوا ہو (مثلاً حجرہ میں دریچہ ہو امام اس دریچہ سے آوے) تو سب صفوف امام کو دیکھتے ہی کھڑی ہوجاویں یہ تین صورتیں تو درمختار، عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہیں اور ایک چوتھی صورت یہ ہے کہ امام مسجد میں تو پہلے سے موجود ہے لیکن محراب سے فاصلہ پر ہے سو اس صورت کا حکم بھی تفصیل بالا سے معلوم ہوگیا کہ جن صفوف سے امام آگے ہے وہ صفیں امام کے اٹھتے ہی سب کھڑی ہوجاویں اور جو صفوف امام سے آگے بیٹھی ہیں ان میں جس صف سے امام بڑھتا جاوے وہ کھڑی ہوتی جاوے اسی چوتھی صورت کو علامہ شامیؒ نے درمختار ہی کی عبارت سے مستنبط فرمایا ہے درمختار کی عبارت یہ ہے: (والقیام) لامام ومؤتم (حین قیل حی علی الفلاح ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتهی الیه الامام علی الاظهر) وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرهم علیه۔ اور شامی نے والافیقوم کے تحت میں لکھا ہے: ای وان لم یکن الامام بقرب المحراب بان کان فی موضع آخر من المسجد او خارجه ودخل من خلف (ص۵۰۰ ج۱) اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ہر حال میں نہیں ہے بلکہ چار صورتوں میں سے صرف ایک صورت میں ہے و نیز یہ کسی نے نہیں کہا کہ امام صاحب ضرور رخواہ مخواہ جا کر بیٹھا کریں بلکہ اس مسئلہ کا منشاء صرف یہ ہے کہ اگر اتفاقاً پیشتر سے امام محراب کے قریب بیٹھا ہو تو یہ حکم ہے پس ان امام صاحب نے اس کا اہتمام جو شروع کیا ہے یہ ان کی زیادتی ہے ایسا اہتمام ہرگز نہ چاہئے دوسرے یہ کہ یہ سب آداب میں سے ہیں اور ادب وہ ہے جو اکمال سنت کے واسطے مشروع ہوا ہو اور اس کے ترک پر ملامت وعتاب نہیں ہوسکتا اگر کوئی کرے تو بہتر ہے ورنہ کچھ حرج نہیں کما صرح به فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقهیة پس مقتدیوں

کو مجبور کرنا بالکل بے جا ہے تیسرے یہ بات غور طلب ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کا جو آداب میں شمار کیا ہے تو اس کا مد مقابل کیا ہے عام طور پر لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حی علی الفلاح سے پہلے کھڑا ہونا خلاف اولیٰ ہے (مؤلف مفتاح الجنۃ نے یہی سمجھ کر اپنی طرف سے بڑھا دیا کہ امام ومقتدی سب اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں ورنہ کتب فقہ میں اس جملہ کا کہیں پتہ نہیں) حالانکہ یہ بھی تو کہا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد بیٹھا رہنا خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اقامت کے بعد فوراً نماز شروع کر دینا مستحب ہے اس واسطے اس کے ختم ہونے سے پیشتر کھڑا ہونا آداب میں رکھا گیا تا کہ اس سنت مستحبہ کی تکمیل ہو جاوے پس اس بنا پر اگر اقامت کے شروع ہی سے کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا اور یہ جو احقر نے کہا ہے کہ قیام عند الحیعلۃ کو اولیٰ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پیشتر قیام خلاف اولیٰ ہو بلکہ حیعلہ کے بعد جلوس کو خلاف اولیٰ کہنا چاہئے اس کی طرف مراقی الفلاح کے قول میں اشارہ ہے کیونکہ اس میں یہ دلیل لکھی ہے لانہ امر بہ فیجاب اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود امر کی طرف مبادرت ہے کما صرح بہ الطحطاوی بقولہ فیبادر الیھا بالقیام اور ظاہر ہے کہ مبادرت کا مقابل دیر لگانا ہے بعد امر کے نہ کہ امر سے قبل مستعد ہونا پس واضح ہوگیا کہ ہمارا معمول ہرگز خلاف اولیٰ نہیں ہے بلکہ ہم بدرجہ اولیٰ اس کے حکم مبادرت الی القیام پر عامل ہیں ونیز جتنا جلدی کھڑے ہوں گے اسی قدر راہتمام ہوگا تسویہ صفوف کا پس اس کی کوئی وجہ نہیں کہ قیام قبل الحیعلہ کو خلاف اولیٰ کہا جاوے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شرح مراقی الفلاح میں تصریح ہے ہو اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائماً فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفھم منہ کراھۃ القیام ابتدأ الاقامۃ والناس عنہ غافلون سو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ جزئیہ اگر تسلیم کیا جاوے تو مخصوص ہوگا اس صورت کے ساتھ جبکہ امام اور قوم بیٹھی ہو کہ اس وقت آنے والے کو سب کی موافقت کرنی چاہئے خلاف کرنا کراہت سے خالی نہیں پس یفھم منہ سے جو تصریح کی گئی ہے وہ مخدوش ہے ھذا ما عندی واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

اور دوسرا جزء جو سوال میں ضمناً مذکور ہے کہ کلمہ قد قامت الصلوٰۃ پر امام ومقتدی نماز کی نیت کرتے ہیں ہمارے اکابر کا اس پر بھی عمل نہیں ہے بلکہ اقامت پوری ہونے کے بعد نماز شروع کرتے ہیں اور اسی کو بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ اس طرح مؤذن تکبیر تحریمہ میں شامل ہو جاتا ہے اور اقامت کا جواب

دینا جو مستحب ہے اس کا بھی موقع امام اور مقتدی سب کو ملتا ہے اور طحطاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے لانہ قال تحت قول الشرنبلالیۃ(و) من الادب (شروع الامام) الی احرامہ(مذقیل) ای عند قول المقیم(قد قامت الصلوٰۃ) عند هما وقال ابو یوسف یشرع اذافرغ من الاقامۃ الخ ای بدون فصل وبہ قالت الآئمۃ الثلاثۃ وهو اعدل المذاهب شرح المجمع وهوالاصح قهستانی عن الخلاصۃ وهو الحق نهر(ص۱۶۲)

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ

۲۸ جمادی الثانی ۱۵ھ

جس نے عشاء کی نماز تنہا ادا کی ہو وتر جماعت سے ادا کرے یا تنہا

سوال: کل بعد عشاء و تراویح مسئلہ بیان کیا گیا کہ جس شخص نے فرض نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھی ہو (یعنی منفرداً پڑھی ہو) وہ وتر بھی منفرداً پڑھے اور جماعت کی شرکت سلام سے پہلے امام سے مشارکت ہو جانے سے ثابت ہو جاوے گی اس کے بعد بعض لوگوں نے بیان کیا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگر چہ جماعت سے فرض عشاء نہ پڑھے ہوں تب بھی جماعت وتر میں شامل ہو اور وتر جماعت سے ادا کرے اس کے بعد بہشتی زیور دیکھا گیا تو اس میں اس کے حصہ بہشتی گوہر میں مسئلہ بعبارت ذیل درج ہے:

تراویح کا بیان، مسئلہ نمبر ۵: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جاویں تو ان کو بعد وتر پڑھنے کے پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے (شامی ص ۴۷۲ ج اکمل و مدلل بہشتی گوہر ص ۴۰) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ منفرداً فرض عشاء پڑھنے پر بھی وتر جماعت سے پڑھے بہشتی زیور میں حوالہ مذکور شامی مطبوعہ سنہ ۱۳۹۳ھ سے ہے مگر یہاں وہ شامی نہیں بلکہ مطبوع مصر ہے اس میں جب (مبحث صلوٰۃ التراویح ص ۵۲۳،۵۲۴) میں دیکھا گیا تو مندرجہ ذیل عبارت ملی(ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلو التراویح جماعۃ)لانها تبع فمصلیہ وحدہ یصلیها معہ درمختار(قولہ لانها تبع) ای لان جماعتها تبع لجماعۃ الفرض فانها

لم تقم الالجماعة الفرض فلو اقيمت بجماعة الفرض و كان رجل قد صلى الفرض وحده فله ان يصليها مع ذالك الامام لان جماعتهم مشروعة فله الدخول فيها معهم لعدم المحذورهذا ماظهر لى فى وجهه وبه ظهر ان التعليل المذكور لايشمل المصلى وحده وظهره صحة التفريع بقوله فمصليه وحده الخ فافهم (شامی ص۶۶۳ ج۱)

عبارت محررہ سے معلوم ہوا کہ اگر فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں تب بھی جماعت میں شرکت کرے جیسا کہ خط کشیدہ عبارت اس کو واضح کر رہی ہے۔ اب آگے یہ عبارت ہے (ولو لم يصلها) اى التراويح (بالامام) اوصلاها مع غيره (له ان يصلى الوتر معه) درمختار (وقوله لولم يصلها الخ) ذكر هذاالفرع والذى قبله فى البحر عن القنية وكذافى متن الدرولكن فى التتار خانية عن الثقة انه سئل على بن احمد عمن صلى الفرض والتراويح وحده او التراويح فقط هل يصلى الوتر مع الامام فقال لااه ثم رائيت القهستانى ذكر تصحيح ماذكره المصنف ثم قال لكنه اذا لم يصل الفرض معه لايتبعه فى الوتراه فقوله ولولم يصلها اى وقد صلى الفرض معه لكن ينبغى ان يكون قول القهستانى معه احتراز عن صلاتها منفرداً امالو صلاها جماعةمع غيره ثم صلى الوتر معه لاكراهة تامل (ص۶۶۳ ج۱ شامی)

اس عبارت مسطورہ سے صاف صاف واضح ہے کہ تراویح چاہے منفرداً پڑھی ہو چاہے اس امام (جس کے پیچھے وتر پڑھنا ہے) کے سوادوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہو وتر اس امام کے پیچھے پڑھے ہوں اگر فرض عشاء منفرداً پڑھے ہوں تو البتہ وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے یعنی جماعت سے نہ پڑھے باقی رہا یہ کہ بقى لوتركها الكل يصلون الوتر الخ درمختار (قوله بقى الخ) الذى يظهر ان جماعة الوتر الخ (شامی ص۶۶۳ ج۱) اس کو اس جزئیہ سے تعلق نہیں۔

اب معروض یہ ہے کہ اگر اس وضاحت میں بھی احقر سے غلط فہمی ہوئی ہے اور مسئلہ اس طرح صحیح ہے جس طرح بہشتی گوہر (بحوالہ مذکورہ) میں ہے کہ اگر نماز عشاء منفرداً پڑھی تب بھی وتر جماعت سے پڑھے تو نہایت ادب سے عرض ہے کہ اس کی تصریح اور وضاحت فرمادی جاوے کہ احقر کیلئے شرح صدر کا باعث ہو اور اس سے رجوع کر کے مصلیوں کو مسئلہ سنا دیا جائے یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے محض رفع

اشتباہ اور تحقیق حق کیلئے ہے نہ حضور والا کے انتباہ کیلئے پس سوال یہ ہے اگر فرض عشاء اور تراویح دونوں گھر پڑھے ہوں یا اکیلئے کہیں اور پڑھے ہوں اور وہ شخص ایسی جگہ (مسجد یا کسی اور مقام پر) حاضر ہوا کہ وہاں وتر جماعت سے شروع ہوئی تو یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے یا نہیں؟

الجواب: شامی ص ۴۷۷ ج ۱ مطبوعہ سندھ میں اس مسئلہ کا جزو اول یعنی ''ان کو بعد وتر پڑھے'' تک ہے اور جزو دوم یعنی ''یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے'' اس جگہ اس کا ذکر نہیں بلکہ اس کا ذکر اسی عبارت میں ہے جو سوال میں درج ہے اور مطبوعہ سندھ کے ص ۷۴۱ پر درج ہے مگر شامی میں صفحہ مذکور پر جو عبارت مندرجہ فی السوال ہے اس سے بہشتی گوہر کی تائید نہیں ہو سکتی ولو لم یصلہا الخ کا خلاف ہونا تو ظاہر ہے ہی لیکن لانہ تبع فمصلیہ الخ سے بھی تائید نہیں ہوتی کیونکہ اس سے فاقد الفرض کیلئے جماعت تراویح میں جواز شرکت ثابت ہوتی ہے نہ کہ جماعت وتر میں کما یظہر بادنی التامل پس سائل کا استدلال صحیح ہے یعنی جواز شرکت فی الوتر صحیح نہ ہوا اب رہی یہ بات کہ جواز شرکت کہاں سے ثابت ہے؟ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ فتاویٰ عبدالحئیؒ میں بعد نقل روایات عدم جواز لکھا ہے لیکن کدامی وجہ قوی معتد بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم میشود۔ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحئی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

بعد ازاں مولوی محمد نعیم صاحب کی تصدیق اس طرح درج ہے: فی غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی واذا لم یصل الفرض مع الامام معن عن الائمۃ الکرابلسی انہ لایتبعہ فی الوتر ولافی التراویح وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لا یتابعہ فی الوتر وقال ابو یوسف اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا لم یدرک شیئاً وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ وھو الصحیح ذکرہ ابو اللیث اہ وفی مختصرہ (ای الصغیری) واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لایتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذالک کلھا۔

واللہ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب

کتبہ ابوالاحیا محمد نعیم عفی عنہ ذنبہ العظیم

اب ایک خلجان اور باقی رہا وہ یہ کہ پھر بہشتی گوہر میں اس کو درمختار کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟ جس میں بجائے موافقت کے مخالفت موجود ہے سو اصل واقعہ بعد کاوش بسیار یوں معلوم ہوا کہ علم الفقہ جو اصل ماخذ ہے گوہر کا اس میں جزو اول کا حوالہ درمختار میں موجود ہے اور گوہر میں جزو دوم کا اضافہ کر کے صغیری کا حوالہ بڑھا دیا گیا تھا جو مطبوعہ قدیم میں موجود ہے اور تکمیل مدلل میں صغیری کا نام غلطی کاتب کے باعث رہ گیا واللہ اعلم۔ کتبہ عبدالکریم عفی عنہ ۲۰ رمضان ۴۸ھ

عشرہ اخیرہ کامل کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے

سوال: زید کہتا ہے اعتکاف رمضان المبارک عشرہ اخیرہ کامل کا سنت مؤکدہ ہے اس سے کم مدت میں سنت ادا نہ ہوگی، حوالہ مولانا عبدالحی صاحب کے رسالہ ''الانصاف فی حکم الاعتکاف'' کا دیتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ کامل دس روز شرط نہیں بلکہ اقل عشرہ سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، اپنے قول کے ثبوت میں خلاصۃ الفتاویٰ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے قال القاضی الامام الاعتکاف فی المسجد الجامع افضل اذا کان یصلّی فیہ الصّلوات الخمس بالجماعۃ،امّا اذا لم یکن فالاعتکاف فی مسجدہ افضل کیلا یحتاج الی الخروج عن معتکفہ،فان اراد ان یَعتکف اقلّ من سبعۃ ایّام یعتکف فی مسجد حیّہ،وان اراد ان یَعتکف فی الجامع الخ۔

نیز مولانا بحرالعلوم کے رسائل الارکان کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف مذکور سنت مؤکدہ نہیں بلکہ مندوب محض ہے جس پر ان کی یہ عبارت شاہد ہے واعلم انّہ لا شکّ فی مواظبۃ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم علی اعتکاف العشرالاواخرمن شھررمضان، لٰکن قد ثبت من الصّحابۃ العظام ترک الاعتکاف،ومنھم الخلفاء الرّاشدون فللاعتکاف نوع اختصاص بہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وھوانّہ یلقی جبرئیل فیدارسہ القران ومدارسۃ القران جبرئیل کانت مختصّۃ بہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فلھذا کان للاعتکاف اختصاصا بہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم،فتارک الاعتکاف من الامّۃ لایلحقھم الاساءۃ،ولذا کان صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لایؤکّد فی الاعتکاف تاکیدہ فی غیرہ من السّنن ولا یعیب واحدا مَن

الصحابة علی ترك الاعتكاف ،فالاعتكاف اما سنته مختصة به صلی اللّٰہعلیه وسلّم غیرمؤکدة علی الامة بل بقی فی حقهم مثل السنن الغیرالمؤکدة اوکان واجبا علیه صلی اللّٰہعلیه وسلم مختصا ففعله لامتثال الوجوب ، فلایکون علی الامة سنّة بل مندوبا محضا وهذا غیربعید الخ۔

حضوروالا کے نزدیک اقوال مذکورہ میں سے کونسا قول راجح ہے؟

الجواب: صحیح یہی ہے کہ تمام عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے مگر علی الکفایہ جیسا کہ مراقی الفلاح، عالمگیریہ، شامی وغیرہ میں ہے،اور خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت مندرجہ سوال سے عمرو کا مقصود کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا ہے،اس عبارت کو مقصود عمرو سے کوئی تعلق نہیں ہے،اس عبارت کا تو محض یہ منشا ہے کہ اگر سات یوم سے کم کا اعتکاف کرے (اور ان ایام میں جمعہ نہ واقع ہوتا ہو کما ہو الظاہر) تب تو مسجد محلّہ میں اعتکاف افضل ہے اور اگر سات روز یا اس سے زائد کا اعتکاف کرنا ہو (یا سات روز سے کم کا اعتکاف ہو مگر ان ایام میں جمعہ واقع ہوتا ہو) تو جامع مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے کیونکہ اس صورت میں مسجد محلّہ سے جمعہ کیلئے جانا پڑے گا اور معتکف سے نکلنا خلاف اولیٰ ہے،اس عبارت میں اس کا ذکر بالکل نہیں کہ کتنے دن کا اعتکاف سنت ہے،اس سے یہ کیسے سمجھ لیا کہ سات روز سے کم کا اعتکاف کرنے سے سنت ادا ہوجاوے گی۔

اور رسائل الارکان کی تقریر کا جواب شامی نے عنایہ سے نقل کیا ہے کہ مواظبت بلا تاکید سے بھی سنت ثابت ہوجاتی ہے،اور اگر مواظبت مع الانکار علی التارک ہو تب تو اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے (ص ۳۰۸ ج ۲) اور جب سنت کفایہ کہا جاوے تو یہ اعتراض بالکل ہی عائد نہیں ہوسکتا کیونکہ نہ ایسا ہوا کہ کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا ہو نہ تاکید کی نوبت آئی۔ واللّٰہ اعلم بالصواب

احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۱/ جمادی الاولیٰ ۴۸ھ

للّٰہ درّ المجیب فقد اوتی من الفقه اوفر نصیب

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۱/ ج ۱/ ۴۸ھ

(امداد الاحکام ص ۱۴۶ تا ۱۴۸ ج ۲)

ایصال ثواب کیلئے تلاوت قرآن پر اجرت لینا حرام ہے

سوال: صفات مروجہ لایصال ثواب جائز ہے یا نہیں، بر تقدیر ثانی مجوزین عالمگیری کی سند پیش کرتے ہیں کہ کتاب الاجارہ میں جواز لکھا ہے کومولانا عبدالحئی صاحب اپنے فتاویٰ میں عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، لیکن عمدۃ الرعایۃ میں حاشیہ متعلقہ باب المہر میں نقل کرتے ہیں: اشبہ ذالك مالو استأجر شخص لقرائة القرآن ونحوه فأتى به على قصد كونه للمستاجر وقد صرحوا منه بان ثوابه للمستأجر، برائے عنایت میرے تردد کو رفع فرمائیے نیز صورت مسؤلہ ولاتشتروا الآیة کی تحت داخل ہے یا نہیں۔

الجواب: قرأۃ قرآن عندالقبر اور اس پر اجرت کو عالمگیریہ وجوہرہ میں اگر چہ جائز لکھا ہے جبکہ مدت متعین کر کے معاملہ کیا جاوے لیکن عالمگیریہ وغیرہ کے اس فتویٰ کی علامہ شامی نے تردید وتغلیط کی ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ قرأۃ قرآن پر اجرت لینا حرام ہے، لكونه استيجاراً للطاعة وهو لايجوز واستثناء التعليم والاذان والامامة للضرورة ولاضرورة فيه (صرح به فی ردالمختار ج ۵/۵۲/۵۳) کتبہ احقر عبدالکریم عفااللہ عنہ ۸/ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

الجواب صحیح

ظفر احمد عفااللہ عنہ ۸/ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

(امدادالاحکام ص ۵۵۷ ج ۳)

مولانا عبدالصبور ترمذی مدظلہ

تبلیغی خدمات اور انسداد فتنہ ارتداد

۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء میں آگرہ سے ارتداد کی خبر پہنچی کہ وہاں آریہ کوشش کر کے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر رہے ہیں حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے حضرت مفتی صاحب کو وہاں بغرض تبلیغ جانے کی اجازت فرمائی حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کام کیلئے مولانا عبدالمجید بچھرانوی مناسب معلوم ہوتے ہیں حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اس اختلاف رائے کا فیصلہ مولوی ظفر احمد صاحب کے سپرد ہونا چاہئے مفتی صاحب نے عرض کیا کہ میرے خیال ناقص کی آپ کے سامنے حقیقت ہی کیا ہے جو فیصلہ کی ضرورت ہو لیکن حضرت نے فرمایا کہ یہی مناسب ہے اس میں برکت ہوگی مولانا ظفر احمد صاحب اس وقت کتب خانہ میں تھے ان کو حضرت نے آواز دی اور فرمایا کہ میں اس کو بھیجنا چاہتا ہوں اور اس کے خیال میں مولوی عبدالمجید کو بھیجنا مناسب ہے اور ہر دو رائیوں کی وجہ بھی بیان کر دی مولانا ظفر احمد صاحب نے فرمایا کہ میرے خیال میں دونوں کو بھیجنا مناسب ہے اس میں ہر دو وجہ کی رعایت بھی ہوجائے گی نیز ایسے موقع پر تنہا سفر بھی دشوار ہے حضرت اقدس نے نہایت بشاشت سے فرمایا کہ بہتر اور مسکرا کر حضرت مفتی صاحب سے فرمایا کہ ''دونوں جیت گئے''۔

حضرت تھانویؒ نے مناسب نصائح وہدایات ومزید دعوات کے بعد حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبدالمجید صاحب کو رخصت فرمایا اور ان اطراف میں پورے دو سال تک دونوں حضرات نے نہایت اہتمام کے ساتھ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رحمہ اللہ بارہ سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

تبلیغ کے ساتھ تعلق خاطر

اسی دوران حضرت مفتی صاحب کے ایک دوست نے آپ کو حج کیلئے اپنے ہمراہ لے جانا چاہا آپ کو حج کا بے حد شوق تھا خوش ہوکر حضرت اقدس سے اجازت طلب کی ارشاد فرمایا جس کام میں یہاں مشغولیت ہے وہ حج نفل سے مقدم اور افضل ہے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ مسعود بک نے فرمایا ہے:

؎ اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید   معشوق دریں جاست بیائید بیائید

حضرت والا کے حوصلہ افزا کلمات اور مولانا محمد الیاس صاحب کی معیت

تبلیغی سلسلہ میں حضرت والا زبانی ارشادات اور خطوط میں بھی نہایت مفید ہدایات فرماتے رہتے تھے نیز دعاؤں کے ساتھ حوصلہ افزائی کے کلمات بھی ہوتے تھے چنانچہ ذیل میں چند والا ناموں کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) السلام علیکم ......حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں اور مجھ کو اس سے پہلے بھی آپ جیسے مخلصوں کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس صاحب کا ساتھ ہو جانا یقین کامیابی دلاتا ہے علم غیب تو حق تعالی کو ہے مگر قلب شہادت دیتا ہے کہ ان شاءاللہ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا۔ بخدمت مولوی صاحب سلام مسنون۔

(۲) السلام علیکم ......آپ کا خط پہنچا کاشف تفصیل حالت ہوا بہت کچھ امیدیں بڑھیں میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ ان شاءاللہ آپ کی جماعت اس بارے میں جس قدر مفید ہوگی شاید دوسری بڑی بڑی جماعتیں اس درجہ مفید نہ ہوں بناء علی ماقال الرومی ۔

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود — ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

کان اللہ معکم و من معکم۔ جمعہ ۲۴/رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

ایک والا نامہ میں ایسے ہی مضمون کے بعد تحریر فرمایا: ۔

در سفالیں کاسہ رندان بخواری منگرید — کیں حریفاں خدمت جام جہاں بیں کردہ اند

تقریباً ڈیڑھ سال بعد ایک جماعت نے تمام تبلیغی علاقہ یعنی ۲۹ ضلعوں کا مفصل حال لکھ کر شائع کیا اور اس روئیداد میں اس کی تصریح بھی تھی کہ ضلع گڑگانواں کی تحصیل پلول جہاں حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبدالمجید کار تبلیغ انجام دیتے تھے فتنہ ارتداد روکنے کیلئے اول نمبر کامیاب رہے تب معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ کی یہ بشارت اور پیش گوئی خدا کے فضل سے بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

اجرائے مکاتب

اس اہتمام تبلیغ کے علاوہ اسی تبلیغی علاقہ میں دینی مکاتب بھی قائم کئے گئے جن کی مالی امداد میں حضرت تھانوی قدس سرہ نے کافی حصہ لیا حضرت مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تقریباً سو مکاتب ایسے ہیں جن کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے جو اس علاقہ تبلیغ میں جاری کئے گئے تھے۔ جن میں سے ۴۱

مدارس کی فہرست ''ماہنامہ النور تھانہ بھون'' میں طبع ہو چکی ہے۔

مکاتیب بسلسلہ کارگزاری شعبہ تبلیغ

بنام حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

اس جدوجہد کی پوری تفصیل اور اس علاقہ کے حالات اور رفتار کار سے آگاہ کرنے کیلئے تقریباً ہر ماہ ایک مکتوب یہ حضرات حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں تھانہ بھون ارسال کرتے رہے جس میں پوری کارگزاری بیان کی جاتی تھی، یہ خطوط ہر ماہ ماہنامہ ''النور'' میں شائع کیے جاتے اور مسلمانوں کو بھی وہاں کے حالات سے مطلع کیا جاتا، اکثر خطوط حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ برادر مکرم و معظم مفتی سید عبدالقدوس ترمذی حفظہ اللہ نے یہ سب خطوط ''تذکرۃ الکریم'' میں درج کر دیئے ہیں، ان میں سے بعض خطوط یہاں نقل کیے جارہے ہیں تاکہ قارئین ''الحقانیہ'' کو بھی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس خدمت عظیم کا کسی قدر اندازہ ہو سکے۔

(۱) بملاحظہ......دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کمترینان بروز دوشنبہ ۲۱ر شعبان ۱۴ھ کو مولوی محمد الیاس صاحب کاندھلوی کے ہمراہ کوڑ گانواں کے راستہ سے فیروز پور پہنچے اور چند مواضع میں بھی جانا ہوا، دیہات میں صوم وصلوۃ سے ناواقف ہیں ان کو نماز کی طرف توجہ دلائی اور سلسلہ تعلیم کا قائم کرنے کو کہا گیا اور بعض جگہ امام رکھنے کا اور اس سے بچوں کو نماز وغیرہ سکھانے کا وعدہ لیا ہے، بقدر ضرورت وہاں کے لوگ امام کی خدمت کر سکتے ہیں، دعا فرماویں کہ امام مقرر ہو جاویں مولوی محمد الیاس صاحب کوشش کر رہے ہیں۔

دیہات میں عموماً شکل وصورت ہنود کی سی ہے، کان ہاتھ وغیرہ میں زیور، دھوتی باندھنا، دیوالی وغیرہ تہواروں میں ہنود کی شرکت کرنا یا مشابہت کرنا، ان باتوں سے ان کو روکا گیا۔ نام بھی ہندوانہ ہیں جیسے ہری سنگھ وغیرہ، بعض کے نام بدل دیئے ہیں، امید ہے کہ مکتب قائم ہونے سے اصلاح ہو جائے گی، اور جن مواضع میں نماز وغیرہ کی پابندی ہے ان کو دیگر امور کی تاکید کی جاتی ہے، سود لینے دینے سے کوئی خالی نہیں، دس پندرہ آدمیوں نے سود سے توبہ کی، دو ایک آدمیوں نے شراب سے، بیس پچیس بچوں کا زیور نکالا گیا۔

دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماویں اور ہمارے لئے بھی نافع کرے، ان دیہات

میں غالباً بیس یوم تک رہنا ہوگا ،بعدازاں آگرہ جاویں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، پھر حالات عرض کئے جائیں گے۔ والسلام

احقر عبدالکریم گمتھلوی ومولوی عبدالمجید بچھرایونی ازفیروزپور جھرکہ ضلع گڑگانواں

مولوی محمد الیاس صاحب السلام علیکم کہتے ہیں، وہ بھی ہمارے ساتھ ہیں ،بعض ان لوگوں کو جو پیشتر سے دیگر فرائض کے پابند ہیں مسئلۂ توریث بنات بھی پہنچایا، دو ایک نے پختہ ارادہ کیا ہے، فرائض نکال دیئے ہیں۔ فقط

۲۵ر شعبان یوم جمعہ ۱۳۴۱ھ

(۲) سیدی ومرشدی حضرت مولانا صاحب مد فیوضکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ

گزارش آنکہ آنحضرت صحت وری مزاج وہاج اور مع الخیر وطن پہنچنے سے آگاہ فرماویں ۔احقر پرسوں ۲۶ر شوال ۱۳۴۱ھ کی شام کو پلول پہنچا، اس علاقہ میں آریہ قسم قسم کی خفیہ وعلانیہ کوشش کر رہے ہیں اور مسلمان ضرورت سے بہت کم کام کر رہے ہیں اور وہ بھی غیر منظم اور نا اتفاقی مزید برآں ہے، لیکن بفضلہ تعالیٰ کامیابی میں مسلمانوں کا زیادہ حصہ ہے۔

موضع پالڑی اور اعتماد پور جو آریہ ہو چکے تھے وہ مسلمان ہونے کی طرف راغب ہیں، کھانا پینا مسلمانوں کے ساتھ شروع کر دیا ہے مگر اب تک وہ براہ راست مبلغوں سے کلام وملاقات نہیں کرتے ،ان کی برادری ان کو سمجھاتی ہے اور برادری سے مبلغ گفتگو کرتے ہیں، دعا فرمائیں۔

اور کمترین کے واسطے بھی دعائے خیر فرماویں۔ والسلام

خاکسار عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ از پلول جامع مسجد ضلع گڑگانواں

۲۸ر شوال ۱۳۴۱ھ پنجشنبہ

(۳) بجناب فیض مآب سیدی مرشدی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس نواح میں ہنود ہر طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں ،بعض جگہ مسجد شہید کر دی ہے بعض جگہ مساجد کی بے حرمتی کرتے ہیں، کہیں بائیکاٹ کر رہے ہیں بعض جگہ لڑائی کر کے سخت

نقصان مالی و جانی مسلمانوں کو پہنچا رہے ہیں، دیہات کے علاوہ خاص پلول میں چند مرتبہ فساد پر آمادہ ہو چکے ہیں، قسم قسم کی بے بنیاد شکایتیں حکام سے کرتے رہتے ہیں، اس قصبہ کے کل حکام تقریباً ہندو ہیں، تین روز سے بھنگیوں نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے جس سے سخت تکلیف ہو رہی ہے، دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ مصائب و تکالیف سے محفوظ رکھیں اور کفار پر غالب کریں۔

اس تحصیل میں اب آریوں کی کامیابی بالکل رک گئی ہے و الحمد للّٰہ علی ذٰلك، اور موضع دیکھوٹ کے باشندے کہتے ہیں کہ بھڈو کی کی پنچایت سے پیشتر ہم کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے (یہ موضع اسی تحصیل میں ہے وہاں ہنود کی پنچایت آخر ربیع الاول یا شروع ربیع الآخر میں ہوگی)

حضرت والا دعا فرماویں کہ وہ لوگ ارتداد سے محفوظ رہ کر احکام اسلام کے پابند ہو جاویں، اور نچاری و کمرادلی میں آریوں کی شرارت تو ان شاء اللہ تعالیٰ نہ پھیلے گی، ابھی تحصیل ہذا میں اصلاح مسلمین کی تو بہت کچھ ضرورت ہے لیکن ارتداد سے کافی حفاظت ہو گئی ہے اور پندرہ مکتب جاری ہیں۔

مولوی احمد سعید صاحب دہلوی نے ضلع بلند شہر میں انسداد ارتداد کی زیادہ ضرورت ظاہر کر کے ہم دونوں کو وہاں جانے کیلئے فرمایا ہے، احقر بھی وہاں گیا تھا واقعی اب تک وہاں کافی انتظام نہیں ہوا، فی الحال چند یوم کیلئے مولوی عبد المجید صاحب وہاں تشریف لے گئے ہیں اور عنقریب نوح وغیرہ آ جاویں گے، خاکسار بھی نوح ان کے ہمراہ جاوے گا، وہاں چند روز کا کام ہے بعد فراغ ان شاء اللہ مستقل کام ضلع بلند شہر میں کرنے کا ارادہ ہے، دعائے کامیابی فرماتے رہیں۔

۱۲ محرم ۱۳۴۲ھ کو ایک اور مدرسہ موضع جنولہ تحصیل پلول سے فرقہ مرزائیہ کا بند ہو چکا ہے اور جمعیۃ العلماء کا جاری ہو گیا ہے، تحصیل ہذا میں اب فقط پاتلی میں اس گروہ کا مدرسہ ہے، عنقریب وہاں سے بھی نکلنے کی امید ہے، دعا فرماویں۔

کمترین عبد الکریم گمتھلوی عفا اللہ عنہ از پلول ضلع گڑگانوہ جامع مسجد

۱۸ محرم ۱۳۴۲ھ

(۴) بجناب فیض مآب سیدی و مرشدی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش عالی خدمت فیض درجت آنکہ احقر فیروز پور جھرکا سے چودھڑیا پاس اسکن وغیرہ

آٹھ دس گاؤں میں ہوتا ہوا براستہ الور، ریواڑی کیم صفر کو دہلی پہنچا، جن لوگوں کی اصلاح کی غرض سے دیہات مذکورہ میں گیا تھا یعنی لال واس کے سادھوں کی اصلاح بہت دشوار ہے، فی الحال ان کے قرب وجوار میں چند مکتب قائم ہونے کی ضرورت ہے کہ علاقہ میں ان سادھوں کا اثر ترقی نہ کرے، کیونکہ وہ اپنے سلسلہ کو بڑھانا چاہتے ہیں (اس گروہ کی مختصر حالت یہ ہے کہ دفن، نکاح وغیرہ اسلامی علامات ہونے کے باوجود مساجد قدیمہ میں دنیوی کام مثلاً کھانے پکانے وغیرہ کے کرتے ہیں، دخول سلسلہ کیلئے کالا منہ کر کے گدھے پر سوار کر کے پھرانے کا دستور ہے، اپنے زعم باطل میں اپنے کو صوفی خیال کرتے ہیں، ہندوؤں کو بھی چیلہ بناتے ہیں، نماز نہیں پڑھتے وغیرہ وغیرہ) اور قرب وجوار میں مکتب قائم ہونے سے آریہ سے وہ سادھو بھی محفوظ رہیں گے۔ فدوی عبدالکریم گمتھلوی از راجپورہ

۲ر صفر ۴۲ھ

(۵) مخدوم ومکرم مطاع معظم سیدی ومرشدی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ

گزارش خدمت فیض درجت آنکہ ایک قصبہ کھنہ ضلع لدھیانہ میں ہے، وہاں ایک شیخ آریہ ہو چکا اور بہت زیادہ تعداد پر آریوں کا اثر ہے، کل ایک شخص احقر کو بلانے کے واسطے اڈون پہنچا، باوجود ضعف شدید وہاں جا رہا ہوں دعائے کامیابی کا محتاج ہوں۔ فدوی عبدالکریم گمتھلوی

از مسجد اسٹیشن راجپورہ ریاست پٹیالہ

۱۵ر صفر ۱۳۴۲ھ

(۶) سیدی ومرشدی جناب فیض مآب حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کھنہ لدھیانہ سرہند سے رات واپس آیا ہوں، جمعیت دہلی نے لکھا تھا کہ مدرسہ کھنہ میں دفتر لدھیانہ سے جاری کر دینا چاہیے، لدھیانہ والوں نے سرہند وکھنہ میں دو مدرسہ منظور کر لئے، مدرس ملنے پر جاری ہو جاویں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، حضرت والا دعا فرماویں، دونوں مذکورہ جگہ آریوں کی بہت کوشش ہو رہی ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ کیم یا دوم ربیع الاول کو بھٹنڈا جاؤں گا، وہاں سے براستہ ریواڑی ضرورت

کے موقعہ پر علاقہ ارتداد میں جانے کا ارادہ ہے، جملہ مقاصد میں کامیابی کی دعا فرماویں۔

والسلام احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ ۲۴ صفر ۱۳۴۲ھ

(۷) بشرف ملاحظہ عالی جناب فیض مآب سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا صاحب مدفیوضکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش خدمت والادرجت آنکہ موضع مائی نگلہ وللواڑی ونگلہ وروڑا تحصیل پلول میں جو مرتد ہوگئے تھے وہ اب اسلام لانے پر آمادہ ہیں اور مسلم گوتروں سے شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں، ۲۵/ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ بروز سہ شنبہ اس غرض سے مسلم گوتروں کی پنچائت موضع پنگوڑ میں ہوگی، دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ ان کو دولت اسلام عطا فرماوے اور سب کو اسلام پر قائم رکھے۔

موضع پالڑی ماہ شعبان میں مرتد ہوا تھا، اس پنچائت میں اس کی بھی مشرف باسلام ہونے کی امید ہے، دعا فرماویں۔ والسلام کمترین عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ از جامع مسجد پلول ضلع گڑگانوہ

۲۱/ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ یوم جمعہ

(۸) بشرف ملاحظہ عالی جناب فیض مآب سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ

گزارش خدمت والامرتبت آنکہ ۲۶/ربیع الثانی ۴۲ھ بروز چہارشنبہ پنگوڑ میں پندرہ گاؤں کی پنچائت ہوئی، ان میں سے چار گاؤں یعنی عماد پور و پالڑی (جو کہ رجب ۴۱ھ میں مرتد ہو چکے تھے) اور رائی نگلہ (جو اسی ماہ میں مرتد ہوا ہے) اور موضع ترواڑہ (جس کے ارتداد و تاریخ ارتداد کی تحقیق نہ ہوسکی) پنچائت سے علیحدہ ہوگئے (خدا ان کو ہدایت دے) اور موضع للواڑی کی تحصیل پلول کے تقریباً ۴۰ آدمی ماہ حال میں مرتد ہوگئے تھے وہ سب بفضلہ تعالیٰ مشرف باسلام ہوگئے ہیں، خدا ان کو استقامت عطا فرمائے، اور موضع دروڑہ کا ارتداد پچرورظہر صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا تھا (اسی بناء پر حضرت والا کو اطلاع دے کر درخواست دعاء کی تھی) مگر پنچائت میں وہاں کے لوگوں نے پکارا کہ ہم اسلام پر قائم ہیں اور ہمیشہ رہیں گے والحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

اس کے بعد تمام پنچائت نے فرداً فرداً قسم کھائی کہ ہم اسلام پر مضبوط رہیں گے اور ہندوؤں کے بہکانے کو ہرگز نہ سنیں گے، اور سب نے رواج کے مطابق عہد کو پختہ کرنے کے واسطے لوٹے میں

نمک ڈالا (وہ لوگ اس کو سب عہدوں سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اور اس کی مخالفت کو موجب ہلاکت یقین کرتے ہیں) ان شاء اللہ تعالیٰ اب ہرگز ہرگز وہ مرتد نہ ہوں گے، اور ان کے بعض گاؤں مرتد ہونے کے باعث اندیشہ تھا کہ شاید ان کا اثر خدانخواستہ دوسرے لوگوں پر پڑے اب وہ اندیشہ بحمد اللہ بالکلیہ زائل ہو گیا، اب ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی عملی حالت بھی درست ہو جائے گی، حضرت والا دعا فرماویں۔

اور موضع رانپ ضلع میرٹھ متصل اسٹیشن لونی میں ۳۰ ربیع الثانی بروز یکشنبہ مسلم گوجروں کی پنچایت ہے جس میں مذکورہ بالا پنچایت کے شرکاء و دیگر مسلم گوجرا ضلاع متعددہ کے شریک ہوں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ علمی و عملی حالت کو درست کرنے کی تدابیر و تجاویز طے ہوں گی، دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ اس پنچایت کو بھی کامیاب بنا دے۔

کل شام پنگوڑ سے پلول پہنچے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آج بعد نماز جمعہ رانپ جاویں گے۔

والسلام فدویان کمترین عبدالکریم گمتھلوی و مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی

از پلول ضلع گوڑگانوہ جامع مسجد ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ

(۹) مخدوم و مکرم و مطاع معظم سیدی و سندی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ و رضوانہ

گزارش خدمت بابرکت آنکہ ۳۰ ربیع الاول ۴۲ھ کو موضع رانپ ضلع میرٹھ میں مسلم گوجروں کی پنچایت ہوئی جس میں اضلاع گڑگانوہ، بلند شہر علی گڑھ، میرٹھ، مظفر نگر، سہارنپور، کرنال، رہتک، انبالہ، جالندھر، حصار کے لوگ شریک ہوئے اور اس میں یہ طے ہوا کہ جن لوگوں میں رسوم ہنود موجود ہیں وہ ان کو ترک کر دیں اور اپنی پوشش وغیرہ درست کر لیں اور ان کے ساتھ وہ مسلم گوجر رشتہ ناطہ شروع کر دیں جن کی حالت اچھی ہے تاکہ میل جول سے نومسلموں کی اصلاح ہو جاوے، سب نے اس کو منظور کیا۔ فقط

ایک گاؤں نے اصلاح رسوم ہنود سے انکار کیا اور یہ کہا کہ چاہے کوئی رشتہ دے یا نہ دے ہم تو ایسے ہی رہیں گے، البتہ نماز روزہ شروع کریں گے، علم دین حاصل کریں گے، چاہے کوئی کچھ دے اسلام سے نہ پھریں گے، ان الفاظ سے انکار کرنا بھی اس کو بہت غنیمت سمجھا گیا۔

احقر عبدالکریم گمتھلوی از دہلی ۲ صفر ۴۲ھ

مولانا محمد ظفر اللہ زید مجدہ مدرس جامعہ حقانیہ

دینی مدارس کے قیام میں خدمات

دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور تمام دینی شعبوں کیلئے ایک مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں، مفسر، محدث، مبلغ، مدرس، مصنف، مفتی سب مدارس سے ہی پیدا ہوتے ہیں، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق دین اسلام کے تحفظ اور بقاء کا ذریعہ ظاہری اسباب کے درجہ میں دینی مدارس ہی ہیں، اس سے ان مدارس کی ضرورت واہمیت واضح ہے، پھر یہ ایک حقیقت اور مشاہداتی بات ہے کہ جن مقامات پر دینی مدارس موجود ہیں وہاں کے مسلمانوں کی دینی حالت بنسبت ان مقامات کے جہاں کوئی مدرسہ نہیں بہت ہی بہتر ہے، اس لئے مسلمانوں کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے شہر، بستی اور علاقہ میں دینی مدارس کے قیام کی جدوجہد کریں اور ایسے عالم کا انتظام کریں جو دینی معاملات میں پورے طور پر ان کی راہنمائی کر سکے۔

میوات کے علاقہ میں جب ارتداد کا فتنہ پھیلا اور اس کے انسداد کیلئے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے حضرت مولانا عبدالمجید بچھرایونی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہما کو اس علاقہ میں تبلیغ کیلئے متعین فرمایا تو ان حضرات نے تبلیغ کے فریضہ کے ساتھ اس علاقہ میں مختلف مقامات پر مدارس ومکاتب کے اجراء کی سعی بھی فرمائی۔

امام الدعوۃ والتبلیغ حضرت شیخ مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے بھی اس تبلیغی پروگرام میں ان حضرات کا تعاون کیا اور ان کے ساتھ شریک رہے، ان حضرات کی کوششوں سے کئی مقامات پر مدارس ومکاتب قائم ہوئے جن میں اساتذہ کرام کو وظائف جاری کئے گئے اور باقاعدہ تعلیم وتربیت کا نظم قائم کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں سو مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا تھا جن میں بہت بڑی تعداد طلبہ کی زیر تعلیم تھی۔ ان میں سے ۱۴ مدارس کی مکمل فہرست مع تعداد طلبہ حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبدالمجید صاحب رحمہما اللہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال کر دی تھی جو ماہنامہ ''النور'' تھانہ بھون بابت ماہ شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوئی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی اور حضرت مفتی

عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہم اللہ کا یہ ایسا عظیم الشان کارنامہ اور بے مثال خدمت ہے جس کا ثواب ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان حضرات کو پہنچتا رہے گا۔

اب اس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا تحریر کردہ ایک مکتوب اور ان مدارس کی فہرست ماہنامہ ''النور'' سے ذیل میں درج ہے جس سے دینی مدارس کے قیام میں ان حضرات کی مساعی اظہر من الشمس وابین من الامس ہیں۔

مکتوب گرامی حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی وحضرت مولانا عبدالمجید بچھرایونی رحمہما اللہ

بخدمت حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ

بملاحظہ اقدس فیض مآب حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش خدمت والادرجت آنکہ علاقۂ ارتداد میں اگرچہ کفار اب بھی بہت کوشش کررہے ہیں لیکن بحمداللہ تعالیٰ ان کی کامیابی بالکل بند ہوگئی ہے، بلکہ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرتدین مشرف باسلام ہوجاویں گے، اور جو مسلمان ارتداد سے محفوظ ہیں یا دوبارہ مسلمان ہوئے ان میں تعلیم کا سلسلہ ترقی پذیر ہے۔ جن جن مدارس کی کمتریناں نے کسی قسم کی خدمت کی ہے ان کی فہرست مع تعداد طلباء پیش خدمت فیض درجت ہے، ان کی ترقی ظاہری وباطنی کیلئے دعافرماویں ونیز سلسلۂ مکاتب کے ازدیاد کی دعاء کی درخواست ہے۔ امید ہے کہ دعائے مذکور کے ساتھ کمتریناں کو بھی دعائے خیر میں شامل فرماویں گے۔ جن مکاتب کے خرچ کا انتظام مقامی لوگوں نے کر رکھا ہے خانۂ کیفیت میں اس کو ظاہر کردیا ہے، اللہ تعالیٰ بقیہ مکاتب کی طرف بھی وہاں کے باشندگان کو متوجہ فرماویں۔

نمبر شمار	مقام	تعداد طلبہ	کیفیت
1	کوسنگاپور تحصیل پہاڑی ریاست بھرت پور	10	
2	کٹھول 〃 〃	11	تنخواہ مقامی چندہ سے ملتی ہے
3	کنگورا 〃 〃	15	〃 〃 〃 〃
4	دھولیٹ	30	نصف تنخواہ 〃 〃 〃
5	بڈمڈ تحصیل فیروزپور جھرکہ ضلع گڑگانوہ	15	〃 〃 〃 〃

6	سنگار	40	مقامی سے
7	اومرا کا تحصیل نوح	17	مقامی
8	اوٹاوڑ 〃 〃	29	×
9	روپڑا کا 〃 〃	16	×
10	باولا 〃 〃	13	مقامی
11	شیخپور 〃 〃	12 تخمیناً	〃
12	پیپاکا 〃 〃	30	〃
13	جندیکی 〃 〃	25	〃
14	گھاسیڑ 〃 〃	15	〃
15	ستیا 〃 〃	〃	〃
16	فیروزپور نمک	30	〃
17	مدرسہ تعلیم المعلمین تا شوال 42ھ	23	
18	سوامی کا	25	
19	شولا کا تحصیل پلول	23	نصف مقامی
20	پنگوڑ	17	
21	چوں نگلہ	25	نصف مقامی
22	للواڑی وکمرادلی	17	
23	رسول پور	26	نصف مقامی
24	پارولی	16 تخمیناً	
25	سجلواڑی	13 تخمیناً	
26	بنٹی	10 〃	

27	رحیم پور	// //	
28	پلول	20 //	
29	جٹولہ	//	
30	بڑراؤں	10	
31	گھاگھوٹ	15	
32	بہرام پور	14	
33	چھائسہ تحصیل بلب گڈھ	15	
34	تراولی (// //)	10	
35	نگلہ جعفر پور تحصیل // //	26	
36	فتح پور بلوچ // //	30	
37	بیکانیر تحصیل ریواڑی	//	
38	چاندولی ضلع رہتک	25	
39	ککوڑ ضلع بلند شہر	40	
40	دیر // // //	25	
41	چوہڑپور // // //	10	
	میزان کل	818	

علاوہ ازیں ایک معلم نماز سکھانے کیلئے ایک ایک ماہ ایسے گاؤں میں روانہ کرتے ہیں جہاں مکتب نہیں، وہ تقریباً 150 آدمیوں کو نمازی بنا چکے۔ احقر عبدالکریم ومولوی عبدالمجید صاحب

۲۹/شعبان ۱۳۴۲ھ

مدرسہ عربیہ راجپورہ ریاست پٹیالہ

۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی درخواست پر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ راجپورہ ریاست پٹیالہ تشریف لے گئے اور علم دین کی ترغیب کے موضوع پر راجپورہ میں حضرت کا وعظ ہوا جسے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ہی قلم بند کیا اور وہ ''شفاء العی'' کے نام سے طبع ہورہا ہے۔اس وعظ کا سامعین پر خاص اثر ہوا اور راجپورہ اسٹیشن والی مسجد میں قائم شدہ قدیم مکتب کو ترقی دے کر عربی مدرسہ جاری کردیا گیا اور چند ہی روز میں اس قدر ترقی ہوئی کہ دیہات سے بھی بکثرت طلبہ داخل ہوئے اور چند طلبہ اس میں بیرونی بھی رکھے گئے، مسجد کی سہ دری ناکافی ہونے کی وجہ سے درسگاہ بنانے کیلئے مسجد کے متصل جگہ خریدلی گئی لیکن بعض وجوہ کی بناء پر اس مدرسہ کو ترقی نہ ہوسکی اور یہ مدرسہ پھر ایک مکتب کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو اس تنزل کا بے حد قلق تھا لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے آپ اس طرف متوجہ نہ ہوسکے، بالآخر تقریباً پندرہ سال کے طویل عرصہ کے بعد محرم الحرام ۱۳۵٦ھ میں حق تعالیٰ کی توفیق سے اس طرف توجہ ہوئی اور ایک مدت سے بیکار پڑی ہوئی زمین پر آپ ایک درس گاہ بنانے میں کامیاب ہوگئے اور ازسرنو اس میں تعلیم کا آغاز ہوا۔مسلمانوں کو مدرسہ کی طرف توجہ دلانے کیلئے اوائل ذی قعدہ ۱۳۵٦ھ میں ''عربی مدرسہ راجپورہ کی ترقی کا دور جدید'' کے نام سے اشتہار بھی شائع کیا اور حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر صغیر حضرت مولانا سمیع اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے مدرسہ کا مدرس و معتمد مالیات قرار دیا، آپ اسی سال مع اہل وعیال سفر حج پر روانہ ہوئے تو مدرسہ کا سارا نظم حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب رحمہ اللہ نے سنبھالا اور بحمداللہ تعالیٰ اس مدرسہ میں حفظ وناظرہ کے علاوہ فارسی، عربی کتب کی تعلیم بھی ہوتی رہی، حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ نے بھی ابتدائی عربی تعلیم اسی مدرسہ میں حاصل کی، تقسیم ملک ۱۹۴۷ء تک یہ مدرسہ جاری رہا۔

مدرسہ قدوسیہ شاہ آباد ضلع کرنال

شاہ آباد ضلع کرنال کی جامع مسجد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہاں تقریباً ۳۵ سال تک قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے قیام فرمایا، آپ کے زمانہ قیام میں یہ جگہ مسلمانوں کیلئے ایک مرکز ومرجع کی حیثیت رکھتی تھی اور ہر وقت یہاں ذاکرین وطالبین کا ہجوم رہتا تھا، حضرت قطب عالم رحمہ اللہ جب یہاں سے گنگوہ تشریف لے گئے تو لوگوں کی درخواست اور اصرار پر اپنے فرزند ارجمند حضرت شیخ مخدوم احمد صاحب رحمہ اللہ کو یہاں چھوڑ گئے، حضرت صاحبزادہ صاحب

نے یہاں مستقل قیام فرمایا اور آپ کا انتقال بھی اسی سرزمین پر ہوا اور محلّہ مخدوم صاحب کی جامع مسجد کی جانب شمال میں آپ کا مزار مبارک بنا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس جگہ کی تاریخی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۳ء میں شاہ آباد کے مسلمانوں کو ایک دینی مدرسہ بنانے کی طرف متوجہ کیا اور چند احباب کے مشورہ اور بعض اکابر عظام کے ایماء سے اس متبرک مسجد میں دینی مکتب قائم فرما دیا، ایک مدرس کا تقرر بھی کر دیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے علاقہ میوات میں فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کیلئے تبلیغ میں مصروف ہوگئے اور یہ مدرسہ مدرس صاحب کے جانے سے بند ہوگیا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ پندرہ سال تک تبلیغ، تدریس اور افتاء وتصنیف کی خدمات میں مصروف رہے اور زیادہ تر عرصہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں گزارا، تھانہ بھون سے رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کے بعد آپ گمتھلہ منتقل ہوئے اور پھر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ایماء سے شاہ آباد ضلع کرنال میں دوبارہ دینی مدرسہ کی طرف متوجہ ہوئے، اس طرح پندرہ سال کے بعد شاہ آباد میں آپ نے دوبارہ مدرسہ کے قیام کیلئے ماہ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ میں سعی فرمائی اور ربیع الاول ۱۳۵۶ھ بمطابق جون ۱۹۳۷ء محلّہ مخدوم زادگان قصبہ شاہ آباد جامع مسجد مخدوم صاحب میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ مدرسہ کا نام حضرت قطب عالم شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے نام نامی کی طرف نسبت کرتے ہوئے قدوسیہ رکھا گیا، ۱۳۶۰ھ تک یہ مدرسہ اسی نام سے دینی، علمی خدمات سرانجام دیتا رہا اور قرآن کریم حفظ وناظرہ کے علاوہ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم بھی اس میں ہوتی رہی۔

مدرسہ قدوسیہ کے مختصر حالات

۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۷ء میں یہ مدرسہ قائم ہو چکا تھا کہ اس سال بانی مدرسہ حضرت مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی صاحب رحمہ اللہ مع اہل وعیال حج کے مبارک سفر پر تشریف لے گئے اور چودہ ماہ آپ کا قیام حرمین شریفین میں رہا۔

آپ اس سفر پر جاتے ہوئے اپنے بعد حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے تلمیذ رشید جناب مولانا آل احمد صاحب کو مدرسہ کا تمام نظام سپرد فرما گئے تھے، مولانا آل احمد صاحب قصبہ

منڈاور ضلع بجنور (یوپی) کے رہنے والے تھے، حضرت موصوف رحمہ اللہ اور ان کے بھتیجے مولانا سعید احمد صاحب کے علاوہ حافظ ظفر صاحب (جو قصبہ شاہ آباد میں ایک محلّہ کی مسجد کے امام تھے) مولانا عبدالرحیم صاحب ولد قاری عبدالرحمٰن صاحب ساکن کھرڑ خانپور ضلع انبالہ درجہ قرآن کریم اور شعبہ درس نظامی میں پڑھاتے رہے، ان کے علاوہ ضلع بستی کے ایک عالم جو غالباً سہارنپور کے فاضل تھے وہ بھی مدرسہ قدوسیہ میں پڑھاتے رہے۔

حج کے سفر سے واپسی پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے دوبارہ پھر مدرسہ کا نظم ونسق سنبھالا اور اپنے اہتمام میں اسے ترقی دی۔

بہت سے طلبہ نے قرآن کریم اور ابتدائی کتب کی تعلیم بھی اسی مدرسہ میں حاصل کی اور جناب حافظ عبدالجبار صاحب ولد محمد صدیق صاحب مرحوم واسطی ساکن محلّہ مخدوم صاحب شاہ آباد اور جناب سمیع اللہ ولد رحمت اللہ صاحب وغیرہ نے اسی مدرسہ میں قرآن کریم مکمل حفظ کیا۔

مدرسہ حقانیہ شاہ آباد کا قیام

۱۳۱۶ھ میں طلبہ کی کثرت اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے مدرسہ قدوسیہ مخدوم صاحب کی مسجد سے جناب شیخ عنایت الٰہی کی وسیع کوٹھی میں منتقل ہوا اور جامع مسجد مدرسہ قدوسیہ میں صرف قرآنی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ کوٹھی کرایہ پر لے کر اس میں تعلیم شروع کرا دی، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اس مدرسہ کا نام اب "مدرسہ حقانیہ" تجویز فرما دیا۔

یہ نام حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ کے شیخ الشیوخ حضرت عبدالحق ردولوی قدس سرہ کے نام مبارک کی نسبت سے رکھا گیا اور پھر تقسیم ملک ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء تک یہ مدرسہ اسی نام سے دینی وعلمی، تدریسی خدمات بجالاتا رہا۔

مدرسہ حقانیہ شاہ آباد میں قرآن کریم کی تعلیم کے علاوہ درجہ کتب کی تدریس کا بھی خاصا سلسلہ چلتا رہا، ہدایہ تک طلبہ کتابیں پڑھتے رہے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ جناب مولانا مفتی محمد ممتاز احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ ابن حضرت خلیفہ جی اعجاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔

۱۳۶۵ھ میں جب حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ جملہ علوم وفنون کی تعلیم حاصل کر کے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو آپ کا تقرر بھی بطور مدرس اسی مدرسہ حقانیہ میں ہوا، ایک سال تک آپ یہاں درس نظامی کی کتابیں پڑھاتے رہے اور اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی فتویٰ کا کام بھی کرتے رہے۔

جناب مولانا ولی احمد صاحب ابن حضرت مولانا آل احمد صاحب مرحوم اس زمانہ میں مدرسہ حقانیہ میں کتابیں پڑھتے رہے، اسی طرح جناب قاری امیر الدین صاحب رحمہ اللہ شاگرد رشید جناب امام القراء حضرت قاری محی الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ساکن ہاہڑی ضلع کرنال نے بھی اپنے دو تلامذہ حافظ عبدالرشید صاحب اور نیاز محمد صاحب کو مدرسہ حقانیہ میں درس نظامی پڑھنے کیلئے داخل کرایا تھا، ان دونوں نے بھی اسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔

موضع ساہاپٹلہ کے حافظ سلیمان صاحب بھی مدرسہ حقانیہ میں پڑھتے رہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے طلباء نے جو شہر اور مضافات شہر سے تعلق رکھتے تھے اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔

مدرسہ کا جملہ ریکارڈ تقسیم ملک کی نظر ہو گیا اس لئے اس سلسلہ میں زیادہ تفصیلات محفوظ نہ ہو سکیں، مگر ایک اشتہار محفوظ ہے جس میں ان دونوں مدرسوں کا مختصر تذکرہ موجود ہے اور اس کے علاوہ ان کی پیتل کی مہریں بھی محفوظ ہیں۔

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

تقسیم ملک کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فروری ۱۹۴۸ء میں پاکستان پنجاب کے ضلع سرگودھا میں تشریف لائے اور مستقل سکونت قصبہ ساہیوال میں اختیار فرمائی، مئی ۱۹۴۹ء میں یہیں انتقال فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے مدرسہ قاسمیہ کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا، پھر جب آپ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کی بناء پر جیل میں چلے گئے تو مدرسہ بند ہو گیا، جیل سے واپسی پر ۱۹۵۵ء میں آپ نے شاہ آباد ضلع کرنال کے مدرسہ حقانیہ کی نشأۃ ثانی فرمائی اور مدرسہ عربیہ حقانیہ کے نام سے یکم ربیع الاول ۱۳۷۵ھ کو مدرسہ کا آغاز فرمایا، بحمد اللہ تعالیٰ یہ ادارہ عرصہ ترپن سال سے دینی خدمت سرانجام دے رہا ہے اور یوں مدرسہ حقانیہ شاہ آباد کا فیض جاری ہے۔

حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کی مدارس کے قیام سے خاص دلچسپی اس تفصیل سے واضح ہے، آپ نے حکومت برطانیہ کے زمانہ میں جبریہ تعلیم کے قانون کو بھی چیلنج کیا تھا اور ریاست الور میں جو مدارس بند کر دیئے گئے تھے انہیں دوبارہ بحال کرنے میں بھی سعی بلیغ فرمائی جس کی تفصیل دیگر مضامین میں موجود ہے۔

غرضیکہ اس شعبہ میں آپ کی خدمات تاریخ کا سنہری باب ہیں، حق تعالیٰ مدارس دینیہ کے حوالہ سے آپ کی مساعی جمیلہ وجلیلہ کو قبول فرماویں اور آپ کیلئے ان کو صدقہ جاریہ بنا کر رفع درجات کا سبب بناویں، آمین۔

مولانا سید عبدالعظیم ترمذی زید مجدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک عدل فی المیراث میں عظیم الشان خدمات

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام دین حق ہے اور اس کی تعلیمات بلاشبہ کامل اور مکمل ہیں، دین اسلام صرف عبادات کا ہی حکم نہیں دیتا بلکہ اس میں عقائد، معاملات، اخلاق اور معاشرت سے متعلق بھی ٹھوس احکام موجود ہیں اور یہ پوری زندگی سے متعلق ہدایات دیتا ہے۔

اسلامی قوانین میں سے ایک اہم قانون قانون وراثت بھی ہے، اس کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کے اصول ہی نہیں بلکہ جزوی احکام بھی قرآن کریم میں خود ہی بیان فرما دیئے ہیں، اس لئے قرآن وسنت کی روشنی میں وراثت سے متعلق اسلامی تعلیمات پر مشتمل پورا ایک قانون معرض وجود میں آ گیا جس میں اس کی تمام دفعات اور شقیں موجود ہیں اور مستقل طور پر حضرات علماء کرام نے اس پر رسائل، مضامین اور کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔

مسلمانوں پر جیسے اسلام کے دیگر ارکان واحکام کا بجالانا اور ان کو دل وجان سے تسلیم کرنا ضروری ہے اسی طرح وراثت کے احکام کو ماننا اور اس کے مطابق عمل کرنا اور شرعی ورثاء کو ان کے حصے تقسیم کرنا بھی ضروری ہے، لیکن افسوس! کہ مال کی محبت اور دنیا کی حرص، طمع اور لالچ کی وجہ سے اچھے خاصے پڑھے لکھے مسلمان اس بارہ میں عملی کوتاہی کا شکار ہیں اور وہ دیدہ ودانستہ شرعی وارثوں کو ان کے جائز حق وراثت سے محروم کردیتے ہیں حالانکہ حدیث میں آتا ہے من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ جو شخص اپنے بھائی کو وراثت سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کی وراثت سے محروم کردیں گے (اعاذنا اللّٰہ منہ)

غالباً یہ ۱۹۲۳ء بمطابق ۱۳۴۱ھ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی مجلس میں بھی اس کا ذکر آیا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعت مقدسہ کے خلاف ہے اور وہاں کے مسلمان بہن، بیٹی کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس قانون کو بدلوانے کے لئے بڑی سعی اور کوشش فرمائی اور اس کے لئے احقر

کے جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کو دو مرتبہ پنجاب کے سفر پر بھیجا، حضرت جد امجد رحمہ اللہ نے پنجاب کا پہلا سفر تن تنہا ۱۹۲۴ء میں اور دوسرا سفر ۱۹۲۵ء میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی رحمہ اللہ کے ہمراہ کیا، اس کے علاوہ ایک فتویٰ ''ظلم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت'' کے نام سے دس ہزار کی تعداد میں شائع فرما کر عام تقسیم کیا اور تین ہزار کی تعداد میں رسالہ ''غصب المیراث'' بھی شائع فرمایا۔

سفر پنجاب اور تحریک وراثت کی یہ روئیداد اشرف السوانح حصہ سوم میں حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کے قلم حقیقت رقم سے شائع ہو چکی ہے، ذیل میں وہ روئیداد قارئین کرام حضرت ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرماویں۔

تحریک قانون وراثت پنجاب

اس عنوان کے تحت حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ یوں رقمطراز ہیں:

ایک مرتبہ حضرت اقدس کی مجلس مبارک میں تذکرہ ہوا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعت مقدسہ کے خلاف ہے، مثلاً بہن و بیٹی وغیرہ کو میراث میں حصہ نہیں ملتا اور بے عملی کے ساتھ اس مسئلہ سے بے علمی بھی یہاں تک ہے کہ اکثر دیندار لوگ بھی بالکل بے خبر ہیں اور زیادہ غفلت کی وجہ یہ ہے کہ اہل علم بھی اس طرف توجہ نہیں کرتے، نہ وعظ میں اس پر تنبیہ کرتے ہیں نہ دوسرے اوقات میں بلکہ اکثر حضرات تو خود اپنے عمل کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے، رواج عام کے سبب اس طرف التفات ہی نہیں ہوتا، حضرت والا نے بڑے اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ:

''وہاں کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا نہایت ہی ضروری ہے''

احقر نے عرض کیا کہ مشاہیر علماء کرام اگر خاص سعی فرماویں تو ممکن ہے کچھ لوگ سمجھ جاویں ورنہ ایسے معاملہ میں معمولی سعی سے تو نفع کی امید نہیں، ارشاد فرمایا:

''جس قدر کوشش ہو سکے اس میں دریغ نہ کرنا چاہیے، نفع کی فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے''۔

احقر کو اس ارشاد کے بعد کسی قدر ہمت ہوئی اور وطن جا کر اپنے نواح میں اس ضروری مسئلہ کی اشاعت خاص طور سے شروع کی اور امرتسر، لاہور کے بعض جلسوں میں بھی اسی غرض سے شامل ہوا، لیکن افسوس! کہ اہل جلسہ نے یہ عذر کر دیا کہ لوگ خلاف کریں گے، جلسہ کے ناکام ہونے کا اندیشہ ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک نعمت عظمٰی یہ حاصل ہوئی کہ اس ناکارہ غلام کی حقیر درخواست کو شرف قبول بخش کر حضرت اقدس مدت فیوضہم راجپورہ کے قریب احقر کے سسرال میں یعنی موضع اڑدن میں تشریف لائے اور راجپورہ بھی قیام فرمایا، وہاں جو اس مسئلہ کا تذکرہ آ گیا تو حضرت نے اس ناکارہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ:

''اس کی اشاعت کیلئے تو اس کی ضرورت ہے کہ پنجاب کا سفر کیا جائے''

احقر نے اپنی نااہلی کا عذر پیش کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر باوجود نااہلی کے احقر اس کی جرأت بھی کرے تو مصارف بہت درکار ہیں، ارشاد فرمایا کہ:

''ان شاءاللہ تعالیٰ مصارف کا انتظام ہو جائے گا''

اور واپس پہنچتے ہی تیس روپے کا منی آرڈر احقر کے نام روانہ فرما دیا، اس پر سفر ضروری ہو گیا اور فکر شروع ہوئی۔

لاہور، امرتسر کے سفر سے اس کی بھی سخت ضرورت معلوم ہو چکی تھی کہ مشاہیر علماء کرام کی تحریرات اس مسئلہ کے متعلق ساتھ ہوں، اس لئے سب سے پیشتر ایک سوال تقریباً چالیس پچاس جگہ بھیجا گیا اور تو کلاً علی اللہ سفر بھی شروع کر دیا، سرہند وغیرہ اترتا ہوا لاہور پہنچا اور زیادہ تر کوشش اس کی رہی کہ اہل علم اور اسلامی انجمنوں کو اس جانب توجہ ہو جاوے کیونکہ ان کے ذریعہ سے اشاعت بہت سہولت سے ہو سکتی ہے، جہاں کہیں جانا ہوا تقریباً ہر طبقہ میں اول قسم قسم کی توجیہات سے اس ظالمانہ رواج کی حمایت کی گئی، گو قیل وقال کے بعد آخر کار اس تحریک کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا تھا، اس طویل سفر میں صرف لاہور میں ایک ایسی جماعت ملی جس کے بعض ارکان کو کسی قدر اس مسئلہ کا خیال تھا اور تھوڑی بہت جزوی کوشش کا بھی ارادہ تھا، مگر لوگوں کی مخالفت کے سبب کوئی سبیل نظر نہ آئی تھی۔

ان سب حالات کو دیکھنے کے بعد حضرت والا کی خدمت اقدس میں ان کا خلاصہ لکھ بھیجا اور یہ بھی عرض کیا کہ اب یہاں سے واپسی کا خیال ہے، حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا:

''جب تک ناامیدی نہ ہو ایک دفعہ تو جان توڑ کوشش کر لینا چاہئے''

اس والا نامہ کے صادر ہونے پر کچھ ہمت بندھ گئی اور چند روز لاہور میں رہنے کے بعد آگے بڑھنا شروع کیا، مگر سوال مذکور کے جو جوابات آ چکے تھے ان کو چھپوانا ضروری سمجھا گیا اس لئے غالباً

وزیرآباد سے ہی واپس آنا پڑا اور تھانہ بھون حاضر ہو کر فتویٰ چھپوایا جس کا عنوان یہ تھا ''ظلم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت''۔

اس کے بعد ارادہ کیا کہ ان کو ہمراہ لے کر پنجاب کا سفر کیا جائے لیکن اچانک اطراف آگرہ سے فتنۂ ارتداد کی افسوسناک خبر پہنچ گئی، حضرت نے احقر سے فرمایا کہ:

''اگر تم وہاں چلے جاؤ تو قانون وراثت کی سعی میں تو کچھ حرج نہ ہوگا''

عرض کیا کہ صرف تاخیر ہو جائیگی اور تو کچھ حرج نہیں، ارشاد فرمایا:

''بس تو پھر الاہم فالاہم پر عمل چاہئے، بسم اللہ کر کے آگرہ اور اس کے نواح میں جا کر تبلیغ کا کام کرو۔

احقر اس طرف چلا گیا اور حضرت والا کے ایماء سے مطبوعہ فتویٰ پنجاب کے شہروں اور قصبوں میں بلکہ بہت سے دیہات میں بھی بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا گیا، بلکہ ایک رسالہ مسمی بہ ''غصب المیراث'' بھی چھپوا کر بذریعہ ڈاک ہی تقسیم کیا گیا، طباعت اور ڈاک کے تقریباً تمام مصارف کا اہتمام حضرت ہی نے فرمایا اور کچھ رقم احقر کی معرفت بھی اس میں بعض اہل خیر نے بھیجی، غرض تبلیغ کے ساتھ اس ضروری امر کی طرف بھی حضرت اقدس کو برابر توجہ رہی، چنانچہ فتویٰ اور رسالہ ختم ہو گیا تو دوبارہ کثیر تعداد میں چھپوایا گیا اور جمعیت العلماء کو اس طرف توجہ دلانے کے واسطے برابر تین جلسوں میں شرکت کے لئے احقر کو بھیجا، دو جلسوں میں تو مختلف وجوہ سے کامیابی نہ ہو سکی مگر تیسری بار کی شرکت اور کوشش پر جلسہ ۱۳۴۳ھ میں بمقام مراد آباد ایک پر زور تجویز منظور ہو گئی۔

اور جب علاقۂ ارتداد میں بقدر ضرورت تبلیغ ہو چکی (جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) تو حضرت والا نے ایک عریضہ کے جواب میں اصل مضمون کے بعد تحریر فرمایا:

''میرا خیال ہے کہ ان سب قصوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیراث کیا جائے۔

اس وقت سے پھر پنجاب کا سفر کیا گیا اور اس مرتبہ مولوی عبدالمجید صاحب کو بھی احقر کے ہمراہ بھیجا گیا، اس وجہ سے اس سفر میں سہولت بھی رہی اور اثر بھی زیادہ ہوا، خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام پنجاب اور سرحد بلکہ کسی قدر سندھ وغیرہ کے علاقہ میں بھی خوب اشاعت ہو گئی اور گو حالات پر نظر کرتے ہوئے بالکل توقع نہ تھی کہ لوگ اس مسئلہ کی طرف توجہ کریں گے، یہاں

تک کہ ایک عریضہ میں احقر نے عرض کیا کہ دعا فرمایئے حضرت والا کی دعا سے ہی امید ہے کہ اس احقر کی ناچیز سعی بارآور ہو جائے تو حضرت نے تحریر فرمایا تھا:

"مجھ کو بے حد خیال ہے مگر لوگوں کی حالت سے مایوسی ہوتی ہے"

مگر حضرت اقدس کی توجہ اور دعا سے بے حد اثر ہوا، ہمارے سفر ختم ہونے سے پیشتر ہی بہت لوگوں نے قانون بدلنے کی سعی شروع کر دی اور اب تک سلسلہ جاری ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب کامیابی ہو جائے گی۔

حق تعالیٰ اس میں نیز دیگر مقاصد حسنہ میں مسلمانوں کو کامیاب بنائے اور تمام سعی کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور حضرت والا کو بدیں فیوض، برکات ہمیشہ سایہ گستر رکھے ع و یرحم اللّٰہ عبدا قال امینا۔

فائدہ

اس زمانہ میں حضرت والا سے جو مکاتبت ہوتی رہی اس سلسلہ میں سے بعض خطوط محفوظ ہیں، ان میں ایک خط نہایت مفید ہونے کے سبب نقل کرتا ہوں۔

مضمون عریضہ احقر

ایک امر قابل گزارش یہ ہے کہ ایک جلسہ کے موقع پر ایک ممتاز رکن جلسہ نے بہت اصرار کیا کہ تو رکن ہو جاؤ اور چونکہ بدوں رکن ہوئے اس جگہ تک رسائی نہ ہو سکتی تھی جہاں بیٹھنے والوں کو تجاویز پر بولنے کا حق ہوتا ہے اس لئے کمترین نے اپنا نام درج کرا دیا تا کہ وراثت کے معاملہ کو پیش کر سکوں، مگر اس کے بعد وہاں مفصل تقاریر سن کر بڑا انقباض ہوا اور جی چاہتا ہے کہ رکنیت سے استعفاء دے دوں، لیکن پھر ان لوگوں سے تعلقات نہ رہیں گے اور جو کام اب وہ کرتے ہیں وہ نہ لے سکوں گا اس لئے شش و پنج ہے۔

جواب از حضرت اقدس دامت برکاتہم

بلا سے نہ رہیں گے، جو کام فرض ہے یعنی سعی وہ رکنیت پر موقوف نہیں اور ان سے کام لینا یہ فرض نہیں اور لا تقعد بعد الذکریٰ کے ترک کا یہ کوئی عذر نہیں، فوراً استعفاء دے دینا واجب ہے اھ اشرف السوانح طبع اول ص ۲۳۵ حصہ سوم۔

چند ضروری فوائد

اس واقعہ میں جو تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں اب ان سے متعلق چند ضروری فوائد ملاحظہ فرماویں:

(۱) حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی جس مجلس مبارکہ میں وراثت سے متعلق پنجاب کے رواج کا تذکرہ ہوا، یہ ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۳ء کا زمانہ تھا، حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں شریک تھے اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے حکم سے ہی انہوں نے اپنے وطن گمتھلہ گڈھو ضلع کرنال میں اس مسئلہ کی اشاعت فرمائی، لاہور، امرتسر کے بعض جلسوں میں بھی اس مسئلہ کی اشاعت کے لئے شرکت فرمائی۔

موضع اڑدن میں حضرت حکیم الامت کی تشریف آوری اور راجپورہ میں بیان

(۲) اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی فرمائش پر ان کے سسرال موضع اڑدن تشریف لے گئے اور راجپورہ میں قیام فرمایا، پنجاب کے سفر کا نظم حضرت تھانوی کے حکم پر طے ہوا، اس سفر کے دوران راجپورہ کے بازار میں ۱۴؍ جمادی الاولی ۱۳۴۱ھ کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ بھی ہوا جو آپ نے بیٹھ کر تین گھنٹہ تک بیان فرمایا اور اس میں سامعین کی تعداد ایک ہزار تھی، یہ وعظ آیت قرآنی انما یتذ کّر اولوا الالباب پر ہوا اور حضرت اقدس کی نظر ثانی کے بعد ''شرط التذکر'' کے نام سے طبع ہوا، دوسرا وعظ اسی سفر میں انبالہ شہر میں حافظ محمد صدیق صاحب کی فرمائش پر چوک متصل مسجد کمبوہاں میں شب جمعہ ۱۷؍ جمادی الاولی ۱۳۴۱ھ کو کرسی پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا، یہ وعظ حدیث پاک انما شفاء العیّ السوال پر ہوا اور ''شفاء العی'' کے نام سے طبع ہوا، اس سفر کے یہ دونوں وعظ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ہی قلم بند فرمائے، جو مسلسل طبع ہو رہے ہیں اور اب بھی دستیاب ہیں۔

پنجاب کا پہلا سفر اور رسالہ غصب المیراث کی تالیف

(۳) پنجاب کا پہلا دورہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تن تنہا کیا اور اس میں زیادہ تر اہل علم اور اسلامی انجمنوں کو اس طرف متوجہ فرمایا، لاہور اور امرتسر کے سفر سے شدت کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ اس سلسلہ میں مشاہیر علماء کرام کی تحریرات بھی ساتھ ہونی چاہئیں، اس لئے آپ نے چالیس پچاس جگہ ایک سوال بھیجا اور معتد بہ جواب آنے پر اس کی اشاعت کیلئے وزیر آباد ہی سے آپ تھانہ بھون واپس آ گئے اور ''ظلم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت'' کے نام سے آپ نے اس فتویٰ کو دس ہزار کی تعداد میں

شائع کیا، اسی دوران ایک رسالہ بھی ''غصب المیراث'' کے نام سے تین ہزار کی تعداد میں شائع کیا اور ختم ہونے پر دونوں دوبارہ کثیر تعداد میں پھر شائع ہوئے طباعت کے اکثر مصارف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے عنایت فرمائے، خیال تھا کہ فتویٰ ہمراہ لے کر پنجاب کا سفر ہوگا لیکن فتنۂ ارتداد کی اطلاع آ گئی، وراثت کی تحریک کو درمیان میں چھوڑ کر اس فتنۂ ارتداد کے سدباب کیلئے اس علاقہ میں جانا پڑا، اس لئے پنجاب کا سفر فوری طور پر دوبارہ نہ ہوسکا۔

پنجاب کا دوسرا سفر

(۴) جب فتنۂ ارتداد کا خاطر خواہ سدباب ہو چکا تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے پنجاب کا دوبارہ سفر کیا، اس مرتبہ حضرت مولانا عبدالمجید بچھرایونی رحمہ اللہ بھی آپ کے ہمراہ تھے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس مرتبہ کافی کامیابی بھی حاصل ہوئی اور تمام پنجاب و سرحد اور کسی قدر سندھ کے علاقہ میں بھی اس مسئلہ کی خوب اشاعت ہوئی۔

تحریک وراثت میں کامیابی

پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۴۹ء میں جب قانون وراثت کسی قدر شرعی ضابطوں کے مطابق پنجاب میں نافذ ہوا تو آپ خوش ہو کر فرماتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اپنی اس سعی اور کوشش کا کسی قدر نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ خدا کی قدرت کہ پاکستان میں سب سے پہلے پنجاب ہی میں یہ قانون اسمبلی نے پاس کیا جہاں مفتی صاحب نے اس قانون کے نفاذ کی سعی کی تھی، اس کے بعد پاکستان کے دوسرے علاقہ میں بھی یہ قانون جاری ہوا۔

(۵) حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے خط و کتابت

اس مسئلہ کی اشاعت کیلئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے پنجاب وغیرہ کے جو سفر کئے اور اس دوران حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں آپ نے جو خطوط لکھے وہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے رسالہ ماہنامہ ''النور'' سے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

مکتوب کریم (۱)

جناب سیدی مرشدی حضرت مولانا صاحب مدظلکم العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش خدمت والا درجت آنکہ خاکسار ''انجمن حمایت اسلام'' لاہور کے سالانہ جلسہ

میں (جو کہ ۲۶، ۲۷، ۲۸/ ربیع الاول کو ہونے والا ہے) جانے کا ارادہ کر رہا ہے کیونکہ وہ عالی شان جلسہ ہوتا ہے اور دور دراز کے باشندے خصوصاً امراء اور وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جن کی کوشش سے قانون وراثت بدل سکتا ہے، احقر نے دس ہزار کی تعداد میں فتویٰ چھپوالیا ہے اور رسالہ غصب المیراث کل پرسوں تک تیار ہو جائیگا، آج کاپی لگ گئی ہے، تین ہزار چھپے گا۔ عبدالکریم از دہلی

(ماہنامہ النور ۱۳۴۳ھ)

مکتوب کریم (۲)

بشرف ملاحظہ سیدی و مرشدی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گزارش خدمت والا درجت آنکہ کمترین شروع ماہ حال میں امرتسر گیا جیسا کہ پیشتر عرض کر چکا ہوں، وہاں تبلیغ الاسلام ضلع امرتسر وعدہ کیا ہے کہ توریث نساء کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا جاوے گا، بعد ازاں لاہور انجمن نعمانیہ کے جلسہ میں شریک ہوا اور انجمن ''داعیان ہند'' کے ارکین کو جو لاہور اور نواح لاہور میں تھے کہا کہ اپنی برادری پر زور دے کر قانون وراثت منسوخ کرا دیں اور اسی ماہ میں ان کے جلسہ کا انتظار تھا لیکن وہ آئندہ ماہ یعنی جمادی الاولیٰ کے آخر میں ہوگا۔

احقر عبدالکریم از راجپورہ

(ماہنامہ النور ۱۳۴۳ھ)

مکتوب کریم (۳)

مخدوم مکرم، مطاع معظم سیدنا مرشدنا حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد تسلیمات و تحیات معروض خدمت والا درجت آنکہ کمترین نابھہ سے ایک عریضہ کیم شعبان کو روانہ کر چکے ہیں، بعد ازاں برنالہ و بھٹنڈا اور فیروز پور شہر و چھاؤنی و فاضلکا اور منچن آباد و بہاولنگر و شیر پور و بہاولپور اور مظفر گڑھ اور ملتان شہر و چھاؤنی میں جانا ہوا اور سب جگہ بحمد اللہ تعالیٰ خوب اشاعت مسئلۂ میراث کی ہوتی رہی، کچھ اشخاص ایسے بھی ملے جن کو پیشتر سے اس طرف خیال تھا ان کے خیال و ہمت میں اضافہ ہو گیا اور کچھ نئے لوگ بھی اس طرف متوجہ ہو گئے اور کل بوقت جمعہ ایک شخص کو مسلمان

کیا جو کہ ہندو تھا، اب ان شاء اللہ تعالیٰ اوکاڑہ اور قصور ہوتے ہوئے براہ سہارنپور اور مولوی عبدالمجید صاحب حصار اور ریواڑی ہوتے ہوئے حاضر خدمت اقدس ہوں گے، دعاء کامیابی فرمائیں۔

فدویان احقر عبدالکریم گمھلوی و مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی

(النورص ۶۸)

ضلع سرگودھا کا دورہ اور بھیرہ میں وعظ

سفر پنجاب کے دوران جن مقامات کا دورہ کیا گیا اس مکتوب سے ان کی نشاندہی بخوبی ہوجاتی ہے، ان کے علاوہ بھی بعض مقامات ایسے ہیں جہاں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تشریف لے گئے، چنانچہ ضلع سرگودھا موضع رتو کالا کے رہنے والے بزرگ حضرت مولانا کامل الدین صاحب رحمہ اللہ تلمیذ رشید حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ اشرف السوانح جلد سوم ص ۲۱۷ پر اپنے قلمی حاشیہ تحریر کردہ مورخہ ۱۸ر ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، اپریل ۱۹۴۵ء میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ایک دفعہ یہاں رتو کالا بھی سفر پنجاب کے وقت تشریف لائے تھے جبکہ میراث کی تبلیغ کررہے تھے، جامع مسجد بھیرہ میں بھی وعظ کہا تھا الخ"۔

اس سے معلوم ہوا کہ سفر پنجاب کے دوران آپ نے ضلع سرگودھا کا سفر بھی کیا اور اس دوران جامع مسجد بھیرہ میں وعظ بھی فرمایا، واللہ اعلم۔

جمعیت علماء ہند کی قرارداد کا متن

پنجاب کے مروجہ قانون وراثت کو تبدیل کرانے کیلئے جمعیت علماء ہند کو بھی خاص طور پر متوجہ کیا گیا، چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"تیسری بار کی شرکت اور کوشش پر جلسہ ۱۳۴۳ھ بمقام مرادآباد میں ایک پرزور تجویز منظور ہوگئی"۔

یاد رہے کہ یہ پرزور تجویز "اجلاس خصوصی ششم مرادآباد" منعقدہ مورخہ ۱۱ تا ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۵ تا ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۳ھ میں منظور ہوئی۔

اس تجویز کا متن یہ ہے:

تجویز نمبر ۸/۱۱ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس تمام ایسے قوانین کو جو عورتوں وغیرہ کو میراث نہ

دینے اور طلاق وتبنیت وغیرہ کے متعلق شریعت اسلامیہ کے خلاف کسی رسم ورواج یا دوسرے وجوہ پر مبنی ہوکر وضع کئے گئے ہوں، مسلمانوں کے مذہبی احساسات کے لحاظ سے موجب رنج وتکلیف اور باعث توہین احکام اسلام سمجھتے ہیں اور ان مسلمانوں کو جن کا ایسے قوانین منسوخ کرانے میں پورے طور پر منظم کوشش کریں اور اپنے معاملات کا فیصلہ قوانین شرعیہ کے خلاف کسی دوسرے طریقہ پر ہرگز نہ کرائیں کیونکہ غیر شرعی فیصلوں پر رضامندی کے ساتھ عمل کرنا سخت ترین معصیت ہے (از جمعیت علماء ہند جلد اول ص۳۱۸ مرتبہ پروین روزینہ)

پاکستان میں رسالہ غصب المیراث کی پہلی اشاعت

تفصیل بالا سے واضح ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے سفر پنجاب کے علاوہ میراث کے مسئلہ پر ایک اشتہار اور ایک رسالہ بھی تقسیم فرمایا تھا، مذکورہ اشتہار ''ظلم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت'' کے نام سے اور رسالہ ''غصب المیراث'' کے نام سے شائع ہوا، رسالہ غصب المیراث مل گیا لیکن یہ اشتہار تاہنوز نہیں مل سکالعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرا۔

اس رسالہ کا سبب تالیف پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت والدگرامی قدس سرہ اس کے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ رسالہ ایک سفر ریل میں بیٹھے بیٹھے چند گھنٹوں میں لکھا گیا تھا (بزم اشرف کے چراغ)

اس رسالہ میں سورۂ نساء کے دوسرے رکوع کی تشریح اور تفسیر کے ضمن میں لوگوں کو شرعی طریقۂ وراثت کی طرف متوجہ کیا گیا اور پنجاب کے ظالمانہ طریقۂ میراث کو بدلنے کی ترغیب دی گئی، قرآن کریم کی واضح آیات کی روشنی میں شرعی وارثوں کے حصص کو تفصیلاً بیان فرمایا گیا ہے، جو مسلمان شرعی ورثاء کو وارثت سے محروم کرتے ہیں ان کے اس فعل شنیع پر احادیث مبارکہ سے وعید اور ان کے لچر شبہات کے مسکت جواب بھی دیئے گئے ہیں، یہ رسالہ اپنے موضوع پر نہایت نافع اور مفید اور جامع اور ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔

ہندوستان میں تھانہ بھون اور کاندھلہ وغیرہ سے یہ رسالہ برابر شائع ہوتا رہا، فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم میں بھی اس کا خلاصہ مع تصدیقات شائع ہوا لیکن پاکستان میں اب تک اس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی، عرصہ سے خواہش تھی کہ یہاں بھی اس کی اشاعت ہو، بارہا عم محترم حضرت اقدس مفتی عبدالشکور

صاحب ترمذی قدس سرہ نے بھی اس کی ضرورت واہمیت کا ذکر فرمایا لیکن افسوس! کہ اب سے پہلے اس کی نوبت نہ آسکی، کچھ عرصہ قبل ۱۴۲۳ھ میں مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر برادر مکرم مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم نے اس رسالہ مفیدہ کے مضامین عالیہ پر عنوانات کا اضافہ کیا تھا لیکن ضرورت تھی کہ اس کے پورے پس منظر پر بھی روشنی ڈالی جائے تاکہ اس کے ضمن میں قانون وراثت پنجاب سے متعلق تحریک اور سفر پنجاب کی تفصیل بھی آجائے اور حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حکم سے چلائی گئی اس تحریک اور دیگر خدمات کا پورے طور پر علم ہوسکے، چنانچہ جب اراکین ادارہ اشرف البیان، ترمذی برادران، برخورداران عبدالباری، عبدالناصر، عبدالملک سلمہم الرحمٰن نے بڑی دلچسپی اور خاص توجہ سے اس کی معیاری طباعت کا ارادہ بلکہ عزم مصمم کرلیا تو برادر مکرم مفتی سید عبدالقدوس ترمذی نے ''پیش لفظ'' کے طور پر وہ ساری تفصیلات ذکر کردیں جو تاریخی اور ضروری حالات پر مشتمل ہیں(۱)، حق تعالیٰ تمام اکابر کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماویں اور ان حضرات کو جزائے خیر سے نوازیں، آمین۔

اگرچہ پاکستان میں ۱۹۴۹ء سے قانون وراثت اسمبلی نے منظور کرلیا ہے لیکن اب بھی اس کی کچھ شقیں قابل اصلاح ہیں، اسی طرح بہن اور بیٹی کی وراثت کا قانون بھی عرصہ سے موجود ہے لیکن عملی طور پر بعض مسلمانوں میں اب تک زبردست کوتاہی پائی جاتی ہے اس لئے انتہائی ضرورت ہے کہ اس رسالہ کو عام کیا جائے، لہٰذا مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس رسالہ کی قدر کریں، نہ صرف خود پڑھیں بلکہ دوسروں تک بھی اس پیغام کے پہنچانے میں کوتاہی نہ کریں۔

رسالہ کے آخر میں حضرات اکابر علماء دیوبند و دیگر مکاتب فکر کا مصدقہ، متفقہ فتویٰ بھی اس بارہ میں شائع کیا جارہا ہے، جس پر اس وقت کے تمام مکاتب فکر کے مشاہیر علماء کرام و مشائخ عظام بطور خاص حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت مفتی عزیزالرحمٰن صاحب دیوبندی، حضرت حکیم الامت تھانوی، حضرت علامہ انورشاہ کشمیری، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دھلوی، حضرت شیخ مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور علامہ ظفر احمد عثانی رحمہم اللہ کی تصدیقات ثبت ہیں، اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر ادارہ نے اسکو الگ بھی شائع کردیا ہے جو ادارہ سے مفت حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اب آخر میں ایک ضروری مسئلہ لکھ کر یہ مضمون ختم کیا جاتا ہے۔

---

(۱) ان تفصیلات سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی علمی وعملی جدوجہد واضح ہے ۱۲۔

تنبیہ ضروری

کتاب ''امداد الاحکام'' جو حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی اور حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہما کے فتاویٰ پر مشتمل عظیم فقہی مجموعہ ہے اس کی جلد چہارم میں ''تنبیہ ضروری'' کے عنوان سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ وراثت سے ہمشیرگان کے انکار کی شرعی حیثیت کے متعلق رقم طراز ہیں:

آج کل ہمشیرگان کو عام طور سے میراث نہیں دی جاتی اور محض رسم کی وجہ سے ہمشیرہ بھی انکار کردیتی ہیں اور ایسے موقع پر اس قسم کے حیلے محض ظاہری طور پر کئے جاتے ہیں دل سے ہمشیرہ رضامند نہیں ہوتی، سو ایسے حیلے سے مال طیب (حلال) نہ ہوگا بلکہ جہاں دلی رضامندی سے ہمشیرہ صلح کرنا چاہے اس صورت پر وہاں عمل کیا جائے، اس کا لحاظ نہایت ضروری ہے (امداد الاحکام ص ۱۴۱)

خلاصہ یہ کہ رسمی طور پر محض زبانی رضا کافی نہیں ہے بلکہ دلی رضامندی ضروری ہے جس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ عملی طور پر میراث ان کے حوالہ کردی جائے اور وہ اس میں اپنی مرضی سے کچھ عرصہ تک تصرف بھی کریں اور پھر بدوں مطالبہ کے بغیر کسی دباؤ اور خوف کے اپنی دلی خوشی اور رضا سے جس کو چاہیں دے دیں واللہ اعلم۔

قاری سید عبدالغفور ترمذی زیدمجدہ

جبریہ تعلیم کی مخالفت میں اہم کردار

۱۹۲۸ء میں جبریہ تعلیم کا قانون ہندوستان کے باشندوں کیلئے نافذ کیا گیا، اس قانون کی بناء پر چھ سال کی عمر سے لے کر گیارہ سال کی عمر تک کے بچوں کو سرکاری یا منظور شدہ اسکولوں میں داخل کرنا ضروری قرار دیا گیا اور جہاں اس قانون کی مزاحمت اور مخالفت کی گئی وہاں جرمانہ کی سزائیں دی گئیں اور مقدمات چلائے گئے۔

ریاست الور میں دینی تعلیم کو حکماً بند کر دیا گیا، تمام مدارس و مکاتب یک قلم توڑ دیئے گئے، اسلامی تعلیم کی کچھ شرائط کے ساتھ صرف اتنی اجازت تھی کہ پاؤ، پارہ قرآن شریف اور "مالابدمنہ" اور اردو کی تعلیم دی جائے، اس سے زائد کی اجازت نہیں تھی۔ اس قانون کے نفاذ کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دینی مکاتب جن میں قرآن شریف اور ابتدائی دینیات کی تعلیم ہوتی تھی وہ بند ہونا شروع ہوگئے اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بچے قانون کے جبر و استبداد سے مجبور ہو کر اسکولوں میں پہنچ گئے۔

ہندوستان کے وہ علماء ربانیین جنھوں نے ہر موقع پر یہاں اسلامی قدروں کی حفاظت کی وہی اس موقع پر بھی خدا کی دی ہوئی فہم و بصیرت اور اسلامی غیرت و حمیت کو سامنے رکھ کر اس کے مقابلہ کیلئے اٹھے، چنانچہ تھانہ بھون سے حضرت اقدس تھانوی، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی فاضل مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی فاضل مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند سے حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب زادمجدہ، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ، حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب زادمجدہ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور عام جلسوں اور اشتہارات و مقالات اور مضامین کے ذریعہ بڑی مؤثر کارروائی کی، ان حضرات نے اپنے مختلف فتاویٰ میں دلائل کے ساتھ اس قانون کو مداخلت فی الدین قرار دے کر عوام کو اس کی مخالفت کیلئے تیار کیا (علماء مظاہر علوم سہارنپور ص ۲۱۹ ج ۱)

اس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں، ریاست الور کے مکاتب کیلئے دوڑ دھوپ کے دوران دہلی آئے ہوئے تھے کہ اچانک خبر ملی کہ دہلی میں

بھی مکاتب ٹوٹ رہے ہیں اب مفصل حال معلوم کر کے تھانہ بھون حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جبری تعلیم کی وجہ سے دہلی میں مکاتب قرآنیہ کو حکماً توڑنے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے چنانچہ اس وقت تک گیارہ مکتب ٹوٹ چکے تھے جن میں تقریباً ۲۵۰ بچے تعلیم حاصل کرتے تھے، حضرت قدس سرہ کو سخت صدمہ ہوا اور حفاظت مکاتب کی خاطر بہت کچھ دعا مانگی۔

رسالہ جبریہ تعلیم

حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کے فرمانے پر ایک سوال اس کے متعلق لکھ کر حضرت مفتی صاحب نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت قدس سرہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا بعد ازاں سہارنپور، دیوبند اور میرٹھ سے علماء کرام کے دستخط حاصل کر کے دہلی کے علماء سے بھی تصدیق حاصل کی اور سب مجموعہ ''جبریہ تعلیم'' کے نام سے چھپوا کر شائع کیا اس کا بے حد اثر ہوا اور ایک انجمن ''خادم القرآن'' کے نام سے دہلی میں قائم ہوئی جس نے اس معاملہ میں بہت کوشش کی۔

خدا کا شکر ہے کہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی برکت سے خود دہلی میں بہت کامیابی حاصل ہوئی اور اس کے بعد کوئی مکتب ٹوٹ نہ سکا بلکہ ٹوٹے ہوئے مکتب بھی دوبارہ قائم ہوگئے اور دوسرے مقامات پر بھی دہلی کی کوشش کا بہت اثر ہوا خاص طور پر مرادآباد سہارنپور وغیرہ میں بروقت کافی روک تھام ہوگئی آپ نے تحفظ مکاتب قرآنیہ کیلئے جو سعی و جدوجہد کی اس کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ میری نجات کا ذریعہ بن جائیگی۔

لڑکیوں کیلئے جبریہ تعلیم کا قانون بنانا مذہب اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں اور کیا مسلمانوں کو اس کی مخالفت کرنی چاہئے؟

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جبریہ تعلیم کے نام سے فتاویٰ کا جو مجموعہ شائع کرایا وہ ۴۴ صفحات پر مشتمل تھا اور پہلی مرتبہ جید برقی پریس سے شائع ہوا۔

اس کے علاوہ اس موضوع پر آپ نے ۱۳۵۲ھ میں ایک فتویٰ بھی تحریر فرمایا جس پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی تصدیق موجود ہے، آپ کا یہ اہم فتویٰ امداد الاحکام جلد اول میں شائع ہو چکا ہے قارئین کرام کے مطالعہ کیلئے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے:

سوال: بعض ممبران کونسل کوشش کررہے ہیں کہ صوبہ یوپی میں لڑکیوں کے واسطے بھی جبریہ تعلیم کا

قانون بنادیا جائے کیاایسا قانون مذہب اسلام کی رو سے جائز ہے؟اگر جائز نہیں ہےتو مسلمان ممبروں کو و نیز دیگر اہل مذہب کومخالفت کرنا ضروری ہے یانہیں؟بینوا وتوجروا۔

الجواب: یہ تجویزمذہب اسلام کے سراسر خلاف ہےاوراس کا خلاف اسلام ہونا بالکل ظاہر ہےمگرافسوس کہ اس زمانہ میں ظاہر سے ظاہر بات پر بھی دلیل قائم کرنا پڑتی ہے اس لئے مختصر طور پر عرض ہے کہ لڑکیوں کی جبریہ تعلیم میں وہ خرابی بدرجہ اولی ہے جولڑکوں کی جبریہ تعلیم میں شاہد ہوچکی یعنی اس قانون کو جاری کرنے والے تعلیم قرآن و دینیات کی حتی الوسع بیخ کنی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے مگرقول خداوندی یریدون لیطفؤ نوراللّٰہ بافواھھم واللّٰہمتم نورہ ولوکرہ الکافرون کے مطابق وہ لوگ اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوتے گویا قرآن مجیدان نام نہادمسلمانوں کی اس بیہودہ سعی کودیکھ کریہ کہتا ہے ؎

قتل ایں خستہ بشمشیرتو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود

اور آنحضرت ﷺ قیامت کے روز ایسے ہی لوگوں کے بارے میں دربار خداوندی میں شکایت پیش کریں گےیارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔مسلمانوں کولازم تھا کہ لڑکوں کی تعلیم کوحدودشریعہ میں رکھتے اوراس جبریہ تعلیم کے قانون سے تعلیم قرآن شریف پرکوئی اثر نہ آنے دیتے جیسا کہ ان کو۱۳۴۶ھ میں ایک مدلل اورمفصل فتویٰ شائع کرکے آگاہ کیا گیا تھا جس پر تھانہ بھون سہارنپور، دیوبند اور دہلی وغیرہ علماء کرام نے متفقہ تصدیقات تحریر فرمائی تھیں(یہ فتویٰ مولانا الیاس صاحب مقیم نظام الدین دہلی سرپرست انجمن خادم القرآن بازار بلی ماراں دہلی نے چھپوایا تھااور مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون میں بھی موجود ہے)مگرافسوس کہ اصلاح کی بجائے اورایک قدم بربادی اورتباہی کی طرف اٹھانے لگے کہ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں میں بھی اس زہر یلےاثر کو پھیلانے کے متمنی اورساعی ہیں۔ابھی وقت ہے کہ بہت سہولت کے ساتھ مسلمان اس اخلاق اوردین کوتباہ کرنے والے قانون سے محفوظ رہ سکتے ہیں پس ان کولازم ہے کہ اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اورجان توڑ کوشش کرکےاس تجویز کومسترد کردیں۔اول تو تعلیم قرآن میں حارج ہونے سے ہی واضح ہے کہ یہ قانون خلاف شرع ہے مذہب اسلام ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتادوسرےاس میں اس خرابی کےعلاوہ جولڑکوں کے متعلق بیان کی گئی اوربھی بہت سی خرابیاں موجود ہیں جن میں سے ہرایک اس کی مستقل

دلیل ہے کہ یہ قانون شرع اسلام کے خلاف ہے بطور مشتے نمونہ از خروارے کچھ بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) اسلام میں پردہ کی بے حد تاکید وارد ہے کہ بلاضرورت گھر سے باہر قدم نکالنے ہی کی اجازت نہیں لقولہ تعالیٰ وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی اور حکم ہے ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جب زیور تک کی آواز کا پردہ ضروری ہے تو پھر عورت کی آواز کا پردہ کس قدر ضروری ہوگا اور خود عورت کو کس قدر گہرا پردہ کرنا لازم ہوگا۔

الغرض پردہ کرنا اسلام کا ایک تاکیدی حکم ہے اور آج کل بے علم اور کم فہم لوگوں نے اس پر جو شبہات کئے ہیں رسائل ذیل کے دیکھنے سے ان کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔

لطائف رشیدیہ، مؤلفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ، القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب اثبات الستور لذوات الخدور۔ القاء السکینۃ فی تحقیق ابداء الزینۃ ہر سہ از حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم۔ قول الصواب (جو ایک صاحب نے نو تعلیم یافتہ لوگوں کے مذاق کی رعایت کر کے لکھا ہے) اور ظاہر ہے کہ اس تعلیم میں پردہ ہونا محال ہے گو وہ لوگ جو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا خود دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں اس کے مدعی ہیں کہ ان زنانہ سکولوں میں پردہ کا کافی زیادہ انتظام ہے مگر ذرا غور کیا جاوے تو واضح ہوجاوے گا کہ اول تو یہ ضرورت ہی شریعت کے نزدیک اس درجہ کی نہیں جس کیلئے گھر سے نکلنے کی اجازت دی جائے اور اگر بالفرض اس کو ضرورت بھی تسلیم کر لیں تو جس درجہ میں شرعاً پردہ ضروری ہے اس کا انتظام اسکول میں ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ اکثر لڑکیاں بے خبری کی وجہ سے پورے پردہ کا خود اہتمام نہیں کر سکتیں بلکہ ان کے سرپرست ان کو ہر موقع پر مناسب ہدایت کرتے رہتے ہیں اسکول میں ان کو کون ہدایت کرے گا خاص کر جبکہ خود استانی صاحبہ بے پردگی اور آزادی کی حامی ہو پردہ کا اہتمام تو درکنار بہت جگہ بیہودہ استانی کی بدولت عفت سوز واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اسی طرح راستے میں آتے جاتے میں پوری حفاظت کا انتظام برائے گفتن ہی ہوتا ہے اور جس سکول میں استانی غیر مسلم ہو یا غیر مسلم لڑکیاں بھی تعلیم پاتی ہوں وہاں غیر مسلم عورت سے تو پردہ کا محال ہونا ظاہر ہے حالانکہ شریعت مقدسہ میں غیر مسلم عورت سے بھی ہتھیلی اور چہرے کے سوا تمام بدن کا چھپانا فرض ہے کما صرح بہ الفقہاء والمفسرون واستدلوا بقولہ

تعالی او نساء ھن ۔ اگر کوئی صاحب شبہ کریں کہ جبریہ تعلیم بالغ عورتوں کے واسطے نہیں ہے جو بے پردگی وغیرہ کا اعتراض وارد ہو سکے اس کا جواب یہ ہے کہ نابالغ پر پردہ کا حکم عائد نہ سمجھنا غلط ہے شریعت مقدسہ کی رو سے مراہقہ کا حکم بالغہ کے مثل ہے اور مراہقہ نوسال کی عمر میں شمار کی جاتی ہے کما صرح بہ الفقہاء قاطبۃ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ سات آٹھ سال کی عمر میں کسی قدر پردہ شروع کیا جاوے تا کہ زمانہ مراہقہ تک عادت ہو جاوے جیسا کہ دیندار خاندانوں میں دستور ہے اور آج کل زمانہ کی نازک حال کو دیکھتے ہوئے یہ ضرورت زیادہ شدید ہو جاتی ہے پس جب سات سالہ بچی کو پردہ میں رکھنے کی ضرورت ہے اور نوسال کی عمر میں بالغہ کے مثل حکم دیا گیا ہے تو پھر کم سنی کا وہ زمانہ کہاں بچا جس میں پردہ کی ضرورت نہ ہو اور تعلیم کے قابل ہو اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جبریہ تعلیم کا قانون بارہ سال کی عمر تک جاری ہوتا ہے جس کی زد میں یقیناً وہ لڑکیاں آتی ہیں جن پر پردہ فرض ہے بلکہ بہت سی ان میں حقیقۃً بالغ ہوتی ہیں امید ہے کہ اس مختصر تحریر میں غور کر کے حکم خداوندی کو بسر و چشم منظور کریں گے اور ہرگز اس بے حیائی کو گوارا نہ کریں گے جس طرف ان کو یہ پرفتن زمانہ بلا رہا ہے ورنہ دین اور دنیا دونوں کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔

(۲) صحیح حدیث شریف میں ہے لاتنزلوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور (کنزالعما بحوالہ ھب عن عائشۃ وسکت عنہ سیوطی فھو صحیح عندہ ایضاً) اس ارشاد مبارک میں آنحضرت ﷺ نے عورتوں کی تربیت میں سخت احتیاط کی ہدایت فرمائی ہے اور ان کو کتابت سکھلانے سے منع فرمایا ہے گو بعض خاص مواقع اس ممانعت سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں مگر عام طور پر عورتوں کو کتابت سکھلانے کی ممانعت ہی ہے کیونکہ ان کیلئے اس علم میں نفع کم ہے اور ضرر کا اندیشہ زیادہ اور اسی پر قیاس کر کے ایک علوم غیر ضروریہ مثل جغرافیہ وغیرہ کا حال بھی معلوم ہو گیا اور یہ مضامین جبریہ تعلیم کے نصاب میں لازمی ہیں اس سے بھی صاف واضح ہو گیا کہ یہ قانون مذہب اسلام کے خلاف ہے۔

(۳) مختلف عقائد و خیالات کی استانیاں اور لڑکیاں جمع ہوتی ہیں جس کے باعث لڑکیوں پر کم عقلی کی وجہ سے بہت برا اثر پڑتا ہے جس کا مشاہدہ ہزاروں جگہ ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر مسلمان اپنے ہاتھوں اپنی معصوم بچیوں کو بے دین اور بے حیا بنانا چاہتے ہیں تب تو خیر ورنہ ان کے مذہب کی حفاظت

اسی میں ہے کہ اس جبریہ تعلیم کے قانون کی سخت مخالفت کریں و ما علینا الا البلاغ۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

جواب عین صواب ہے بلکہ بعضے......مدعیان اسلام فرقے بھی اپنے خاص عقائد کے سبب فتوے کی رو سے مسلمان نہیں ہیں اگر معلّمہ اس فرقہ کی ہوئی تو مسلمان لڑکیاں اس سے بھی شرعاً و یاہی بدن چھپائیں جیسا کافر عورت سے اور اس کی دشواری اوپر معلوم ہو چکی ہے۔ کتبہ اشرف علی

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

(امداد الاحکام ج اص ۲۱۸ تا ۲۲۲)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ملفوظ گرامی

جبریہ تعلیم کے قانون کے خلاف حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جہاں تحریری خدمات انجام دیں وہیں اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی فرمائی، حکام سے گفتگو بھی ہوئی۔ایک حاکم کو اس موضوع پر گفتگو کے بعد لاجواب کرنے کا ذکر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے یوں فرمایا ہے:

جبریہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک حاکم کو گفتگو کر کے ساکت کر دیا، اس پر انہوں نے کہا کہ تقریر میں تو مجھ کو ساکت کر دیا لیکن قلم تو میرے ہاتھ میں ہے اس کا کیا تدارک کر سکو گے۔

آپ بیتی سے ایک ورق

اس کے علاوہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی معیت میں اس قانون کے خلاف جلسے بھی کرائے گئے، اسی سلسلہ کی ایک مہم کا ذکر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے یوں فرمایا ہے:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے بے تکلف اور بڑے گہرے تعلقات تھے، آپ نے ایک مکتوب گرامی بنام حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ اس کا یوں اظہار بھی فرمایا ہے ''تمہارے والد صاحب سے تو میرے بڑے مراسم اور تعلقات تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ نصیب فرمائے (تذکرۃ الشیخ ص ۹۵)

جبریہ تعلیم کے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کا تذکرہ پہلے آپ پڑھ چکے

ہیں اس سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ آپ بیتی نمبر۴ص ۱۱۴پر بھی تحریر ہے جو قارئین کی دلچسپی کیلئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

تقسیم سے پہلے انگریزوں کے زمانے میں جبریہ تعلیم کا بڑا زور تھا، میرے چچا جان نوراللہ مرقدہ اور حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ دونوں اس کے سخت مخالف تھے اور حضرت اقدس مدنی قدس سرہ اس کے موافق تھے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مدرسہ کے مفتی مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مرحوم کو اسی کام پر لگا رکھا تھا اور ان کو چچا جان قدس سرہ کی ماتحتی میں دے رکھا تھا، حضرت حکیم الامت کی اپنی مساعی جمیلہ تو ممبران اسمبلی وغیرہ کے نام خطوط اور وفود کی تھیں، اس زمانہ میں ایک رسالہ اس ناکارہ نے قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم تالیف کیا تھا، اور چچا جان و مولانا عبدالکریم صاحب کی مساعی اس کے خلاف جلسوں وغیرہ کے کرنے کی تھیں، جگہ جگہ جلسے کرایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ یہ دونوں دوپہر کے وقت تشریف لائے، کھانے کیلئے دسترخوان بچھ چکا تھا، چچا جان نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس ایک کام کیلئے آئے ہیں، میں نے عرض کیا ارشاد فرماویں، فرمایا کہ دہلی میں ایک بہت بڑا جلسہ جبریہ تعلیم کے خلاف کرنا ہے اور حضرت مدنی کی صدارت میں کرنا ہے، تجھے دیوبند جانا ہوگا، میں نے عرض کیا کہ ضرور لیکن حفظ کا استثناء تو میری سمجھ میں آتا ہے ناظرہ کا سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ حفظ پر تو دوسرے کام سے ضرور اثر پڑتا ہے لیکن ناظرہ میں کچھ تاخیر ہو جاوے اور اس کے ساتھ وہ اردو حساب بھی پڑھ لیں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے، چچا جان نے فرمایا کہ مناظرہ مت کرو چلو، میں نے عرض کیا کہ وہاں تو مجھے ہی بولنا پڑے گا پہلے کچھ سمجھ تو لوں۔

مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ حضرت تھانوی نے دونوں کا استثناء کرنے کیلئے فرمایا ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت تھانوی کون بزرگ ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ یہ سن کر ان کا چہرہ غصے سے لال ہوگیا، یہاں سے اٹھ کر چچا جان سے کہنے لگے کہ اس کے تو عقائد خراب ہوگئے ہیں، چچا جان نے ان ہی کے سامنے مجھے یہ فقرہ سنایا، میں نے کہا تعجب ہے مولوی صاحب آپ اتنے اونچے ہو کر بھی یہ بات نہ سمجھے، حضرت تھانوی زادمجدہم کا ارشاد میرے اور آپ کیلئے حجت ہے لیکن جن سے بات کرنے جارہے ہو ان کی حیثیت تو معاصر کی ہے اور لیگ و کانگریس کی وجہ سے آپ کے تعلقات جیسے ہیں وہ آپ کو معلوم ہیں اور مجھے بھی، ان کیلئے یہ چیز حجت نہیں بنے گی کہ مولانا تھانوی نے فرمایا ہے، کوئی

دلیل بتائی جائے جو ان کو سمجھائی جائے، اتنے میں گاڑی کا وقت ہوگیا اور ہم لوگ دو بجے والی گاڑی سے دیوبند گئے، چچا جان آگے آگے، ان کی بائیں جانب ذرا پیچھے کو میں اور میری دائیں طرف چچا جان کے پیچھے مولوی عبدالکریم صاحب۔

حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کے دروازہ پر جب پہنچے تو حضرت اپنے مردانہ مکان کی سہ دری سے باہر کو تشریف لا رہے تھے، ملاقات پر بہت ہی اظہارِ مسرت کے ساتھ مجھ سے فرمایا کہ دہلی سے آرہے ہو، میں نے عرض کیا کہ یہی حضرات سہارنپور سے آرہے ہیں، اس گاڑی سے دہلی سے آئے تھے اور مجھے ساتھ لے کر بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے ہیں، بہت تیز لہجہ میں فرمایا کہ کیا حکم ہے؟ میں نے کہا کہ یہ لوگ دہلی میں ایک بہت بڑا اجلاس حضور کی صدارت میں جبریہ تعلیم کے خلاف کرنا چاہتے ہیں، غصہ آگیا فرمایا کہ میں ہرگز صدارت نہیں کروں گا تم لوگ سب کو جاہل رکھنا چاہتے ہو، میں نے کہا حضرت جی آپ ساری دنیا کو عالم بنا دیں ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ جو قرآن پاک پڑھ رہے ہیں ان کو جبر نہ لیں، قرآن شریف کا بہانہ کرکے یہ لوگ تعلیم سے ہٹ جاتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ تشریف تو رکھئے بیٹھ کر بات کریں گے، کمرے میں تشریف لے گئے، میں نے عرض کیا کہ خارج اوقات میں حفظ قرآن کیسے ہوسکتا ہے؟ سارا دن محنت کرکے بھی مشکل سے یاد ہوتا ہے، فرمایا کہ میں نے تو جیل میں یاد کیا تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ یہی ریزولیشن پاس کرا دیجئے کہ جس کو قرآن پاک حفظ کرنا ہے وہ جیل میں چلا جائے، اس پر ہنس پڑے، میں نے عرض کیا حضرت جلسہ تو ہوگا اور آپ کی صدارت میں ہوگا، اللہ جل شانہ بہت ہی بلند درجات عطا فرمائے، ان کی شفقت، محبت یاد کرکے رونے کے سوا کیا ہوسکتا ہے، ایسا خوش دلی سے استقبال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا اسی گاڑی سے چلنا ہے، میں نے عرض کیا کہ ابھی نہیں، ابھی تو آپ سے منظوری لینی ہے اور ڈائری میں تاریخ لکھوانی ہے، اس کے بعد یہ لوگ دہلی جا کر جلسے کا انتظام کریں گے، حضرت نے اپنی ڈائری نکالی اور اس میں مولانا الیاس صاحب کا جلسہ نوٹ فرمالیا اور تاریخ بتلا دی، اس کے بعد پھر جوش میں فرمانے لگے میں حفظ کے استثناء کو تو کہوں گا مگر ناظرہ کے استثناء کی کوئی وجہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ مضمون کی آپ پر کوئی پابندی نہیں جو چاہے آپ ارشاد فرمادیں، چچا جان نے کچھ بولنا چاہا، میں نے عرض کیا کہ نہیں، حضرت واقعہ یہ ہے کہ آپ پر مضمون میں کوئی پابندی نہیں چاہے آپ یہی فرمادیں کہ جس کو حفظ کرنا ہے وہ جیل میں

جائے ،قرار یہ پایا کہ فلاں تاریخ کو چار بجے ایکسپریس سے یہ نا کارہ سہارنپور سے سوار ہوگا اور اس گاڑی سے دیوبند سے حضرت مدنی سوار ہوں گے اور نو بجے رات کے دہلی میں جلسہ ہوگا، جب دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے تو سارا پلیٹ فارم لوگوں سے بھرا ہوا تھا، شیخ الاسلام زندہ باد، جمعیت علماء زندہ باد، کانگریس زندہ باد کے نعروں سے پورا اسٹیشن گونج رہا تھا اور میں سارے راستے یہ سوچتا رہا کہ اگر حضرت نے ناظرہ کے عدم استثناء کا اعلان کر دیا تو اور مصیبت آ جائے گی، اسٹیشن پر مجمع کے درمیان میں حضرت مولانا الحاج مفتی کفایت اللہ بھی موجود تھے، ان کو دیکھ کر میرا دل خوش ہوگیا اس لئے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس سیہ کار کی بات کی بہت ہی وقعت تھی، اس لئے کہ بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کی ممبری جمعیت کے مشوروں میں وقف بل کے مسئلہ میں اس کی نوبت آئی کہ جب میری رائے مفتی صاحب کے خلاف ہوئی یا تو انہوں نے میری رائے خوشی سے قبول فرمائی یا بڑی فراخ دلی سے یہ لکھ دیتے کہ بعض مخلص اہل علم کی رائے یہ ہے، وقف بل کے مسودے میں بھی یہ لفظ میری رائے کے ساتھ بغیر نام کے چھپا ہوا ہے۔

اتفاق سے مفتی صاحب اسی ڈبے کے قریب تھے جس میں نا کارہ اور حضرت مدنی تھے، حضرت مدنی قدس سرہ تو استقبال والوں کے مصافحے میں ایسے پھنسے کہ کوئی حد نہیں اور چاروں طرف سے مجمع ان پر گرنے لگا اور میں نے مفتی صاحب کو بہت ہی غنیمت سمجھا، ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچ لیا اور میں نے عرض کیا کہ استثناء ناظرہ اور حفظ والوں کا کرنا ہے اور یہ حضرت حفظ کیلئے تو تیار ہیں مگر ناظرہ کو نہیں مانتے، مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے کہنے لگے کہ نہیں استثناء تو دونوں ہی کا ہونا چاہیے، میں نے کہا کہ ہاں بغیر اس کے کام نہیں چلے گا، جلسے میں جا کر تقریر شروع ہو جائے گی راستے میں ہی نمٹ لیں، حضرت مدنی قدس سرہ کی عادت شریفہ یہ تھی جس کا بارہا مشاہدہ میں نے خود بھی کیا کہ مفتی صاحب کی بات حضرت کے یہاں بہت وقیع اور اہم سمجھی جاتی تھی، بارہا میں نے دیکھا کہ حضرت نے اپنی رائے پر مفتی صاحب کی رائے کو ترجیح دی، مفتی صاحب میرے کہنے پر آگے بڑھے اور میں ذرا فصل سے پیچھے پیچھے کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ کہلوا رہا ہے، مفتی صاحب نے اسٹیشن کے زینے پر حضرت کے قریب ہو کر کان میں کہا حضرت استثناء حفظ اور ناظرہ دونوں کا کرنا ہے، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کسی نے بات کرتے ہوئے دیکھا ہوگا تو اس کو اندازہ

ہوگا کہ کس طرح گردن ہلا کر بات فرمایا کرتے تھے، میرے سامنے تو وہ منظر خوب ہے، حضرت نے نہایت جوش میں فرمایا کہ نہیں ناظرہ کے استثناء کی کوئی وجہ نہیں، مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت پہلے چند پارے ناظرہ پڑھ کر ہی تو حفظ میں لگتے ہیں، جب وہ ناظرہ میں اور کام میں لگ جائیں گے تو پھر ان کو حفظ کا وقت کب ملے گا، حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھا، سیدھے جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے، جلسے کی شروعات بہت پہلے سے ہو چکی تھیں، سیدھے ممبر پر تشریف لے گئے اور جاتے ہی وہ زوردار تقریر اپنی مہربان گورنمنٹ کے خلاف کی کہ لطف آ گیا اور کہا کہ ہمارے دین کو خراب کرنا چاہتی ہے اور ہمارے قرآن کو ضائع کرنا چاہتی ہے، اس کو ہمارے مذہب میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے، ہم اپنے قرآن پاک کی تعلیم کو کبھی ضائع نہ ہونے دیں گے، ناظرہ کا بھی استثناء کرنا ہوگا اور حفظ کا بھی استثناء کرنا ہوگا، چچا جان بہت ہی حیرت اور سوچ میں یہ سمجھے کہ راستے میں کوئی گفتگو مجھ سے ہوئی ہوگی، غرض بہت زوردار جوش وخروش، گورنمنٹ برطانیہ کو گالیاں دے کر اور ایک ریزولیشن قرآن پاک کی تعلیم خواہ حفظ کی ہو یا ناظرہ کی ہو جبر یہ تعلیم سے مستثنیٰ ہونا نہایت ضروری ہے، تقریباً ڈیڑھ بجے تک جلسہ اور اس کے بعد مختصر سا کھانا نوش فرما کر علی الصباح دیوبند تشریف لے آئے اور آ کر بخاری کا سبق پڑھایا، بعد میں چچا جان نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری کوئی گفتگو ریل میں ہوئی ہوگی، میں نے کہا بالکل نہیں۔ (آپ بیتی ۲ص ۱۱۷)

سید عبدالملک ترمذی متعلم جامعہ حقانیہ

تحفظ پرسنل لاء وقیام محکمہ قضاء سے متعلق یادگار خدمت

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات وخدمات کے ضمن میں پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ہندوستان میں حسب سابق مسلم قاضی کے تقرر کیلئے علماء ہند اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے بڑی کوشش کی، میرٹھ میں ایک انجمن نصب القضاء قائم ہوئی، اس نے حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا رسالہ ''القول الماضی فی نصب القاضی'' وغیرہ شائع کر کے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا اور حکومت ہند سے پرزور مسلم قضاۃ کے تقرر کا مطالبہ کیا گیا، اس سلسلہ میں ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۸ء ایک جلسہ دہلی میں منعقد ہوا، جس میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، مسٹر محمد علی گوہر مرحوم وغیرہ نے شرکت کی۔ اس عظیم جلسہ میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کی نمائندگی کا اعزاز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حکم سے حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کو حاصل ہوا۔

اس دور میں جب بعض مسلمان ممبران کونسل نے گورنمنٹ سے اس کیلئے مطالبہ کرنا چاہا تو جناب حاجی عزیز الرحمٰن صاحب رئیس قصبہ اینچولی میرٹھ نے سات سوالات پر مشتمل ایک استفتاء مرتب کر کے حضرات علماء کرام کی خدمت میں برائے جواب پیش کیا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ (جو اس وقت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مفتی تھے) نے بھی تفصیلاً ان سوالات کا جواب تحریر فرمایا اور دلائل کی روشنی میں مسلمانوں کیلئے نصب قضاۃ کی ضرورت واہمیت کو واضح فرمایا اور گورنمنٹ سے مسلمانوں کے اس جائز اور ضروری مطالبہ کے پورا کرنے پر بھی زور دیا۔ آپ کا تحریر کردہ یہ مدلل ومفصل فتویٰ اس قدر مقبول ہوا کہ اس دور کے تمام علماء کرام وفقہاء عظام نے اسے قبول فرمایا اور اس پر تائید میں دستخط فرمائے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ آج سے اکیاسی سال قبل ۱۳۴۷ھ میں تحریر فرمایا، پہلی مرتبہ ۱۹۲۸ء میں الخلیل مشین پریس میں طبع ہوا جسے شہر میرٹھ کے قاضی جناب محمد بشیر الدین نے شائع فرمایا، پھر رسالہ الایمان دہلی بابت ماہ اکتوبر ونومبر ۱۹۳۳ء بمطابق رجب وشعبان ۱۳۵۲ھ نے

بھی اسے شائع کیا اور اس کے بعد اب ماہنامہ الحقانیہ کی اس خصوصی اشاعت میں شائع ہو رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ چونکہ نصب القضاء من العامہ کی عدم صحت اور تولیۃ القضاء من الکافر کو جائز سمجھتے تھے جیسا کہ امداد الاحکام ص ۲۰۶، ۲۰۷ ج ۲ اور الحیلۃ الناجزہ ص ۱۶ مطبوعہ دارالاشاعت کے حاشیہ سے واضح ہے اور یہی موقف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا بھی تھا اس لئے آپ نے اپنے اس فتویٰ میں تولیۃ القضاء من الکافر کی صحت کی بنیاد پر ہی گورنمنٹ برطانیہ سے تقرر قضاۃ کا مطالبہ فرمایا تھا اور ۱۹۴۱ء میں ہند اسمبلی میں ''قاضی مسلم بل'' کے نام سے جو بل آپ نے پیش فرمایا تھا وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔

اس ضروری تمہید کے بعد اب یہ فتویٰ اور تصدیقات ملاحظہ فرمائیں۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آج کل بعض مسلمان ممبران کونسل گورنمنٹ سے یہ درخواست کرنے والے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے منصب قضاء قائم کر دیا جائے، اس کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) کیا شرعاً مسلمانوں کیلئے نصب قاضی ضروری ہے؟

(۲) قاضی کی تعریف کیا ہے اور کون شخص قاضی بن سکتا ہے؟

(۳) کن کن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے؟

(۴) جن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے ان میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر ہے یا نہیں؟

(۵) اگر کسی جگہ کے مسلمان بطور خود اتفاق کر کے فسخ نکاح وغیرہ کیلئے کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی شرعی ہوگا یا نہیں اور اس کے فیصلے ان معاملات میں جن میں قاضی کی ضرورت ہے معتبر ہوں گے یا نہیں؟

(۶) اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے ہندوستان میں کسی مسلمان کو فسخ نکاح وغیرہ کیلئے قاضی بنادے تو وہ قاضی شرعی ہوسکتا ہے یا نہیں اور اس کے فیصلے فسخ نکاح وغیرہ میں معتبر ہوں گے یا نہیں؟

(۷) مسلم ممبران کونسل جو درخواست نصب قاضی کے متعلق کونسل میں پیش کرنے والے ہیں اس میں عامہ مسلمین کو ان کے ساتھ اتفاق کرنا چاہیے یا نہیں؟

سائل:
حاجی عزیز الرحمٰن صاحب رئیس قصبہ پھولی میرٹھ

الجواب

قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے جہاں قدرت ہو جیسے دارالاسلام اور جہاں قدرت نہ ہو جیسے ہندوستان تو وہاں حکومت سے اس کے متعلق درخواست کرنا ضروری ہے۔

(۱) قال فی البدائع فنصب القاضی فرض لانه ینصب لاقامة امر مفروض وهو القضاء قال اللّٰه سبحانه وتعالٰی ...... لنبینا المكرم علیه افضل الصلٰوة والسلام فاحكم بینهم بما انزل اللّٰه،والقضاء هو الحكم بین الناس بالحق والحكم بما انزل اللّٰه عزوجل فكان نصب القاضی لاقامة الفرض فكان فرضًا ضرورة......وقد سماه محمد فریضة محكمة لانه لایحتمل النسخ لكونه من الاحكام التی عرف وجوبها بالعقل والحكم العقلی لایحتمل الانتساخ واللّٰه تعالٰی اعلم ملخصًا۔

(۲) فی العالمگیریه والقضاء فی الشرع قول ملزم یصدر عن ولایة عامة كذا فی خزانة المفتین......ولاتصح ولایة القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشهادة كذا فی الهدایة من الاسلام والتكلیف والحریة وكونه غیر اعمی ولا محدودا فی قذف ولا اصم ولا اخرس واما الاطرش وهوالذی یسمع القوی من الاصوات فالاصح جواز تولیته كذا فی النهراه(۱۲۰ج۴)

(۳) وفی الدر المختار القضاء شرعا فصل الخصومات وقطع المنازعات ......واركانه ستة......حكم ومحكوم به وله ومحكوم علیه وحاكم وطریق واهله اهل الشهادة......والفاسق اهلها فیكون اهله لكنه لا یقلد وجوبا ویا ثم مقلده كقابل شهادته به یفتٰی اه(ص۴۱۴ج۴)

ترجمہ(۱)بدائع میں بیان کیا ہے کہ قاضی کا مقرر کرنا فرض ہے اس لئے کہ قاضی ایک فرض امر یعنی قضاء کیلئے مقرر کیا جاتا ہے،حق تعالیٰ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں ان احکام سے فیصلہ کیجئے جو خدا تعالیٰ نے نازل فرمائے اور قضاء لوگوں میں حق بات اور ما انزل اللہ کا امر کرنا ہے،

پس قاضی کا مقرر کرنا بغرض اقامت فرض ہے اس لئے فرض ہے، اور (امام) محمد نے نصب قاضی کو فرض محکم فرمایا ہے جو نسخ کو بھی محتمل نہیں کیونکہ ان احکام سے ہے جن کا ضروری ہونا عقل سے (بھی) معلوم ہوا اور احکام عقلیہ محتمل نسخ ہوتے نہیں۔

(۲) عالمگیری میں ہے شریعت میں قضاء ایک ایسا قول ملزم ہے جو صادر ہوتا ہے (ایسے شخص سے جس کو) ولایت عامہ ہو اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے، اور قاضی کی ولایت اس وقت صحیح نہ ہوگی تاوقتیکہ اس میں شہادت کے شرائط نہ موجود ہوں اسی طرح ہدایہ میں ہے، اسلام، مکلف ہونا، آزاد ہونا، نابینا نہ ہونا، تہمت زنا میں سزا یافتہ نہ ہونا اور گونگا بہرہ نہ ہونا، لیکن وہ بہرہ جو زور کی آوازوں کو سن سکتا ہو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی تولیت جائز ہے کذا فی النہر (ص ۱۶۰ ج ۴)

(۳) اور درمختار میں ہے قضاء شرع میں خصومات و منازعات کو توڑنے اور جدا فیصلہ کرنے کا نام ہے اور اس کے چھ ارکان ہیں حکم اور محکوم بہ اور محکوم لہ (یعنی مدعی) اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ اور حاکم اور قضاء کا طریق، اور قضاء کے اہل اہل شہادت ہیں اور فاسق شہادت کا اہل ہے تو قضاء کا بھی اہل ہوگا، یعنی اگر قاضی بنادیا جاوے تو اس کا حکم نافذ ہو جاوے گا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ بنایا جاوے اور بنانے والا گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنے والا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کیلئے صاحب حکومت ہونا رکن قضاء ہے کہ جس مقام پر وہ قضاء کرتا ہے وہاں پر اس کی ولایت اور حکومت عام ہو کسی فرقہ پر ہو اور کو خاص خاص معاملات میں ہی ہو۔قال فی رد المحتار ثم القاضی تتقید ولایتہ بالزمان والمکان والحوادث اھ (ص ۴۶۲ ج ۴)

غیر صاحب حکومت قاضی نہ ہوگا اور صحت قضاء کیلئے قاضی میں ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے، مسلمان ہو کافر نہ ہو، عاقل بالغ ہو، آزاد ہو غلام نہ ہو، سوانکھا ہو اندھا نہ ہو، محدود فی القذف نہ ہو اور بہرا گونگا نہ ہو، باقی اونچا سنتا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں اور ضروری ہے کہ قاضی عالم بھی ہو، اگر مسلمان کو جو جاہل ہے قاضی بنادیا جائے اور وہ مقدمات میں علماء سے استفتاء کر کے فیصلہ کردے یہ بھی ممکن ہے مگر بہتر نہیں، کیونکہ علماء کے جواب کو بخوبی سمجھنے میں جاہل سے کوتاہی ہوگی اور غلطی کرے گا اور عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو قاضی بنالینے سے مسلمان گنہگار ہوں گے جبکہ حکومت کی طرف سے ان کو

انتخاب کا حق دیا جائے، اور اگر فاسق کو قاضی بنا دیا جائے تو وہ قاضی ہو جائے گا مگر فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں، اور فاسق وہ ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور توبہ نہ کرے یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہو، باقی جن مسائل میں قضاء قاضی یعنی حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے جن کا ذکر آتا ہے ایسے مسائل میں حاکم کافر کا فیصلہ ہرگز کافی نہیں، حاکم کافر کے فیصلہ سے نہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے، نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے، نہ ثبوت نسب ہو سکتا ہے، نہ مفقود کو میت کہا جا سکتا ہے وغیر ذلک۔

شریعت محمدیہ اور ملت اسلامیہ میں بعض معاملات ایسے ہیں جن میں قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا فیصلہ معاملہ کو فیصل کر سکتا ہے حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کسی درجہ میں مفید نہیں ہو سکتا بلکہ شرعاً حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کالعدم اور غیر قابل اعتبار ہے۔

نمونہ کیلئے چند مسائل کا ذکر کرتا ہوں جن میں مسلمانان ہندوستان کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

(الف) کسی لڑکی کا نکاح بلوغ سے پہلے اس کے ولی نے جو باپ دادا کے سوا ہو کر دیا ہو اور بالغ ہونے پر لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں تو اس نکاح کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم چند شرائط کے ساتھ فسخ کر سکتا ہے، حاکم غیر مسلم اگر فسخ کرے گا تو وہ فسخ معتبر نہ ہوگا (شامی معہ درمختار ص ۴۸٦ ج ۲، ہدایہ ص ۲۹۷)

(ب) کسی بالغ عورت نے اپنا نکاح خاندانی مہر سے کم مقدار پر یا کسی غیر کفو سے بدوں رضائے ولی کے خود کر لیا تو اصل مذہب میں خاندان والوں کو حق دیا گیا ہے کہ وہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں دعویٰ کر کے پہلی صورت میں مہر پورا کرائیں اور دوسری صورت میں نکاح کو فسخ کرا دیں (شامی معہ درمختار ص ۴۸٦ ج ۲، ص ۵۳۱ ج ۲) فسخ کرنا قاضی ہی کا یعنی حاکم مسلم کا کام ہے دوسرے کا نہیں۔

(ج) کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا یا بدنیتی سے ہاتھ لگایا تو یہ عورت اپنے شوہر کیلئے حلال نہیں رہی مگر نکاح اس وقت تک نہیں ٹوٹتا جب تک قاضی یعنی حاکم مسلم نکاح کو فسخ نہ کر دے یا زوجین خود قطع تعلق نہ کر دیں اور آج کل بعض دفعہ شوہر قطع تعلق نہیں کرتا تو بدوں قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ایسی عورت کو سخت تکلیف ہوتی ہے (شامی معہ درمختار ص ۶۳ ج ۲)

(د) شوہر نامرد ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو اس نکاح کو ایک سال کی مہلت دینے کے بعد

قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کرسکتا ہے (عالمگیری ص ۱۵۷ ج ۲) بدوں قاضی یعنی حاکم مسلم کے ایسی صورت میں عنین کی بیوی کو سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

(ہ) اسی طرح شوہر مجنوں ہوجائے تو اس کے نکاح کو بھی قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کرسکتا ہے (عالمگیری)

(و) کسی عورت کا خاوند لاپتہ ہے تو اس کی بیوی کو ایک خاص مدت کے بعد جس کی تحقیق کتب مذہب میں موجود ہے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم ہی مفقود کے نکاح سے خارج کرسکتا ہے (عالمگیری)

(ز) اگر شوہر کسی وقت اپنی بیوی کو زنا سے متہم کرے یا اس کی اولاد کو غیر مرد کی بتلاوے تو عورت عدالت قاضی میں یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں مرافعہ کرکے لعان کرسکتی اور اپنی ہتک حرمت کا بدلہ لے سکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو شوہر کو اگر وہ جھوٹا ہو اس تہمت کی سزا ملے گی یا نکاح فسخ کرادیا جائے گا (عالمگیری ص ۱۵۱ و ۱۵۲ ج ۲)

(ح) اگر کسی نابالغ لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو اور پرورش کیلئے جلدی نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی لاوارث لڑکیوں کا ولی قاضی یعنی حاکم مسلم ہے (عالمگیری ص ۱۱ ج ۲) بدوں قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ان مسائل میں مسلمانان ہند کو بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے، ہم نے مدارس عربیہ میں ایسے سوالات کے جوابات میں علماء کو یہی لکھتے دیکھا ہے کہ اگر قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم مفقود کی موت کا حکم کردے یا عنین کا نکاح فسخ کردے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے اور قاضی شرعی نہ ہو یعنی حاکم مسلم نہ ہو تو عورت کو بجز صبر کچھ چارہ نہیں۔

(ط) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر یہ دعویٰ کرے کہ میں نے ہوش حواس کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ میں مدہوش یا مغلوب الغضب تھا تو اس صورت میں عورت کو شوہر کے اس قول کی تصدیق جائز نہیں بلکہ اس مقدمہ کا مرافعہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں لازم ہے، اگر وہ اس طلاق کو طلاق تسلیم نہ کرے جس کے خاص شرائط ہیں تب تو عورت شوہر کے پاس رہ سکتی ہے ورنہ نہیں رہ سکتی (شامی معہ الدر باب طلاق المدہوش ج ۲)

(ی) کسی نے نکاح فاسد کرلیا تو اس نکاح کو قاضی یعنی حاکم مسلم فسخ کرسکتا ہے یا شوہر بیوی کو خود چھوڑ دے (عالمگیری ص ۱۴۰ ج ۲) اگر وہ نہ چھوڑے تو بدوں قاضی یعنی حاکم مسلم کے عورتوں کو اس

حالت میں سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

یہ چند مسائل صرف باب نکاح کے بطور نمونہ کے عرض کئے گئے ہیں باقی ابواب نسب، وقف ومیراث وغیرہ جو مسائل قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے وجود پر موقوف ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں جن میں بدوں قاضی کے یعنی حاکم مسلم کے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہے اوراس تکلیف کووہ بدوں گورنمنٹ کے امداد کے حل نہیں کر سکتے کیونکہ قاضی یعنی حاکم کیلئے مسلم ہونے کے ساتھ صاحب حکومت ہونا بھی ضروری ہے، اگر کسی جگہ کے مسلمان ازخود کسی کو قاضی بنانا چاہیں تو وہ قاضی نہ ہوگا محض حکم اور ثالث ہوگا جس کا فیصلہ اسی وقت مفید ہوسکتا ہے جبکہ مدعی ومدعاعلیہ دونوں اپنا معاملہ اسکے سپرد کردیں، اوراگر ایک فریق سپرد کرنا چاہے اور دوسرا نہ کرنا چاہے تو اس صورت میں ثالث اور حکم کا فیصلہ کسی درجہ میں معتبر نہیں۔

(۴) قال فی العالمگیریہ والقضاء فی الشرع قول ملزم یصدر عن ولایة عامة......ولاتصح ولایة القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشهادة کذا فی الهدایة من الاسلام والتکلیف والحریة الخ (ص۲۰ا ج ۴)

وفیها ایضًا واذا اجتمع اهل بلدة علی رجل وجعلوه قاضیًا یقضی فیما بینهم لایصیر قاضیًا الخ (ص۱۶۴ ج ۲)

ترجمہ(۴)عالمگیری میں ہے شریعت میں قضاء ایسے قول واجب العمل کا نام ہے جس کا صدور ولایت عامہ سے ہو، اور قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں شہادت کے شرائط موجود نہ ہوں جیسا کہ ہدایہ میں ہے اسلام اور تکلیف اور حریت (ص۴۰ا ج ۴)

اسی عالمگیری میں ہے جب ایک شہر والے کسی آدمی پر متفق ہوکر اسے قاضی بنالیں جو ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اس کارروائی سے قاضی نہیں بنتا۔

ان عبارات میں تصریح ہے کہ قاضی کیلئے مسلم ہونا، صاحب حکومت ہونا شرط ہے اور یہ کہ کسی جگہ کے مسلمان ازخود کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ صاحب حکومت قاضی وہی ہوسکتا ہے جو سلطنت کی طرف سے مقرر کیا جائے ،اس لئے گورنمنٹ کی امداد کے اس مسئلہ میں مسلمانان ہند سخت محتاج ہیں کیونکہ بدوں قاضی یعنی حاکم مسلم کے بعض مسائل میں ان کا دین برباد ہوتا ہے اور غیر مسلم حکام کا فیصلہ ان مسائل میں جو قضاء قاضی یعنی حاکم مسلم کے فیصلہ کے محتاج ہیں محض

لغو اور کالعدم ہے، اس لئے مسلمانوں کو پوری مستعدی کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرنا چاہیے کہ وہ ہندوستان میں منصب قضاء کو قائم کر کے اپنی مسلم رعایا کو ان مشکلات سے نجات دے، اور جب تک منصب قضاء کی تجویز مکمل ہو اس وقت تک کیلئے کم از کم یہی قانون کر دیا جائے کہ جو مسائل قضاء قاضی کے محتاج ہیں ان کا فیصلہ غیر مسلم حکام نہ کریں بلکہ ایسے مقدمات مسلم حکام ہی کے سپرد ہوں، مسلم حکام کو ہدایت کی جائے کہ ان مسائل میں علماء سے صورت مقدمہ بیان کر کے شرعی حکم حاصل کریں اور شرعی فتوے کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ کر دیں اور اپنے فیصلہ کے ساتھ عالم کے فتوی کو بھی منتھی کر دیں جیسا کہ تقسیم میراث و ترکہ کے مقدمات میں کبھی ایسا ہی کیا جاتا ہے۔

اگر یہ صورت بھی ہو جائے تو مسلمانان ہند کی مشکلات میں کچھ کمی ہو جائے گی، ہمیں قوی امید ہے کہ گورنمنٹ ہماری اس درخواست پر ضرور توجہ کرے گی اور اپنی مسلم رعایا کو شکر و امتنان کا موقع دے گی واللّٰہ المستعان فی کلّ مآب، ھو المیسّر لکلّ صعاب۔

(۵) قال فی الدر ویجوز تقلّد القضاء من السّلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اھ (ص۴۶۸ ج۴)

وفی العالمگیریۃ والاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السّلطان الذی یقلّد کذا فی التتار خانیۃ اھ (ص۲۶۰ ج۴)

ترجمہ (۵) درمختار میں ہے کہ عہدۂ قضاء کا عادل بادشاہ اور ظالم دونوں سے قبول کرنا جائز ہے اگر چہ وہ کافر ہو، ملا مسکین وغیرہ نے (صراحۃً) ذکر کیا ہے، مگر جب کہ وہ بادشاہ اس کو حق پر قضاء کرنے سے روکے تب وہ عہدہ حرام ہے۔

عالمگیری میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اس بادشاہ کے اندر جو قاضی بنائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان کو قاضی بنا دے اور جن مسائل میں قضاء قاضی یعنی مسلم حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہے ان میں اس کو فیصلہ کا اختیار دے دے تو وہ شرعی قاضی ہو جاوے گا اور اس کے فیصلے فسخ نکاح و ایقاع وطلاق وثبوت حکم موت ومفقود وغیرہ میں نافذ ہوں گے بشرطیکہ اس کو موافق حکم شرع فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے خلاف حکم شرع فیصلہ

پر مجبور نہ کیا جائے۔

(۲) قال فی العالمگیریہ واذا اجتمع اھل بلدۃ علی رجل وجعلوہ قاضیًا یقضی فیما بینھم لایصیر قاضیًا ولو اجتمعوا علی رجل وعقدوا معہ عقد السلطنۃ اوعقد الخلافۃ یصیر خلیفۃ وسلطانًا اھ (ص۲۶۴ج۳)

ترجمہ(۲) عالمگیری میں ہے جب ایک شہر کے رہنے والے دوسرے کسی قاضی پر متفق ہوں اور اس کو اپنے مابین قضاء کیلئے قاضی بنالیں تو اس سے قاضی نہیں بنتا اور اگر ایک آدمی پر جمع ہوجائیں اور اس سے سلطنت یا خلافت کا عقد کرلیں تو خلیفہ اور سلطان ہوسکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ کے مسلمان بطور خود بدوں گورنمنٹ کی اجازت کے اگر کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا کیونکہ اس کی ولایت عامہ نہ ہوگی، البتہ حَکَم ہوجائے گا جس کا فیصلہ اسی وقت معتبر ہوگا جبکہ مدعی ومدعا علیہ دونوں رضامندی سے اپنے معاملہ کو اس کے سپرد کردیں، اور اگر ایک نے سپرد کیا اور دوسرے نے سپرد نہ کیا تو اس صورت میں حکم کا فیصلہ کالعدم ہے اور فریقین باہمی رضامندی سے اگر کسی کو حاکم بنالیں اور وہ موافق شرعی حکم کے فیصلہ کردے تو اسے بھی فسخ نکاح وغیرہ کا اختیار ہوگا اور اس کے فسخ سے بھی نکاح فسخ ہوجائے گا، یعنی جب معاملہ سپرد کردیا گیا اور فیصلہ تک حَکَم سے کسی فریق نے رجوع نہ کیا تو اب حکم کا فیصلہ بھی مثل فیصلہ قاضی کے لازم اور نافذ ہوجاوے گا پھر کوئی فریق اس کو توڑ نہیں سکتا بشرطیکہ وہ فیصلہ موافق حکم شرع ہو۔

قال الشامی اما المحکم فشرطہ اھلیۃ القضاء ویقضی فیما سوی الحدود والقصاص اھ (ص۲۶۲ج۴)

وفیہ ایضًا التحکیم عرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینھما...... فحکم بینھما ببینۃ او اقرار اونکول ورضیا بحکمہ (الی ان حکمہ احتراز عما لورجعا عن حکمہ) الی ان حکم......احتراز عما لو رجعا عن تحکیمہ قبل الحکم اوعما لورضی احدھما فقط (شامی) صح لوفی غیر حد وقودودیۃ علی عاقلۃ الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وھذہ لاتجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم وینفرد احدھما بنقضہ ای التحکیم بعد وقوعہ......فان حکم لزمھما

ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ اھ (ص ۴۴۵ ج ۴)

ترجمہ: شامی میں ہے حکم کیلئے شرط ہے کہ وہ قضاء کا اہل ہو، ماسوا حدود اور قصاص میں قضاء کرے۔ اسی شامی میں ہے سرپنچ بنانا مدعی اور مدعا علیہ کا کسی کو اپنے اوپر حاکم مان لینا ہے کہ وہ سرپنچ ان کے درمیان بینہ یا اقرار یا انکار کی بناپر فیصلہ کرے اور وہ دونوں اس کے فیصلے پر راضی ہو جائیں، اور اگر سرپنچ کے فیصلہ کرنے سے پیشتر اس کے حکم ہونے سے رجوع کرلیں یا خالی ایک ہی راضی رہے ایک نہ رہے تو یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا، شامی۔ حکم کا فیصلہ حد اور قصاص اور دیت کے سوا نافذ ہوگا کیونکہ حکم یعنی سرپنچ کا حکم بمنزلہ صلح کے ہوتا ہے، ان امور میں صلح جائز نہیں تو سرپنچ بنانا بھی جائز نہ ہوگا، اور اگر ایک شخص سرپنچی کو توڑ دے بعد تسلیم کرنے کے تو اس سے سرپنچی ٹوٹ جائے گی، لیکن اگر نقض سے قبل اس نے فیصلہ کردیا تو فریقین پر لازم ہوگا اور اب ان کے معزول کرنے کی وجہ سے اس کا حکم باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ حکم ولایت شرعیہ سے جاری ہوا ہے۔

(۷) جب یہ معلوم ہو چکا کہ قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ بعض معاملات میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں بلکہ حاکم مسلم کا فیصلہ ضروری ہے تو عامہ مسلمین پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اسی شرعی ضرورت کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے درخواست کریں کہ ہندوستان میں منصب قضاء کو قائم فرما کر اپنی مسلم رعایا کو مشکلات سے نجات دے، چونکہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی راحت رسانی اور بالخصوص مذہبی معاملات میں ہر طرح کی آسانی بہم پہنچائی جانے کی ذمہ دار ہے اسلئے قوی امید ہے کہ یہ درخواست منظور ہوگی۔

نیز جو مسلم ممبران کونسل اس مسئلہ کو کونسل میں پیش کرنے والے ہیں ان کے ساتھ سب مسلمانوں کو اتفاق رائے ظاہر کرنا چاہیے اور ہر ضلع کے مسلمانوں کو اپنی طرف سے الگ الگ اس مسئلہ کی ضرورت ظاہر کرنا چاہیے کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جو بے توجہی اب تک اس مسئلہ پر ہوئی ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس ضرورت کی اطلاع اہمیت کے ساتھ کسی نے نہیں کی، امید ہے کہ گورنمنٹ بہت جلد مسلمانوں کے حال پر توجہ فرمائے گی۔

فقط

کتبہ الاحقر عبدالکریم گمتھلوی کرنالی

تصدیقات علماء کرام وفقہاء عظام

(۱) ھوالموفق

مسلمانوں کے ان منازعات باہمی رفع کرنے کیلئے جن میں قاضی کا حکم کرنا شرط ہے قاضی (یعنی حاکم مسلم) کا مقرر کرنا نہایت ضروری ہے اور قاضی کیلئے ضروری ہے کہ صاحب حکومت ہو، پس جس کو مسلمان باہمی اتفاق کے ساتھ قاضی بنائیں گے وہ قاضی نہ کہلائے گا، ہاں گورنمنٹ کا مقرر کردہ مسلم قاضی شرعی کے حکم میں ہوگا اور اس کے احکام شرعاً قابل نفاذ ہوں گے، لیکن چونکہ قاضی بنائے جانے کا وہی اہل ہے جو شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے یہ مذہب اگر مقرر کیا گیا تو وہ صحیح معنی میں قاضی نہ کہلائے گا اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس کا انتخاب علمائے اہل سنت کے ہاتھ میں ہوتا کہ وہ باہمی اتفاق کے ساتھ ایسے شخص کو پیش کر سکیں جو قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

محمد مظہر اللہ غفرلہ امام مسجد فتح پوری دہلی

(۲) ھوالموفق

ہندوستان میں نصب قاضی کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور محکمہ قضاء قائم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں جو ہولناک مصائب پیش آرہے ہیں ان کا احصاء دشوار ہے، جوابوں میں نمونے کے طور پر چند شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے بھی نصب قضاء کیلئے اب تک کوئی منظم سعی نہیں کی مگر اب ضرورت اتنی روشن ہوگئی ہے کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے پرزور درخواست کرنے اور گورنمنٹ کی جانب سے اس کے منظور اور جاری کرنے میں مزید توقف کا ہرگز موقع باقی نہیں رہا، ہزاروں عورتوں کی جانیں خطرے میں ہیں جن کا علاج محکمہ قضاء کے سوا کوئی قطعی طور پر نہیں ہوسکتا۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

۲۲ صفر المظفر ۴۷ھ

(۳) مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء کی رائے گرامی سے مجھے کلی طور پر اتفاق ۔

فقط مناظر احسن گیلانی پروفیسر کلیہ عثمانیہ حیدرآباد

(۴) میں بھی اسی مضمون کی تصدیق وتوثیق کرتا ہوں۔ (مولانا) اشرف علی تھانوی

(۵) جواب بالکل صحیح ہے اور راقم اس بارہ میں مستقل رسالہ القول الماضی فی نصب

القاضی لکھ چکا ہے جو قابل ملاحظہ ہے، اشرف المطابع تھانہ بھون سے ملے گا۔ فقط ظفر احمد عفا اللہ عنہ
از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

(۶) هو المصوّب

محکمہ قضاء کی اہمیت بہت واضح ہو چکی ہے اب گورنمنٹ سے اس کی منظوری حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں کے واسطے کوئی گھڑی انتظار کی باقی نہیں رہی، بہتیرے ایسے مسائل ہیں جن کا حل محکمہ قضاء پر موقوف ہے اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے اصلاحی صورتیں پائمال اور برباد ہو رہی ہیں، اگر موجودہ حالت مسلسل رہی تو پھر خدا معلوم مسلمانوں میں کیا قیامت برپا ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اس فریضہ مہتم بالشان کیلئے کمال جد وجہد سے کام لیں، نیز فاضل مجیب نے سوالات کو بوجہ احسن حل کردیا ہے اور محکمہ قضاء کی ضرورت کو بھی خوب واضح کردیا ہے۔

عبدالرحمٰن مدرس دوم مدرسہ نعمانیہ امرتسر

(۷) محکمہ قضاء اسلام میں اہم الاہم ہے لہذا گورنمنٹ اس امر کی طرف ضرور بالضرور توجہ مبذول کرے ورنہ امور موقوف علی القضاء جیسے مسلمانوں کے منصب قضاء سے غفلت کی وجہ سے اب تک پائمال تھے اب حکومت کی عدم توجہ کی وجہ سے رہیں گے جو کہ رعایا پروری کے خلاف ہے۔

عبدالکبیر مدرس مدرسہ نور الحق امرتسر

(۸) هذا هو الحق الصريح وهو احق بالاتباع

محمد یوسف امام ومدرس در مسجد بابو علی بخش امرتسر

(۹) هذا هو الحق وبالاتباع احق نور احمد عفی عنہ

(۱۰) محکمہ قضاء کی ضرورت میں کسی کو کلام نہیں اس کے اجراء میں بے شمار مصالح ہیں نمونہ کے طور پر فاضل مجیب نے کچھ ظاہر فرما دیا ہے، اس میں کوشش کرنا بہت بڑا جہاد ہے اور اہل اسلام پر احسان ہے۔

انا احقر الزمن محمد حسن عفی عنہ مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر واقع جامع مسجد خیر الدین مرحوم

(۱۱) بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

واقعی محکمہ قضاء کا قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور مہتم بالشان امر ہے، بہت سے مسائل ضروریہ

اور واقعات موجودہ کا فیصلہ قضاء پر موقوف ہے لہٰذا بہت ضرورہے کہ سربرآوردگان اسلام گورنمنٹ ہند سے پرزور درخواست کرکے اس کو منظور کرادیں اور گورنمنٹ کے فرائض میں سے ہے کہ مسلمانوں کے معاملات کے فیصلہ کرنے کیلئے نصب قضاۃ کا انتظام کرے، اس میں توقف کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ بہت سے وہ معاملات جو قضاء قاضی پر موقوف ہیں بوجہ نہ ہونے قاضی کے ناتمام رہتے ہیں۔

فقط عزیز الرحمٰن عفی عنہ از دیوبند

۷ ربیع الاول

(۱۲) درحقیقت ظالم اور بے رحم شوہروں کی اصلاح ،مظلومہ اور ستم رسیدہ خاتونوں کی فلاح، ناواقف اور جاہل قاضیوں کے دام جہالت سے بچنے کی تدبیر وراہ صرف اسی میں ہے کہ از جانب حکومت با اختیار اور شرعی قاضی یعنی حاکم مسلم مقرر کئے جائیں۔ فقط

احقر ظہور الحق خطیب جامع سرائے شیخ اٹاوہ

(۱۳) الحق ۔قاضی کی ضرورت واہلیت وشرائط کے متعلق جو کچھ حضرت مجیب نے تحریر فرمایا سب بجاو درست اور صحیح ہے، نہایت ضروری ہے کہ نصب قاضی شرعی کی طرف توجہ مبذول کرانے میں جان توڑ کوشش کی جاوے کہ یہ اس کی جماعت مسلمین اکثرہم اللہ تعالیٰ ایک جسم ہے گویا جس کا سر نہیں، لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلك امرا ویجمع شملنا وھو حسبنا ونعم الوکیل۔

حررہ عبدہ العاصی محمود بریلوی

صانہ اللّٰہ عما شانہ الوارد فی الحال اٹاوہ

(۱۴) نصب محکمہ قضائے شرعی کے متعلق گورنمنٹ کی توجہ مبذول کرانی نہایت ضروری ہے اس میں مسلمانوں کی بہتری اور اصلاح مضمر ہے۔ فقط العبد ظفر حسین

ہیڈ مولوی اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کان اللہ لہ

سید محمد منور علی عفی عنہ محمد قاسم ساکن بلیا مقیم حال اٹاوہ بقلم خود

(۱۵) و ھو الموفّق للجواب

ہمارے ملک میں قاضی کی منجانب حکومت مقرر کرنے کی نہایت ضرورت ہے جیسا کہ فاضل مجیب صاحب نے اپنی تحریر میں محض مسائل کی تفصیل بیان کرکے ثابت کیا ہے، یہاں اس وقت ان کے

علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں درپیش ہیں جن کا تصفیہ بغیر نصب قاضی ناممکن ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ قاضی کا تقرر جب ہی مفید اور راثر انداز ہوسکتا ہے جبکہ منجانب حکومت ہو، پس تمام مسلمانوں کو متفقہ طور پر اس کی پرزور کوشش کرنی چاہیے، ہاں انتخاب قاضی کیلئے ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے جو مجیب نے مصرح بیان کردی ہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ بندہ سید حمید الدین غفرلہ مہتمم ومدرس مدرسہ عربیہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر

۸ ربیع الاول

(۱۶) المجیب مصیب

احقر عبدالحق سلمہ الحق خویدم الطلبہ مدرسہ عربیہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر

(۱۷) لقد اصاب من اجاب

احقر العبد بشیر احمد غفرلہ الاحد مدرس مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر

(۱۸) الجواب صحیح والمجیب مصیب

ناچیز بندہ ابرار احمد غفرلہ الصمد مدرس مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر

(۱۹) باسمہ سبحانہ

مجیب علامہ نے مسئلہ نصب قضاء کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا بالکل حق اور صحیح ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو منصب قضاء کے نہ ہونے کی وجہ سے آئے دن جن مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں اور ان کا صحیح اندازہ بھی وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کو روزمرہ فتویٰ نویسی کا اتفاق رہتا ہے۔

آج ہندوستان کے طول وعرض میں ہزارہا کی تعداد میں ایسی عورتیں موجود ہیں جو منصب قضاء کے نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار مصائب روحانی وجسمانی کا شکار ہورہی ہیں اور بارہا دیکھا گیا ہے کہ کبھی یہی مصائب ان کو خودکشی پر بھی مجبور کردیتے ہیں، ایسی حالت میں نصب محکمہ قضاء کیلئے گورنمنٹ سے استدعاء کرنا اور اس کے کامیاب بنانے میں ہر ممکن سعی کرنا مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے، جو صاحب اس تحریک میں سعی فرمائیں گے عنداللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ فقط خاکسار محمد منظور نعمانی غفرلہ

خادم اسلام مدرسہ عالیہ اسلامیہ چلہ امروہہ ۹ ربیع الاول

(۴۰) الجواب صواب انوار الحق غفرلہ مدرس مدرسہ محلہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد

(۴۱) اصاب من اجاب فضل احمد مدرس مدرسہ عربیہ محلہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد

(۴۲) محکمہ قضاء کا مطالبہ گورنمنٹ سے موجودہ حالت میں نہایت ضروری ہے، علماء کرام کو اس کے حاصل کرنے کی متفقہ کوشش کرنی لازمی ہے۔ بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

خلف مولانا عبداللہ صاحب مفتی لودھیانہ پنجاب

(۴۳) قیام محکمہ قضاء ضروریات دین میں سے ہے اس لئے اس کا مطالبہ آج سے بہت پہلے ہونا چاہئے تھا مگر اس وقت تو پہلے سے ضرورت بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے لہذا اہل اسلام کو اس کی تحصیل میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد عبداللہ حنفی مفتی مدرسہ عزیزیہ لودھیانہ پنجاب

خلف مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم بلیہ والے

(۴۴) محکمہ قضاء کی ضرورت عامہ فی زمانہ کسی اہل دین پر مخفی نہیں ہے، جزئیات مذکورہ کے علاوہ بہت سے مسائل عقود و فسوخ محکمہ قضاء پر موقوف ہیں جن کیلئے قاضی شرعی ضروری ہے، چونکہ اکثر جزئیات میں عامۃ الناس فہم نہیں رکھتے لہذا اس کا انتخاب اور قاضی کا تقرر علماء کے سپرد ہونا چاہئے۔ فقط

بندہ رحمت علی بانی مدرسہ قاسمیہ لودھیانہ

احمد حسن عفی عنہ مہتمم مدرسہ ام المدارس تعلیم القرآن لدھیانہ

(۴۵) مسلمانوں کیلئے قاضیوں کا نصب کرنا سخت ضروری ہے بغیر اس کے ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی وبال ہورہی ہے۔

علاوہ مضامین اور خطبات کے میں نے مجلس نکاح وطلاق مجوزہ حکومت متحدہ (یوپی) کی ایک جماعت کے صدر کی حیثیت سے مجلس مذکور کی جو اخلاقی روئیداد لکھی ہے اور جس پر مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند دہلی اور مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب فرنگی محلی کے دستخط ہیں اس میں بہ تصریح حکومت سے قضاۃ کے تقرر کا مطالبہ کیا ہے اور عبارات فقہ اور واقعات سے اس کی ضرورت ثابت کی ہے، لیکن مسلمانوں کو اس کیلئے اب باقاعدہ تحریک اور جدوجہد کی حاجت ہے۔

سید سلیمان ندوی

(۲۶) ہندوستان میں قاضی شرعی کا ہونا ضروری امر معلوم ہوتا ہے اس سے بہت سے منافع کی تنفیذ اور مضار کا انسداد ہو جائے گا۔ بندہ فخر الدین عفی عنہ گنگوہی۔

(۲۷) بندہ عبدالحمید عفی عنہ تھانوی مقیم حجرہ شریفہ رشیدیہ قدوسیہ گنگوہ

(۲۸) عزیز حسین مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ

(۲۹) منظور احمد رامپوری مقیم گنگوہ

(۳۰) حکیم مسعود احمد گنگوہی

(۳۱) باللّٰہ التوفیق

اس میں شک نہیں کہ شریعت محمدیہ زہراء اور ملت اسلامیہ عزا میں ابواب نکاح، طلاق، نسب، وقف وغیرہ کے کثیر التعداد مسائل اور کثیر الوقوع حوادثات اور باہمی نزاعات کا فیصلہ قاضی شرعی کے وجود پر موقوف و مشروط ہے لہٰذا ایسی حالت میں سلطنت کی طرف سے محکمہ قضاء کا قائم ہونا اور ہر شہر کے واسطے ایک ایسا شخص جو عالم و عادل، فہیم و مبصر، سنی کا مقرر ہونا اشد ضروری ہے اور اہم مہمات سے ہے، اہل اسلام کا فرض ہے کہ اس کیلئے متحدہ کوشش اور سعی بلیغ فرمائیں تا کہ آئندہ مسلمانوں کو امور مذہبی میں نا قابل برداشت مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑے، واللّٰہ المستعان۔

محمد نور الحسن رامپوری کان اللّٰہ لہ

(۳۲) اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسائل شرعیہ ایسے ہیں جو بغیر قضاء قاضی کے طے نہیں ہو سکتے، اہل اسلام کو چاہئے کہ انتہائی کوشش کر کے حکومت سے قاضی کو مقرر کرائیں تا کہ وہ مسائل جو قضاء پر موقوف ہیں طے ہو سکیں۔ واللّٰہ سبحانہ اعلم

محمد معوان حسین العمری المجددی مدرسہ ارشاد العلوم رامپور محلّہ چاہ شور

(۳۳) بیشک تقرر قاضی کی ازحد ضرورت ہے۔ محمد ریحان حسین العمری المجددی مدرسہ ارشاد العلوم واقع ریاست رامپور محلّہ چاہ شور

(۳۴) احقر حامد علی کان اللّٰہ لہ

(۳۵) بے شک تقرر قاضی موافق شریعت زہراء ضروری ہے۔ حررہ حمید اللّٰہ المدرس لمدرسہ ارشاد العلوم الرامپور

(۳۶) بلا شبہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے تقرر قاضی کی سخت ضرورت ہے، اگر اس طرف حکومت کی توجہ مبذول ہو تو اہل اسلام کو چاہئے کہ تقرر قاضی کیلئے حکومت میں اپنی انتہائی سعی و کوشش کے صرف میں کسی طرح اغماض نہ فرمائیں وعلی اللّٰہ التکلان انہ خیر من اعان۔

خاکسار عبداللہ رضوی جہاری عفاعنہ الباری

مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

(۳۷) الجواب

نصب قضاء ایک نہایت ہی اہم اور ضروری مسئلہ ہے جس کیلئے مسلمانوں کو پرزور اور منظم سعی کرنے کی ضرورت ہے، شرعی قاضی نہ ہونے سے آئے دن مسلمانوں کو صدہا مشکلات کا سامنا رہتا ہے، غیر مسلم عدالتیں جن کو ان مسائل کے تصفیہ کا کوئی حق نہیں اور نہ ان کا فیصلہ ان معاملات میں کوئی معتبر فیصلہ ہو سکتا ہے، وہ دھڑا دھڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کرتے رہتے ہیں اور بے چارہ مسلم مجبوراً ازراہ نادانی ان محاکمات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے جس سے تمام عمر فریقین کی شرعی حرام میں کٹتی ہے اور شرعی قاضی نہ ہونے کی بدولت عمر بھر مبتلائے حرام رہتا ہے۔

نمونہ کے طور پر مجیب نے چند مسائل بیان کر دیے ہیں ورنہ اس سے صدہا مسائل کا انفصال بدوں نصب قضاء ناممکن ہے، واللّٰہ اعلم۔ حررہ فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی

(۳۸) واقعی نصب قاضی کی اشد ضرورت ہے۔ محمد قدرت اللہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد

الجواب: الصحیح محمد عجب نور غفرلہ مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد

(۳۹) الجواب

واقعی نصب قضاء کی اشد ضرورت ہے تمام مسلمانوں کو عموماً اور ممبران صاحبان کو خصوصاً متفقہ طور پر کوشش کر کے گورنمنٹ سے استدعاء کرنی چاہیے کہ وہ جلد از جلد ہندوستان میں نصب قضاء قائم کر کے مسلمان رعایا کی مشکلات کا ازالہ کر کے مشکوری کا موقع دے۔ فقط واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ العبد الضعیف محمد مصلح الدین احمد غفرلہ

معین مفتی و نائب قاضی مدرسۃ الغرباء قاسم العلوم واقع مسجد شاہی مراد آباد

(۴۰) قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو آئے دن جن دقتوں کا سامنا ہوتا ہے خصوصاً فسخ نکاح

کے وقت وہ اظہر من الشمس ہے اس لئے موجودہ حکومت سے اس قسم کی درخواست کر کے منصب قضاء کا تعین ازبس ضروری ہے اور وہ حضرات جو اس میں سعی بلیغ فرما رہے ہیں بلا شبہ اجر عظیم کے مستحق ہیں۔

کتبہ ابو سعید عبد القدوس عفا عنہ مدرس مدرسہ مصباح العلوم مراد آباد

(۴۱) هو الموفّق

جوابات قدر کفایت بالکل صحیح ہیں، اصول شریعت اسلامیہ کے مطابق ہیں، بے شک نکاح وطلاق ونسب ومیراث کے مسائل عموماً ایسے ہیں جن کے فیصلہ وتنفیذ وتکمیل کیلئے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم عالم دینیات کا ہونا ضروری ہے اور اکثر اہم صورتوں میں قضاء قاضی شرط لازمی ہے جس کے بغیر شرعی فیصلہ ناممکن ہے، یقیناً محکمہ قضاء اور قاضی شرعی کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانان ہند کو اسلامی اصول معاشرت میں سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے لہٰذا گورنمنٹ کی خدمت میں محکمہ قضاء کی استدعاء نہایت ضروری اور حق مذہبی ہے۔ فقیر ظفر حسین چشتی فاروقی

مدرس عربی اسلامیہ کالج ڈھاکہ ۸ ستمبر

(۴۲) بے شک ہندوستان میں قاضی شرعی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ مطیع الرحمٰن عفی عنہ

مدرس عربی اسلامیہ کالج ڈھاکہ

(۴۳) هوالموفّق

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کے لحاظ سے مسلمان قاضی کا مقرر ہونا احکام شرعیہ کے مطابق نہایت ضروری ہے، شرعی قاضی نہ پائے جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت دقتیں پیش آتی ہیں۔ فقط محمد عمر عفی عنہ

(۴۴) الجواب صحیح محمد ذاکر عفا اللہ عنہ

(۴۵) مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے اس زمانہ میں اکثر ایسے شرعی معاملات درپیش ہو جاتے ہیں جن میں اشد ضرورت مسلمان قاضی کی ہوتی ہے، بغیر قاضی کے بہت دقتیں پیش آتی ہیں۔

خلیل احمد سلونی عفی عنہ

(۴۶) شرعی قاضی یعنی والی مسلم کا ہونا بعض مسائل شرعیہ کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے۔

حفیظ الرحمٰن عفی عنہ

(۴۷) مذہبی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے قاضی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ مشتاق احمد عفی عنہ

(۴۸) بعض مسائل شرعیہ میں شرعی قاضی کی سخت ضرورت ہوتی ہے، مسلمانوں کو گورنمنٹ سے اس کیلئے درخواست کرنی بہت ضروری ہے۔ اشفاق احمد اعظمی عفی عنہ

(۴۹) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کے لحاظ سے قاضی کا اس زمانے میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ ثناء اللہ

(۵۰) بعض مسائل شرعیہ میں قضاء قاضی کی اشد ضرورت پڑا کرتی ہے اس لئے قاضی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سید محمد اسحاق عفی عنہ الہ آبادی

(۵۱) بعض مسائل شرعیہ مثلاً فسخ نکاح وغیرہ میں شرعی قاضی کی نہایت ضرورت ہوتی ہے اس لئے قاضی ہونا چاہئے۔ محمد محبّ اللہ عفی عنہ

(۵۲) فسخ نکاح ودیگر مسائل ضروریہ میں قاضی کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے شرعی قاضی کا تقرر ازبس ضروری ہے۔ احمد الدین عفی عنہ الہ آبادی

(۵۳) محکمہ قضاء نہ رہنے کی وجہ سے بعض مسائل میں مسلمانوں کو سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کو گورنمنٹ سے اس قسم کی درخواست کرنی ازبس ضروری ہے۔ محمد یوسف عفی عنہ

(۵۴) شرعی قاضی کا تقرر بہت ضروری ہے مسلمانوں کو اس میں کوشش کرنی چاہئے۔

عبدالحکیم غفرلہ

(۵۵) بعض امور شرعیہ کے حل میں بغیر کسی شرعی مجاز شخصیت کے بسااوقات بے انتہا دقتیں پیش آتی ہیں اس لئے کسی قاضی کا تقرر ہونا بہت ضروری ہے۔ محمد حسین حسینی المصباح غفرلہ

(۵۶) بعض مسائل شرعیہ کیلئے قاضی کا ہونا نہایت ضروری ہے اس لئے گورنمنٹ سے تقرر قاضی کی درخواست کرنا لابدی ہے۔ اسحاق علی عفی عنہ

(۵۷) بلاشبہ قاضی شرعی کی مسلمانوں کو ہندوستان میں شدید ضرورت ہے اور گورنمنٹ سے نصب قضاء کیلئے پرزور استدعاء لازمی ہے کہ اس کے بغیر ہزارہا مسلمان عورتوں کی جان وآبرو سخت خطرہ میں ہے جیسا کہ تحریر بالا سے واضح ہوگیا اور مزید تشریح کی حاجت نہیں رہی۔ فقط عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھ

۱۲/ربیع الاول

(۵۸) نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم، امابعد

عہدۂ قضاء احکامات الٰہیہ کے نفاذ کا نام ہے جس کی شریعت اسلامیہ میں ہر آن ضرورت ہے، زمانہ سرکار رسالت ﷺ میں خود آنحضرت ﷺ فاحکم بینھم بما انزل اللّٰہ پر مامور ہو کر منصب قضاء کی عملاً تکمیل فرماتے رہے، صحابہ کرام وخلفائے عظام نے بھی حضور کا اتباع کیا، خلفائے بنی امیہ وعباسیہ وغیرہ نے عہدۂ قضاء کے قیام سے ہی سلسلہ کو باقی رکھا۔

غرضیکہ جمہور اہل اسلام تقرر عہدۂ قضاء کو فرض ولازم سمجھتے چلے آئے ہیں، امام محمد نے نصب قاضی کو فرض محکم بتایا ہے۔

(۲) قاضی صاحب حکومت ہونا چاہیے، قاضی کی شرائط میں اسلام، عاقل، بالغ، حر، غیر محدود فی القذف ہونا داخل ہے، جس میں یہ شرائط نہیں پائی جائیں گی وہ حاکم نہیں ہوسکتا۔

(۳) ولایت نابالغ، فسخ نکاح، مفقود الخبر، فسخ نکاح مجنون، فسخ نکاح فاسد وغیرہ ایسے معاملات ہیں جن میں قضاء قاضی کی ضرورت ہے۔

(۴) معاملات مذکورہ بالا میں شرعاً غیر مسلم حاکم کا فیصلہ قابل عمل ونفاذ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ احکامات اسلامیہ سے ناواقف ہے، اور اگر جزوی طور پر واقف بھی ہو تب بھی یہ ناواقفیت ہی کے مرادف ہوگا اس لئے قاضی کیلئے اجتہاد بھی ضروری ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے ویکون من اھل الاجتھاد۔

(۵) اگر مسلمان ازخود قاضی منتخب کرلیں تو شرعاً وہ قاضی نہ ہوگا کیونکہ ولایت ایسے قاضی کو حاصل نہ ہوگی۔

(۶) قاضی اگرچہ حاکم جابر یا غیر مسلم کی طرف سے مقرر کیا جائے اس کا نصب جائز اور اس کے احکامات قابل عمل اور نافذ ہوں گے، شریعت اسلامیہ میں ایسے قاضی کو قاضی متصور کیا ہے، ہدایہ میں ہے یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل۔

(۷) نصب قضاء کیلئے گورنمنٹ سے درخواست کرنا اور اس کیلئے ہر امکانی جدوجہد کرنا مسلمانان ہند کا فرض مذہبی ہے، ہر مسلمان کو ان ممبران سے موافقت کرنا چاہیے جو اس کے ساعی ہیں، ایسے ممبران حقیقتہً عامۃ المسلمین کا حق نمائندگی ادا فرمائیں گے اور ان کی آواز عامہ مسلمین کی آواز

ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ محمد عبدالصمد مقتدری بدایونی

۷/ربیع الاول

(۵۹) بے شک منصب قضاء اسلام کے احکام سے ایک ضروری حکم ہے، خصوصاً ہندوستان میں اس کی اشد ضرورت ہے، وقت کا حاکم ضابطہ اگر چہ غیر مسلم ہو ایسے منصب کا تقرر کرسکتا ہے۔

محمد عبدالسلام عفی عنہ

مدرس اعلیٰ مدرسہ دارالعلوم، شمس العلوم بدایون

(۶۰) اللّٰھم ارنا الحق حقًا والباطل باطلاً بے شک ہندوستان میں بہت سے نکاح ایسے ہوجاتے ہیں جو اہل ہند اپنے قرابت دار چھوٹے چھوٹے بچوں کا ان کی صغرسنی میں کرادیتے ہیں، تو ان میں بعض عورتیں جوان ہونے کے بعد اس نکاح سے ناخوش ہوتی ہیں اور جدائی چاہتی ہیں مگر جدائی کی کوئی سبیل نہیں ملتی لہٰذا ان کی زندگی تلخ ہوجاتی ہے اور بعض اوقات ان میں بعض جرموں (خودکشی اور حرام کاری) کی مرتکب بھی ہوجاتی ہیں اور اسی طرح مفقود الخبر (لاپتہ) کی بیوی بھی ہمیشہ مصیبت میں گرفتار رہتی ہے۔ پس علاوہ دیگر امور ضروریہ کے خود یہی دو صورتیں ایسی ہولناک ہیں کہ ان پر نظر کرنے کے بعد ہر ذی شعور وفہم سلیم والا آدمی کانپ اٹھتا ہے اور ان مصیبت زدوں کی چارہ جوئی کے واسطے دل وجان سے رہائی کی کوشش وسعی کرنا چاہتا ہے، پس گورنمنٹ عالیہ چونکہ ہمیشہ سے اپنی رعایا کی بہبودی کی طرف توجہ مبذول فرماتی رہتی ہیں تو ان مصیبت زدہ اپنی رعایا کے افراد کو ایسی ایسی ضرورتوں کا احساس فرما کر رہا فرمانے کیلئے نصب قاضی کو بالکل اہم اور لازم تصور فرما کر علمائے شریعت محمدیہ کی رائے سے اہل علم شرع قاضیوں کو ان ضروری فیصلہ جات کے واسطے ہندوستان کے تمام اطراف وجوانب میں مقرر فرماتے ہیں، کافی توجہ فرما کر ان مصیبت زدہ لوگوں کو اپنے لئے دعا گو بنا کر منصب حکومت کو ادائے فرض منصبی سے مزین فرمائیں گے۔ بندہ ضعیف محمد عبداللطیف عفاعنہ

۱۲/ربیع اول سونی پت

(۶۱) واقعی امور مندرجہ جواب کے واسطے نصب قاضی کی ضرورت ہے۔

احقر محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ

(۶۲) هو الموفق

واقعی مسلمانوں کیلئے نصب قاضی نہایت ضروری اور ایسا فرض مذہبی ہے کہ بدوں اس کے ان احکام شرعیہ میں جن کا نفاذ بغیر قضاء قاضی کے ہو ہی نہیں سکتا سخت خلل واقع ہونے سے ہماری مذہبی آزادی بالکل نقصان میں ہے اور قاضی وہی شخص ہے جو بادشاہ وقت کی جانب سے بولایت عامہ فصل خصومات کیلئے مقرر کیا گیا ہو جس کیلئے مسلم وعاقل وبالغ وآزاد وبینا و مرد و گویا اور فصل خصومات پر قادر ہونا اور محدود فی القذف نہ ہونا ضروری ہے، اور فاسق و جاہل کو قاضی بنانا داب ورعایت منصب قضاء کے خلاف ہے، اور ایسی تحریک پر مسلمانوں کے سر وبال معصیت رہے گا اور ایسے معاملات میں قضاء قاضی کی ضرورت سمجھی گئی ہے جن کو مجیب لبیب نے دس شکلوں میں تمثیلاً بیان کیا ہے اور ان کے علاوہ بھی میراث ووقف وغیرہ کے متعلق بہت سی صورتیں ایسی نکلتی ہیں جن کا انفصال قاضی ہی کرسکتا ہے کسی حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر نہیں کما ھو مصرّح فی غیر واحد مّن الکتب الفقهیّة۔

اور کسی جگہ کے مسلمانوں کا کسی شخص کو بطور خود قاضی بنالینا کافی نہیں بلکہ بادشاہ وقت کی جانب سے (اگر چہ وہ غیر مسلم ہو) مامور کیا جانا ضروری ہے ورنہ اس کے فیصلے ان امور میں جن میں قضاء قاضی کی ضرورت ہے شرعاً معتبر نہ ہوں گے۔

پس بادشاہ وقت سے نصب قاضی کیلئے استدعاء اور اس بارے میں ہر جائز ومؤثر طریقہ پر کوشش کرنے والوں سے متفق ہونا مناسب بلکہ ضروری ہے۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

حررہ الراجی غفور بہ الوحید ابو المحامد محمد عبد الحمید غفر لہ ذنوبہ وستر عیوبہ

۵/ج/۱۳۴۷ھ

مولانا امام الدین زید مجدہ مدرس جامعہ حقانیہ

قانون انفساخ نکاح اور مسلم قاضی بل سے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات

کتاب ''حیلہ ناجزہ'' (جس کی تفصیل مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہم کے مضمون میں گزر چکی ہے) میں خواتین کی مشکلات کا علمی حل پیش کرنے کے باوجود ایک مسودہ ''قانون انفساخ نکاح'' کے نام سے مرتب کر کے جناب محمد احمد کاظمی کے ذریعہ ہندوستان کی اسمبلی میں پیش کرایا گیا، یہ بل رائے عامہ کیلئے مشتہر کیا گیا، ہندو سبھا اور بعض آریہ سماجوں کی طرف سے شدت سے اس کی مخالفت ہوئی، مسلم لیگی ممبران نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی، البتہ کانگریسی ہندو ممبران اسمبلی نے ساتھ دیا اور ۱۹۳۹ء میں اسمبلی میں یہ بل منظور ہو گیا جو ''قانون انفساخ نکاح اہل اسلام'' کے نام سے موسوم ہوا، لیکن گورنمنٹ نے ''مسلم حاکم'' کی دفعہ ماننے سے قطعاً انکار کر دیا، یہاں تک کہ یہ ظاہر کر دیا گیا کہ اگر اس موقع پر اصرار کیا گیا تو وہ پورے قانون کو نافذ نہ ہونے دے گی، بہر حال وہ دفعہ اس قانون میں نہیں رکھی گئی اور یہ قانون اس صورت میں منظور ہوا کہ اس کا نقصان نفع سے زیادہ تھا۔

حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

یہ بل ۲۶ راگست ۳۸ء اور ۲ ستمبر ۳۹ء مرکزی اسمبلی میں زیر بحث آنے کے بعد ایک منتخب کمیٹی کے سپرد ہو گیا تھا، مسٹر جناح بحث کے دوران غائب رہے، مسلم لیگ نے با قاعدہ حمایت نہیں کی، لیگی ممبران کی یہ سردمہری دیکھ کر سرکاری ممبر نے ''مسلم جج'' یا ''مسلم حاکم'' کی قید کی (جو اس بل میں تھی) مخالفت کی اور یہ دھمکی دی کہ اگر اس شرط کو واپس نہ لیا جائے گا تو گورنمنٹ پورے قانون کو نفاذ سے روک دے گی (ماخوذ از رپورٹ اسمبلی)

بہر حال یہ بل اسی مقصد کیلئے پیش کرایا گیا تھا کہ ''مسلم قاضی'' کا تقرر ہندوستان میں روبعمل ہو جائے اور اس سلسلہ میں جو عملی دقتیں تھیں وہ ختم ہو جائیں، گورنمنٹ نے اس بل کو تو تسلیم کیا لیکن افسوس کہ ''مسلم حاکم'' جو شرط تھی اس کو تسلیم نہیں کیا جس سے اصل مسئلہ جوں کا توں رہا (جمعیت

علماء کیا ہے)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "حیلہ ناجزہ" کا خلاصہ "المرقومات" ممبران اسمبلی کو بھیج کر اس طرف توجہ دلائی کہ "انفساخ نکاح" کے قانون کو اس کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے، اور پھر جب ممبران اسمبلی کی طرف سے اس قانون کا مسودہ شائع ہوا تب بھی مسودہ تیار کرنے والے اور چند دیگر حضرات سے تفصیل کے ساتھ ظاہر کردیا گیا تھا کہ اس مسودہ میں احکام شرعیہ کی رعایت نہیں کی گئی ،مگر اس کے باوجود "ایکٹ انفساخ نکاح اہل اسلام نمبر ۱۹۳۹/۸ء" کے نام سے ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو ایک قانون تمام برطانوی ہند کیلئے پاس کردیا گیا جس کی دفعات کا اکثر حصہ شریعت مقدسہ کے خلاف تھا ،حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس قانون کی خلاف اسلام دفعات کے متعلق اہل اسلام کو مطلع کیا اور "قانون انفساخ نکاح اہل اسلام کے متعلق ضروری ہدایات" کے نام سے علماء دیوبند، سہارنپور اور تھانہ بھون سے تصدیقات حاصل کر کے شائع فرمایا۔

ضروری تمہید کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اسلئے برادران اسلام کی اطلاع کیلئے شائع کیا جاتا ہے کہ اس قانون سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، اس قانون کی رو سے فسخ نکاح کے جو فیصلے ہوسکتے ہیں ان میں اکثر بلکہ تقریباً کل ایسے ہیں جو شرعاً حد جواز میں نہیں آسکتے، کیونکہ اول تو اس قانون میں ایک نہایت اہم اور عام شرط جس کا تعلق تمام ایکٹ سے ہے وہ موجود نہیں یعنی شرع اسلام میں حاکم کا مسلمان ہونا شرط ہے، غیر مسلم کے فیصلہ کو شریعت اسلامیہ بالکل ہی کالعدم قرار دیتی ہے خواہ غیر مسلم نے اپنے فیصلہ میں اسلامی احکام کی پوری رعایت کو ملحوظ رکھا ہو۔ دوسرے اس قانون میں بعض نمبر ایسے بھی ہیں جن کی بناپر شریعت مقدسہ میں فسخ نکاح کی کسی طرح گنجائش نہیں۔ اور جن نمبروں میں ایسی وجہ درج ہیں جو شرعاً فسخ نکاح کیلئے معتبر ہیں ان میں شرعی شرطوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا، مثال کے طور پر دفعہ ۲ ضمن (ے) کو نقل کیا جاتا ہے:

"(ے) کہ بیوی نے جس کو اس کے باپ یا کسی دوسرے ولی نے نکاح میں دیا تھا اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے نکاح مذکور کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا ،شرط یہ ہے کہ زفاف کی تکمیل نہ ہوئی ہو"

اس نمبر میں یہ امور شریعت کے خلاف ہیں:

(۱) باپ اور دادا کی ولایت سے جو نکاح ہوا ہو اس میں بھی فسخ کا اختیار مطلقاً دے دیا ہے حالانکہ

اس کی زیادہ تر صورتوں اور عام حالات میں شریعت نے فسخ کا اختیار نہیں دیا۔

(۲) اور اٹھارہ سال کی عمر تک اختیار رہنا یہ بھی غلط ہے بلکہ ۹ سال کی عمر کے بعد لڑکی جب بھی بلوغ کی نشانی دیکھے اسی وقت بالغ ہے، اور اگر پندرہ سال کو قمری حساب سے عمر پہنچ جاوے تو بلا کسی نشان کے شرعاً بالغ ہے۔

(۳) اور زفاف کی تکمیل کو شرط قرار دینا بھی شریعت اسلام کے خلاف ہے، شریعت میں تو یہ تفصیل ہے کہ باکرہ کیلئے تو بالغ ہوتے ہی فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے کہہ دینا شرط ہے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں، اور ثیبہ کے واسطے بلوغ شرعی کے بعد اس وقت تک خیار فسخ باقی ہے جب تک وہ صریح قول سے یا کسی فعل سے رضامندی ظاہر نہ کردے، باکرہ کا خیار ذرا سے سکوت و توقف سے بھی باطل ہو جاتا ہے اور ثیبہ کا خیار ایسے قول یا فعل سے ساقط ہو جاتا ہے جو رضامندی پر دلالت کرے۔

ان شاء اللہ عنقریب ایکٹ ہٰذا کے تمام نمبروں کے متعلق پوری اصلاح اور ترمیم تیار کرکے شائع[1] کی جاوے گی و من اللّٰہ الاتمام وما التوفیق الا باللّٰہ العلیّ العظیم۔

احقر محمد طیب
مہتمم دارالعلوم دیوبند

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
صدر جمعیۃ العلماء و صدر مدرس دارالعلوم

شبیر احمد عثمانی
صدر مہتمم دارالعلوم

احقر سید مبارک علی
نائب مہتمم

محمد اعزاز علی غفرلہ
شیخ الفقہ والادب

محمد ابراہیم عفی عنہ
مدرس دارالعلوم

بندہ اصغر حسین
محدث دارالعلوم

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
مفتی دارالعلوم دیوبند

عبداللطیف
ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

محمد زکریا عفی عنہ بقلم خود
شیخ الحدیث مظاہر علوم

سعید احمد غفرلہ
مفتی مدرسہ مظاہر علوم

بندہ عبدالرحمٰن
صدر مدرس مظاہر علوم

محمد اسعد اللہ عفا عنہ
مدرس مظاہر علوم

نہایت اہم اور قابل توجہ و عمل مضمون ہے۔ اشرف علی ۲۰/ ربیع الاول ۶۰ھ (تھانہ بھون)

(۱) بحمد اللہ یہ ترمیمات بھی چھپ چکیں، ارکا ٹکٹ بھیجنے پر احقر سے مل سکتی ہیں۔ عبدالکریم گمتھلی عفی عنہ

اس مضمون کے اعلان کی بہت کثیر تعداد میں ضرورت ہے اس لئے اسلامی رسالہ جات اور اخبارات کے مدیران سے التماس ہے کہ وہ اس کی اشاعت میں حصہ لیں، نیز حضرات ناظرین میں سے مستقل طور پر بھی نقل شائع کردیں تو اجر عظیم کا موجب ہے۔ والسلام

الملتمس: احقر عبدالکریم گمتھلی عفی عنہ مہتمم مدرسہ قدوسیہ شاہ آباد ضلع کرنال (پنجاب)

اشتہار کے بعد اس ایکٹ کے تمام نمبروں کے متعلق پوری اصلاح وترمیم ''ترمیمات شرعیہ'' کے نام سے شائع کردی گئی تھی جس میں واضح طور پر اس ایکٹ کی تمام غیر اسلامی دفعات کو واضح فرمادیا گیا تھا، لیکن جامعہ کے ریکارڈ میں صرف اشتہار محفوظ ہے ''شرعی ترمیمات'' تاہنوز دستیاب نہیں ہوئیں و لعلّ اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امرا۔

مسلم قاضی بل

''قانون انفساخ نکاح مسلم بل'' میں جو ''مسلم جج'' کی شرط کی کمی اور نقص تھا اس کے تدارک اور اس اہم خامی کو دور کرنے کیلئے ''مسلم قاضی بل'' کے نام سے ایک بل اسمبلی میں پیش کیا گیا، حضرت حکیم الامت تھانوی اور حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے اس بل کی ترتیب میں نمایاں حصہ لیا، لیکن افسوس کہ مسلم لیگی ممبران کی خاموشی کی وجہ سے یہ بل پاس نہ ہوسکا۔

حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:

اس نقص اور خامی کے تدارک کیلئے ''مسلم قاضی بل'' کا مسودہ تیار کیا گیا اور ۱۹۴۱ء میں یہ مسودۂ بل پیش کیا گیا، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے اس مسودہ کی ترتیب میں نمایاں حصہ لیا جس کا منشا یہ تھا کہ قاضیوں کا ایک نظام قائم کیا جائے اور نکاح اور طلاق کے معاملات قاضیوں کے سپرد کردیئے جائیں، لیکن گورنمنٹ نے پھر قاضیوں کو نکاح اور انفساخ نکاح کے اختیارات دینے سے انکار کردیا اور مسلم لیگی ممبر صاحبان نے مجرمانہ خاموشی اور بے اتفاقی اختیار کی الخ۔

تفصیل کتاب ''جمعیت علماء کیا ہے'' اور ''تذکرۃ الکریم'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تفصیل بالا سے اس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی جدوجہد اور کوشش واضح ہے فللّٰہ درّہ وعلی اللّٰہ اجرہ۔

مولانا مفتی شمس الدین زیدمجدہ مدرس جامعہ حقانیہ

قانون اوقاف

بعض اوقاف میں متولیوں کی گڑبڑ دیکھ کر ایک مسودہ قانون کونسل میں پیش کیا گیا جب وہ مسودہ رائے عامہ کیلئے شائع ہوا تو حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے حضرتؒ کو اس کی روک تھام کی طرف توجہ دلائی مفصل صلاح ومشورہ کیلئے ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۴ء کو دیوبند اور سہارنپور کے مہتمم صاحبان مع دیگر حضرات کے ساتھ تھانہ بھون جمع ہوئے صلاح ومشورہ کے بعد قرار پایا کہ حضرت قدس سرہ کی زیر نگرانی اس مسودہ پر تفصیلی نظر کر کے اس کے نقائص کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ وہ ترامیم بھی تجویز کردی جائیں جن کے بعد یہ مسودہ شریعت کے موافق ہوجائے اس کام کے واسطے حضرت مولانا محمد شفیع صاحب، مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی اور حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلوی صاحب کو تجویز فرمایا ان تینوں صاحبان نے مل کر ہر ایک چیز میں حضرت قدس سرہ کی رائے حاصل کرنے کے بعد اس مسودہ قانون پر تبصرہ لکھا ۲۳ ذی الحجہ کو تبصرہ مکمل ہو کر حضرت قدس سرہ کے دستخط سے مزین ہوا تو یہ قرار پایا کہ ۲۵ ذی الحجہ کو دیوبند میں اجتماع ہو حضرت مفتی صاحب اور دیگر علماء سہارنپور وہاں پہنچے صبح سے عشاء تک تمام تبصرہ پورے غور وخوض کے بعد بالاتفاق منظور ہوگیا اور ۳۰ علمائے کرام کے دستخط ثبت ہونے کے بعد کونسل میں بھیج دیا گیا مسودہ کے مجوز حافظ ہدایت حسین نے ایک خط لکھا کہ اس مسودہ پر مکالمہ کی غرض سے غالباً ۲۲ اپریل ۱۹۳۴ء تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں تاریخ مقررہ پر حافظ ہدایت حسین صاحب تشریف لائے ان کے ہمراہ نواب جمشید علی خان صاحب، حاجی وجیہ الدین صاحبؒ اور حاجی رشید احمد صاحب بھی تھے اور دیوبند سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی حضرت مہتمم صاحب اور سہارنپور سے جناب ناظم صاحب اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب تشریف لائے تقریباً ۵ گھنٹے تک مسلسل گفتگو ہوتی رہی حافظ صاحب نے بعض ترامیم کو منظور کرلیا بعض میں کچھ عذر کیا اور بعض کے متعلق غور کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد ۱۱ محرم کو علماء کرام کا دیوبند میں دوبارہ اجتماع ہوا اس میں علماء سہارنپور کے علاوہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کو بھی دعوت شرکت دی گئی آپ مع مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کے شریک ہوئے اس جلسہ میں اس مسودہ کے متعلق چند جدید ترامیم بالاتفاق طے ہوئیں اور تبصرہ کے بعد بالاتفاق کونسل کو بھیج دیا گیا۔

مولانا مفتی محمد عبداللہ زیدمجدہ مدرس جامعہ حقانیہ

خاکساری فتنہ کا تعاقب

پنجاب میں جب علامہ مشرقی کا فتنہ "تحریک خاکسار" کے نام سے اٹھا اور علامہ مشرقی نے "مولوی کا غلط مذہب" اور "تبصرہ" وغیرہ کتابیں لکھ کر اپنے عقائد ونظریات باطلہ عوام میں پھیلائے تو حضرات علماء کرام نے اس کا مقابلہ اور دفاع کیا اور "تبصرہ" وغیرہ کتابوں پر بھرپور تنقید وتبصرے لکھے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا رسالہ بھی اسی دور کا ہے، مظاہر علوم سہارنپور کے علماء کرام نے بھی اس پر مفصل فتویٰ جاری فرمایا، جناب پیرزادہ بہاء الحق قاسمی صاحب مرحوم نے بھی "المشر فی علی المشرقی" کے نام سے رسالہ تحریر کیا، نیز مولوی نور احمد فریدپوری مرحوم ریاست پٹیالہ نے بھی "رحمت باری بر تائب از فتنہ خاکساری" کے نام سے ایک مفید رسالہ اسی موضوع سے متعلق تحریر فرمایا تھا۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے بھی ایک فتویٰ اس سلسلہ میں جاری ہوا، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے یہ فتویٰ تحریر فرمایا، حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر علماء کرام کے ساتھ حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کی تصدیق وتائید بھی اس پر موجود ہے، ہم رسالہ 'مشرقی کا اسلام' مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ سے وہ فتویٰ مع تصدیقات ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

خانقاہ تھانہ بھون سے تحریرات اور فتاویٰ کے علاوہ دو مستقل مبلغ بھی پنجاب میں دورہ کیلئے مقرر کئے گئے تھے، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اس دورہ میں حضرت مولانا عبدالجبار صاحب بوہری رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کو بطور مبلغ تجویز فرمایا تھا، ان دونوں حضرات نے پنجاب میں دورہ کرکے مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا اور ہر طرح سے اس کا تعاقب فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان حضرات کو بڑی حد تک اس میں کامیابی حاصل ہوئی اور یوں بہت سے مسلمان اس فتنہ کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچ گئے والحمد للہ علی ذلک۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر سے اس سلسلہ میں جاری کردہ فتویٰ جس پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دستخط بھی ثبت ہیں درج ذیل ہے:

فتویٰ علماء تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(۱) عنایت اللہ مشرقی کی کتاب ''تذکرہ'' ہمارے سامنے ہے جس میں سراسر الحاد و کفر بھرا ہوا ہے، یہ خبیث قادیانی سے بھی زیادہ مفسد اور دجال ہے، اس لئے اس شخص کے کافر ملحد و زندیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں، مسلمانوں کو اس شخص کی کتاب ''تذکرہ'' اور اخبار ''الاصلاح'' اور دیگر رسائل و اخبارات کی اشاعت کوشش کر کے بند کرانا چاہئے اور ان کو نذر آتش کر دینا چاہئے، یہ شخص بھی مجددیت اور مہدویت کے دعووں سے گزر کر نبوت اور الوہیت کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے، آمین۔

(۲) ایسے لوگ بھی کافر و مرتد ہیں جو کہ عنایت اللہ مشرقی کے خیالات معلوم ہو جانے کے بعد اس کو اچھا سمجھیں، اور جن کو خیالات معلوم نہ ہوں ان کو اس کے خیالات سے مطلع کرنا چاہئے جس کیلئے رسالہ ''خاکساری فتنہ'' بہت عمدہ ہے، پھر بھی اس کا ساتھ دیں تو ان کو کافر و مرتد سمجھنا چاہئے۔

(۳) اس شخص کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہوا، ایسے شخص کی امامت باطل اور اس کی اقتداء حرام اور اس سے میل جول رکھنا شرعاً جائز نہیں۔

(۴) جن لوگوں پر حکم ارتداد صادق آتا ہے ان کے نکاح ٹوٹ گئے، ان کی بیویوں کو ان سے فوراً الگ ہونا چاہئے، اور اگر مہر وصول نہ ہوا ہو اور ہمبستری ہو چکی ہو تو مہر کامل کو وصول کرنے کا حق ہے اور ہمبستری نہ ہونے کی حالت میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ ردت بحکم موت ہے۔ ان لوگوں کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھی جائے کہ حرام ہے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی حرام ہے۔

(۵) مسلمانوں کو مرتدین سے ترک موالات واجب ہے، پس جو لوگ عنایت اللہ مشرقی کے خیالات سے واقف ہو کر پھر بھی اس کی جماعت میں شریک ہوتے اور اس کی تحریک کو رونق دیتے اور ورزش وغیرہ کے خیال سے اس تحریک خاکساری میں داخل ہوتے ہیں وہ سراسر فاسق ہیں اور ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ اور ان کی کتابوں کا شائع کرنا یقیناً کفر و ارتداد کی ترویج و اعانت ہے جس کا حرام و فسق ہونا بالکل ظاہر ہے، اور جو لوگ اس کی کتابوں کے مضامین سے واقف ہو کر، ان میں اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء کیا گیا ہے، دین کا مضحکہ اڑایا گیا ہے، حدیث و قرآن اور صحابہ کرام و ائمہ دین کی توہین کی گئی ہے، پھر بھی ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیتے ہیں یہ لوگ رضاء بالکفر کی وجہ سے کافر اور مرتد ہیں اور ان کا وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

(۶) بیلچہ رکھنا سنت نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ حضور ﷺ نے کسی وقت اس سے کام لیا ہو مگر یقیناً تلوار سے حضور ﷺ نے زیادہ کام لیا ہے اور عصا کو حضور ﷺ نے سنۃ المرسلین فرمایا ہے، اس بیلچہ کو تلوار وعصا سے کچھ نسبت نہیں، جو شخص بیلچہ کو مسلمانوں پر لازم کرے اور اس کو شعار اسلام قرار دے وہ جھوٹا ہے، اور بیلچہ کو لازم سمجھنا یا شعار اسلام قرار دینا بدعت سیئہ ہے، خصوصاً جبکہ ایک مرتد قوم کا شعار بن گیا ہو تو اس صورت میں مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصّواب

حررہ الاحقر ظفر احمد تھانوی عثمانی از خانقاہ تھانہ بھون

۱۱/ج/۱۳۵۵ھ

اس جماعت کا کافر ہونا قولاً بھی اور فعلاً بھی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے، ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کرنا واجب ہے اور جہاں تک ممکن ہو ان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

عبدالمجید بچھرایونی مبلغ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

اس جماعت کے مجموعہ اقوال وافعال یقیناً وحتماً کفر ہیں، مسلمانوں کو ان سے علیحدہ رہنا واجب ہے اور اس جماعت کا مٹانا ضروری ہے۔

واحد بخش صدر مدرس مدرسہ رفیق العلماء احمد پور شرقیہ بہاولپور

اس گمراہ جماعت سے کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں، نہ نکاح کا، نہ امامت کا، نہ سلام وغیرہ کا، اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس جماعت کی کسی قسم کی اعانت نہ کریں، نہ ان کے رسالوں اور اخباروں کو دیکھیں، نہ خریدیں بلکہ مٹانے میں سعی بلیغ سے کام لیں۔

سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۳/جمادی الاولٰی ۱۳۵۵ھ

الاجوبۃ کلّھا صحیحۃ احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ (مفتی خانقاہ)

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۱۳/جمادی الاولٰی ۵۵ھ

اس جماعت کے اقوال وافعال مجموعی طور پر کفر ہیں، ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کر دینا واجب ہے۔ کتبہ اشرف علی ۱۱/ج/۱۳۵۵ھ

(ماخوذ از رسالہ "مشرقی کا اسلام" ص ۳۲ شائع کردہ انجمن سوداگران سہارنپور)

مولانا محمد عبداللہ ترمذی زید مجدہ مدرس جامعہ حقانیہ

مسئلہ امارت شرعیہ

اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ

فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے:

حضرت تھانوی قدس سرہ کی وفات کے بعد غالباً مئی ۱۹۴۵ء کے اوائل میں جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے ہندوستان میں امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز سامنے آئی تو اس پر غور وفکر کیلئے حسب سابق حضرت مفتی صاحب نے تھانہ بھون کی طرف سے نمائندگی کی اور دیوبند اور سہارنپور کے اکابر علماء سے اس تجویز کے ہر گوشہ پر گفتگو کی اور اس کے مضار ومفاسد کی طرف توجہ دلائی چنانچہ جب جمعیۃ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک عظیم اجتماع علمائے کرام کا نصب شدہ خیموں میں ہوا اور یہ تجویز زیر بحث آئی تو علمائے کرام نے اس کے حق میں اپنی اپنی آراء کا اظہار فرمایا مغرب کے بعد تک طویل سلسلہ تقریر جاری رہا آخر حضرت مفتی صاحب نے کھڑے ہوکر اپنی تجویز رکھی کہ:

یہ تجویز کافی غور وفکر کی محتاج ہے اس پر عمل کرنے میں جلدی سے بہت بڑے بڑے مفاسد پیدا ہوسکتے ہیں اور میں نے دیوبند اور سہارنپور کے علماء سے گفتگو کے بعد یہ محسوس کیا کہ اس تجویز کے حق میں ان کے ذہن بھی پوری طرح صاف نہیں ہیں اس لئے اس پر غور کیلئے وقت دیا جانا ضروری ہے نیز حکومت مسلطہ کے ہوتے ہوئے چونکہ امارت کو قوت وشوکت حاصل نہ ہوگی اس لئے اس سے ایک اختلاف جدید اور مستقل نزاع کا باب کھل جائے گا۔

یہ خاص اجتماع حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی صدارت میں ہورہا تھا حضرت مدنی نے جب دیکھا کہ یہ سلسلہ بہت طویل ہوگیا ہے تو آپ نے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے کھڑے ہوکر فرمایا کہ میں اس جلسہ کو برخواست کرتا ہوں اور ایک سب کمیٹی اس تجویز پر غور کرنے کیلئے مقرر کرتا ہوں اور سب کمیٹی کے ممبران حضرات کے نام تحریر کرنے شروع کردیئے سب سے پہلا نام مفتی کفایت اللہ صاحب کا تھا اور دوسرا نام حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب کا تھا غالباً گیارہ یا پندرہ علماء کے نام تجویز کئے

گئے تھے اور مراد آباد ان کے مشورہ کیلئے مقام مقرر کیا گیا تھا مگر سیاسی حالات نے پلٹا کھایا اور یہ تجویز ختم ہوگئی تقسیم کے بعد مفتی محمد نعیم لدھیانوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو ہنستے ہوئے فرمایا کہ تمہارے والد (مفتی عبدالکریم صاحب) نے امارت بنتے بنتے رکوادی (بزم اشرف کے چراغ)

اس اقتباس سے واضح ہے کہ اس اجلاس میں حضرت مفتی صاحبؒ اور آپ کے ہمنوا علماء کرام نے شرکت کے بعد کھل کر اس تجویز کی مخالفت کی حضرت مولانا سعداللہ صاحب سہارنپوریؒ نے بھی کافی زوردار تقریر کی اور حضرت مفتی صاحبؒ کی تجویز پر تو سارا مسئلہ ہی ختم ہوگیا۔

حضرت مولانا مدنیؒ کا دوسرے نمبر پر آپ کا نام لکھنا اور اس خاص اجلاس میں خصوصی نمائندگی دینا آپ پر حد درجہ اعتماد فرمانے کے مترادف ہے بعد میں یہ اجلاس ملکی حالات کی نظر ہوگیا اور یہ مسئلہ حل نہ ہوا شرعی طور پر چونکہ اس کا کوئی جواز بھی نہ تھا اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ اور علماء سہارنپور نے اس کی مخالفت میں بڑا حصہ لیا اور بالآخر کامیابی انہیں کو ہوئی۔

دراصل امارت شرعیہ کے مسئلہ کی اصل بنیاد حضرت مولانا محمد علی کا خطبہ تھا جس میں انہوں نے اس کے حق میں خاصے دلائل تحریر فرمائے تھے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ان دلائل کا جواب لکھنا شروع فرمایا اور حضرت مفتی صاحبؒ سے بھی بعض جزئیات میں مشورہ کیا اس سلسلہ کا ایک واقعہ مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ نے یوں تحریر فرمایا ہے:

علمی فائدہ

امارت شرعیہ کا مسئلہ انگریزوں کے عہد حکومت میں کافی دیر سے زیر بحث تھا اس مسئلہ میں غالباً سب سے پہلا خطبہ حضرت مولانا محمد علی مونگیری صاحب کا ہے جس میں اس امر پر کافی بسط سے دلائل پیش کئے گئے ہیں اسی زمانہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ان دلائل پر غور فرما رہے تھے اور ان دلائل پر کچھ تحریر بھی فرمادیا تھا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب جب دیوبند تشریف لائے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے وہ مسودہ آپ کو سنایا اور مشورہ کے بعد ترمیم و اضافات کئے گئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے خطبہ کے استدلال کا تذکرہ فرمایا کہ غزوہ موتہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ازخود علم اسلام کو سنبھال کر لشکر اسلامی کی امارت پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں نے اس کو جائز رکھا اس سے انگریز دور اقتدار میں بھی یہی جواز ثابت کیا گیا تھا کہ اگر مسلمان کسی شخص کو راضی ہوکر امیر

تسلیم کرلیں تو یہ امارت صحیح ہو جاتی ہے۔حضرت مفتی صاحب نے سنتے ہی فرمایا کہ غزوہ موتہ کے اس واقعہ کو ہماری موجودہ حالت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ استدلال صحیح نہیں ہے بلکہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ غیر مسلم حکومت میں تحت ولایت الکفار مسلمانوں کا کسی کو امیر بنالینا یہ مسئلہ زیر بحث ہے اور غزوہ موتہ میں امیر جیش کا تقرر جو مجاہدین اسلام کی رضامندی سے ہوا تو مجاہدین حکومت غیر مسلم کے باشندے اور تحت ولایت کفار نہ تھے یہ تو کفار سے برسر پیکار اور دوسرے مسلم ملک کے باشندے تھے برخلاف اہل ہند کے یہ تحت ولایت کفار ہیں اس لئے یہ واقعہ محل نزاع سے محض غیر متعلق ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس جواب سے بہت ہی مسرور ہوئے اور اس کی بڑی قدر فرمائی۔ ....(بزم اشرف کے چراغ)

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بحیثیت مناظر

اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ حیدرآباد کے علاقہ میں ایک مرزائی مبلغ نے مسلمانوں کو بہت پریشان اور تنگ کیا ہوا تھا وہ لوگ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں آئے مفتی صاحب مناظرہ کیلئے تیار ہوگئے، راستہ میں موٹر خراب ہوگئی راستہ کچا تھا دیر ہونے سے لوگوں کو پریشانی ہوئی، عشا کی نماز کے بعد حضرت مفتی صاحب اس قصبہ میں پہنچے اور پہنچتے ہی نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر مناظرہ گاہ میں مناظرہ شروع کر دیا مناظرہ جامع مسجد کے صحن میں ہورہا تھا اگلی نشست صبح کو جمعہ سے قبل تھی لوگوں کا خیال تھا کہ رات کے مناظرہ سے صبح کا مناظرہ زوردار رہا شاید مفتی صاحب تھکے ہوئے تھے اس لئے رات کے مناظرہ میں مرزائی مناظر کی سخت گرفت نہیں فرمائی تھی صبح کے مناظرہ میں سخت گرفت فرمائی مفتی صاحب نے فرمایا کہ رات کے مناظرہ میں اگر یہ طرز اختیار کی جاتی تو یہ مناظر صبح کو مناظرہ کیلئے نہ آتا اور بھاگ جاتا اب شاید جمعہ کے مناظرہ کیلئے نہ آئے چنانچہ مفتی صاحب کا اندازہ صحیح نکلا اور وہ مناظر نہ آیا چنانچہ لوگ اس کے گھر گئے مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں آتا ہوں تھوڑی دیر کے بعد لوگ اس کے گھر گئے اور وہ بادل ناخواستہ مناظرہ گاہ میں آیا مناظرہ حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں تھا اس نے حمائل شریف کھول کر سورۃ النساء کی مشہور آیتیں پڑھنا شروع کیں مفتی صاحب نے جب جوابی تقریر فرمائی تو حواس باختہ ہوکر بھرے مجمع میں کہنے لگا کہ دعا کیجئے اور مناظرہ ختم کیجئے مفتی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ تو اپنے وقت پر ختم ہوگا اگر آپ کو جواب نہیں آتا تو چلے جائیں اس نے اجازت کو غنیمت سمجھا اور بڑی ذلت آمیز شکست کے بعد تمام مسلمانوں کی موجودگی میں جلسہ سے اٹھ کر چلا گیا حضرت مفتی صاحب عصر کے وقت تک وعظ ونصیحت فرماتے رہے حق کی فتح اور باطل کی شکست کا نظارہ سب مسلمانوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

دوسرا مناظرہ

ایک مرتبہ انبالہ سے مرزائیوں نے جلسہ کا اشتہار دیا اور اس میں یہ بھی لکھا جو شخص چاہے جلسہ میں اعتراض کرسکتا ہے۔ مفتی صاحب تھانہ بھون سے اپنے سسرال جانے کیلئے راجپورہ تشریف لائے تو لوگوں نے یہ اشتہار دیا حضرت مفتی صاحب نے اپنا سفر ملتوی کیا اور انبالہ جلسہ مرزائیوں میں پہنچ گئے

حضرت مفتی صاحب نے مقرر کی تقریر پر اعتراضات کئے انہوں نے پہلے تو جواب دینے کی کوشش کی جب گرفت سخت ہوتی گئی تو آخر میں یہ کہہ کر جلسہ برخواست کر دیا گیا کہ ہم لوگ ملازم پیشہ ہیں صبح کو دفتر میں کام کیلئے بھی جانا ہے چونکہ رات کا کافی حصہ گزر گیا ہے اب ہم معذرت خواہ ہیں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا بہت اچھا اب جلسہ برخواست کل اسی میدان میں ہم مسلمانوں کی طرف سے جلسہ ہوگا آپ صاحبان کو بھی دعوت ہے ہمارے جلسہ میں آئیں اور دل کھول کر اعتراضات کریں اور ہم سے جواب لیں۔

اگلی شب اسی میدان میں جلسہ ہوا حضرت مفتی صاحب نے ایک تفصیلی تقریر حیات مسیح علیہ السلام پر فرمانے کے بعد فرمایا کہ اب میں صبح تک اسی جگہ ہوں جس کا دل چاہے اعتراض کرے اور جواب لے ہماری طرف سے وقت گذرنے کا عذر نہ ہوگا مرزائیوں میں سے ایک شخص اٹھا اور کچھ اعتراضات کئے مگر مفتی صاحب نے ان کو ایسی بری طرح الجھایا کہ وہ بے بس اور عاجز ہو کر رہ گئے اور یہی کہتے بن پڑا کہ اس کا جواب قادیان سے منگوایا جا سکتا ہے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو چھ ماہ کی مہلت دیتا ہوں اس کا جواب منگوا دیجئے مگر انہوں نے شکنجہ سے نکلنے کیلئے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب کی اس جرأت سے مرزائیوں کے قلوب پر مسلمانوں کا اتنا رعب چھا گیا کہ وہ انبالہ میں تین سال تک جلسہ عام نہ کر سکے اور پھر تمام عمر کیلئے ان کو ایسا سبق ملا کہ انہوں نے یہ لکھنا ہی چھوڑ دیا کہ ہر شخص جلسہ میں اعتراض کر سکتا ہے۔

ہابڑی ضلع کرنال میں مناظرہ(1)

یہ دو مناظرے تو ایسے ہیں جن کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے، ایک اور مشہور مناظرہ علاقہ کرنال موضع ہابڑی میں مسلک حنفی اور اہل حدیث کے درمیان ہوا، یہ زمانہ میرے دارالعلوم میں پڑھنے کا ہے۔

اس مناظرہ میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھر سے، اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی اور مولانا عبدالخالق صاحب دارالعلوم دیوبند سے، اور مولانا خدا بخش صاحب امینیہ سے تشریف لے گئے تھے، والد صاحب مرحوم کا ان ایام میں زیادہ تر قیام مدرسہ حقانیہ کی نگرانی کی وجہ سے شاہ آباد ضلع کرنال میں تھا، آپ بھی ہابڑی تشریف لے گئے، اہل حدیث کے مشہور مناظر مولانا

(1) یہ مناظرہ ۲۰/۲۱/ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ، ۶/۷ مارچ ۱۹۴۵ء میں ہوا تھا (خیر السوانح ص ۲۴۴) عبدالقدوس ترمذی ۱۲/۱۱/۲۷ھ۔

عبدالستار امام غرباء اہل حدیث تھے، موضوع مناظرہ میں یہ مسائل تھے فاتحہ خلف الامام اور نکاح محارم سے سقوط حد، ان دونوں مسئلوں پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے مناظرہ فرمایا اور تارک صلوٰۃ کے کفر کے موضوع پر حضرت والد صاحب مرحوم نے شاندار مناظرہ کیا، یہ مناظرہ کیونکہ بازار میں تھا جس میں علاقہ سے مسلمانوں کے علاوہ ہندو وغیرہ بھی کثیر تعداد میں شریک ہو کر مناظرہ سن رہے تھے اور سب کی زبان سے یہی نکل رہا تھا کہ حنفی جیت گئے۔

من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر کے جواب میں والد صاحب نے کفر دون کفر بخاری شریف کا حوالہ پیش کیا تو جانب مخالف سے یہ کہا گیا کہ ایک حدیث میں ترک صلوٰۃ کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے اس قرینہ کی وجہ سے حقیقی معنی ہی مراد ہیں، تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ شرک میں بھی تشکیک ہے اور حدیث من حلف لغير الله فقد اشرك کو اس پر شاہد بنا کر پیش کیا کیونکہ حلف لغیر اللہ کسی کے نزدیک بھی حقیقی شرک نہیں ہے اور بعض حدیثوں میں افلح وابیہ آیا ہے جس سے حلف لغیر اللہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔

دوسرے اگر ترک صلوٰۃ متعمدا ہر حالت میں ہی کفر ہوتا تو غزوۂ خندق میں صحابہ کرام اور خود حضور ﷺ کی بھی تو نماز قضاء ہوگئی تھی اس کا کیا جواب ہوگا؟ اس پر فریق مخالف لاجواب ہو کر خاموش ہوگیا اور مناظرہ ختم ہوا۔

غیر مقلد عالم سے گفتگو

ایک مرتبہ ایک مشہور اہل حدیث عالم راجپورہ کے نواحی دیہات میں دورہ کر رہے تھے، والد صاحب کو بھی ایک صاحب اسی گاؤں میں لے گئے ظہر کی نماز ان لوگوں نے اول وقت پر پڑھی مگر والد صاحب کو جنگل ضروریات کیلئے جانا تھا، واپس آئے تو نماز ہو چکی تھی، آپ نے اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ دوسری جماعت مسجد کے دالان میں کر لی، ابھی والد صاحب مرحوم نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ان حضرات نے آپس میں طے کر لیا کہ جماعت ثانیہ فی المسجد کے مسئلہ پر ہی مولانا سے گفتگو کی جائے، چنانچہ انہوں نے ابوداؤد شریف کی حدیث نکالی اور نماز سے فارغ ہونے پر والد صاحب کے سامنے کھول کر رکھ دی، والد صاحب نے دیکھ کر کتاب بند کر دی، ایک عالم ان میں سے بولے کہ آپ نے کچھ فرمایا نہیں، والد صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حدیث دکھلائی تھی میں نے اس کو دیکھ لیا کچھ کہنے

کیلئے نہیں فرمایا، آپ کا کیا مقصد ہے فرمایئے ،انہوں نے پھر اس حدیث کو تلاش کر کے نکالا اور کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے دوسری جماعت مسجد میں کی تھی مگر آپ نے مسجد کی فضیلت کو ترک کر کے خارج مسجد دوسری جماعت کی، والد صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسری جماعت مسجد کے اندر کی گئی تھی ،حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے، ایک عالم نے کہا کہ ابوداؤد نے اس حدیث سے یہی سمجھا ہے کہ یہ جماعت مسجد کے اندر ہوئی ہے اس واسطے ابوداؤد نے ترجمۃ الباب میں فی المسجد کی قید لگائی ہے، یہ ابوداؤد کا استنباط ہے۔

والد صاحب نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ جو ابوداؤد سے ہر طرح مقدم ہیں ان کا استنباط یہ ہے کہ یہ جماعت ثانیہ خارج مسجد تھی، اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ جماعت سے رہ گئے تھے تو آپ نے اپنے اہل کے ساتھ حجرہ میں جماعت کی تھی، اگر مسجد میں جماعت ثانیہ افضل ہوتی تو آنحضرت ﷺ کبھی فضیلت مسجد کو ترک نہ فرماتے، اس پر سب خاموش ہوگئے اور اس علمی مکالمہ پر یہ مجلس ختم ہوگئی اور گفتگو کا رنگ دیکھ کر آ گئے بات کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

مولانا سید عبدالعلیم ترمذی مدظلہم

تحریک پاکستان میں اہم کردار

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم نئی نسل کو اس بات سے روشناس کرائیں کہ قیام پاکستان کی تحریک میں علماء کرام نے خصوصاً علماء دیوبند نے اہم کردار ادا کیا ہے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ آج تک جتنی بھی تاریخی کتابیں ہمارے بچوں کو اسکولوں یا کالجوں میں پڑھائی جاتی ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر کتب ایسی ہیں جن میں ان عظیم شخصیتوں کا ذکر تک نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے ہماری نئی نسل یہ سمجھتی ہے کہ علماء کرام نے قیام پاکستان کی تحریک میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کیا حالانکہ برصغیر پاک وہند بلکہ عالم اسلام کی عظیم دینی ومذہبی شخصیات اور دارالعلوم دیوبند کے سرپرست مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی ؒ، علامہ سید سلیمان علی ندویؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا شبیر علی تھانویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا عبدالکریم گمتھلویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ جیسے شہرہ آفاق علماء دیوبند کے اسماء گرامی ایسے ہیں جن کے ذکر کے بغیر قیام پاکستان کی تاریخ کا تذکرہ نامکمل ہے۔

خود قائد اعظم محمد علی جناح بھی اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ دراصل انہی علماء کرام کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کیلئے علیحدہ مملکت حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی پرچم کشائی مغربی پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ اور مشرقی پاکستان میں علامہ ظفر احمد عثمانی ؒ کے مبارک ہاتھوں سے کرائی تھی اور یہ چیز تحریک پاکستان کی تاریخ کا جزء بن چکی ہے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں سب سے پہلے جس عظیم ہستی نے قوی اور اہم آواز بلند کی وہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی آواز تھی پھر ان کے بعد دوسرے بزرگ علامہ شبیر احمد عثمانی ہیں جن کی مساعی تحریک پاکستان کے ضمن میں اتنی وقیع اور گراں بہا ہیں کہ کوئی مؤرخ ان کا تذکرہ کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا اس ضمن میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے

کہ تحریک پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کے ساتھ ساتھ بے شمار تلامذہ نے بھی شب و روز کام کیا یہ تلامذہ گرامی برصغیر پاک و ہند کے چپے چپے پر پھیلے ہوئے تھے ان سب کا نام بنام تذکرہ کیا جائے تو بلاشبہ ایک عظیم دفتر مرتب ہوسکتا ہے یہاں صرف گذشتہ سطور میں چند ممتاز تلامذہ کا نام لیا گیا ہے۔ان کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے تمام خلفاء اپنے شیخ معظم کی طرح تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے دل سے حامی تھے جنہوں نے قیام پاکستان کیلئے شبانہ روز عملی جدوجہد کی۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا طبعی میلان یکسوئی کے ساتھ تصنیف و تالیف، تعلیم و تربیت اور اصلاح امت و ہدایت خلق کی طرف تھا اس لئے عملی طور پر سیاسی اور ملکی تحریکوں میں براہ راست حصہ لینے کی نوبت نہیں آئی اور نہ آپ کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے البتہ جب کبھی ملک میں کوئی سیاسی تحریک شروع ہوئی تو آپ اس کے بارے میں ایک ماہر شریعت عالم دین ہونے کی حیثیت سے اس کی شرعی حیثیت سے فقیہانہ نظر بصیرت ڈال کر نتائج و عواقب واضح کرتے اور ملت کی علمی او دینی رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی دریغ نہ فرمایا آل انڈیا نیشنل کانگریس شروع میں ایک اعتدال پسند جماعت تھی لیکن بعد میں ظاہر ہوگیا کہ اس کی کاروائیوں سے مسلمانوں کے مفادات کو زبردست نقصان پہنچ سکتا ہے تو حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس سے الگ رہیں اور اپنے آپ کو تعلم کیلئے وقف کردیں اور ان کی دلیل یہ تھی کہ کانگریس میں چونکہ اکثریت غیر مسلموں کی ہے اس لئے اس جماعت کی اصلاح ناممکن ہے حضرتؒ کے خیال میں کانگریس کی مقبولیت کی اصل وجہ یہ تھی کہ کچھ مسلمان اس میں شریک تھے۔فرمایا ہندوؤں کی پچاس سالہ مردہ کانگریس کو مسلمانوں نے زندہ کیا جب تک مسلمانوں نے شرکت نہ کی تھی کسی نے کانگریس کا نام نہ سنا تھا اگر خدانخواستہ یہ جماعت ہندوستان میں برسر اقتدار آ گئی تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کرے گی جو بالشویک کررہے ہیں۔

اس زمانہ میں جمعیت علماء ہند کا اجلاس دہلی میں ہوا حضرت مولانا تھانویؒ کو بھی شرکت کی دعوت ملی جواب میں تحریر فرمایا:

واقعات نے مجھے اس رائے پر بہت پختہ کردیا ہے کہ مسلمانوں خصوصاً علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کردینا بہت ضروری ہے علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہئے اور مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے

نزدیک ان کی اپنی موت کے مترادف ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ہم کانگریس میں شرکت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوجائے اور ہمارا غلبہ ہو۔ اگر مقصود واقعی یہ ہے تو اس کا حصول مسلم لیگ میں زیادہ آسان ہے کیونکہ مسلم لیگ والے اتباع کیلئے آمادہ ہیں چنانچہ مسلم لیگ کے بڑے بڑے ارکان نے مجھے لکھا ہے کہ ہم حضرات علماء کی رائے کی اتباع کیلئے تیار ہیں اور کانگریسی تو خود اپنا تابع بناتے ہیں ان پر غلبہ پانا مشکل ہے۔

غرضیکہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ ہمیشہ سے مسلمانوں کی الگ تنظیم کے حامی رہے اور کانگریس کی سخت مخالفت کی حتیٰ کہ جب تک مسلم لیگ نے کانگریس کا ساتھ دیا اس وقت تک حضرتؒ نے مسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیا اور جب مسلم لیگ کانگریس سے الگ ہوئی تب حضرت نے اعلانیہ مسلم لیگ کی حمایت فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے معتمد خاص تھے وہ بھی سیاسی مسلک اور سیاسی نظریات میں اپنے شیخ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے مسلک کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت اور اس کے نظریہ متحدہ قومیت کے بہت سخت مخالف تھے اسی لئے سیاسی اور دینی امور میں حضرت تھانویؒ آپ سے مشورہ طلب فرماتے اور کسی جماعت یا سیاسی شخصیت سے گفتگو کیلئے حضرت تھانویؒ اپنی جانب سے آپ ہی کو بھیجا کرتے تھے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کیلئے جو وفود حضرت تھانویؒ کی جانب سے روانہ کئے جاتے تھے ان میں حضرت مفتی عبدالکریم صاحبؒ کو بھی شریک کیا جاتا تھا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ منعقدہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت تھانویؒ نے ایک تبلیغی وفد روانہ کیا جس میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا شبیر علی تھانویؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے علاوہ مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ بھی شامل تھے۔ اس وفد نے قائداعظم کو نماز کی تلقین کی اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلم لیگ کا اجلاس دو بجے یہ کہہ کر ملتوی کر دیا گیا کہ سب صاحبان نماز پڑھیں قاضی شہر کی امامت میں قائداعظم سمیت کوئی ایک لاکھ افراد نے نماز ادا کی۔

اسی طرح دوسری جنگ عظیم شروع ہونے پر گورنمنٹ نے اسمبلی میں ہندوستان کی طرف سے فوجی امداد دینے کا ایک بل پیش کیا جو "آرمی بل" کے نام سے مشہور ہے اس کی کانگریس نے بڑی مخالفت

کی مگر قائداعظم نے اس کی حمایت کی اس پر قائداعظم اور مسلم لیگ کے خلاف کانگریس نے آسمان سر پر اٹھالیا اور قائداعظم کو بدنام کرنا شروع کردیا اس واویلا کا اثر خانقاہ تھانہ بھون تک بھی جا پہنچا اور کانگریس زدہ لوگوں نے آرمی بل کی آڑ میں حضرت تھانویؒ کو قائداعظم سے برگشتہ کرنے کیلئے طرح طرح کی چالیں چلنی شروع کردیں، مسلسل پروپیگنڈے سے حضرتؒ کو بھی کچھ تشویش ہوئی مگر حقیقت حال سے آگاہ ہوئے بغیر آپ نے کوئی اعلان شائع کرنے سے انکار کردیا اور ایک وفد جو مولانا شبیر علی تھانویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلویؒ پر مشتمل تھا قائداعظم کی خدمت میں دہلی بھیجا کہ ان سے معلوم کرے کہ انہوں نے آرمی بل کی حمایت کن وجوہات کی بنا پر کی۔ وقت مقررہ پر یہ وفد دہلی پہنچ گیا وفد نے قائداعظم سے آرمی بل کی حمایت کی وجوہات دریافت کیں قائداعظم نے تفصیل سے علماء کے اس وفد کو بل کی حمایت کی جو وجوہات بیان کیں ان کی تفصیل ''سیرت اشرف'' میں دیکھی جاسکتی ہیں یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحبؒ نے اپنے پیرومرشد کے سیاسی مسلک کے تحت تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی مکمل حمایت کی اور مجلس دعوۃ الحق کے پروگرام کے مطابق مسلم لیگ کے زعماء کو تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ (ماخوذ از کتاب تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین)

علماء کیلئے مشورہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سیاسی افکار و نظریات سے متعلق آپ کے دس مضامین عالیہ پر مشتمل کتاب ''افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ'' کے نام سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مرتب فرمائی تھی اس میں ''علماء کیلئے مشورہ'' کے عنوان سے حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ کی ایک قلمی تحریر کو بھی درج کیا گیا ہے۔ جس سے سیاسی مسائل میں حضرت مفتی عبدالکریم صاحب قدس سرہ کی دلچسپی، اصابت رائے نیز حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا آپ پر اعتماد واضح ہورہا ہے، آپ کی وہ تحریر یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل علم کا کسی سیاسی جماعت میں باقاعدہ شامل ہونا تو مضرت و مفسدہ دینیہ سے خالی نہیں لیکن ان کیلئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ اشاعت احکام دینیہ کیلئے ایک جماعت بنادیں جو نہایت مستعدی اور کامل خلوص و تواضع کے علاوہ نہایت دلسوزی و شفقت کے ساتھ مسلمانوں کو احکام دین کا

پابند بنانے کی سعی کرے کیونکہ زیادہ تباہی مسلمانوں کی اسی وجہ سے ہے کہ وہ دین سے دور ہو گئے ہیں اس قسم کی جماعت کیلئے حضرت اقدس کے سوا کسی سے سعی کی امید نہیں لیکن نظم ونسق کا کام الجھن سے بھی خالی نہیں نیز اس جماعت کیلئے مصارف کثیرہ کی ضرورت ہے اور اس کا انتظام بدون تحریک چندہ دشوار ہے اس واسطے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معتمد عالم بالکل حضرت اقدس کی منشاء کے موافق خانقاہ سے الگ خود اسی قصبہ میں یا دوسری جگہ (جیسی مصلحت ہو) جماعت قائم کریں اور ان ناظم صاحب کی امداد ونگرانی کے واسطے خاص حضرت سرپرستی فرماویں اور حضرت والا مد فیوضھم اس جماعت پر اعتماد کا اعلان فرماویں اس طرح ان شاء اللہ نفع بے حد ہوگا اور حضرت مدظلہم کی طبیعت پر بار بھی نہ ہوگا، انتہی۔ (افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ ص ٦٦)

مکتوب بنام حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

جمعیت علماء ہند نے جب کانگریس کا ساتھ دیا اور تقسیم ہند کی مخالفت کی تو اس وقت مسلم لیگ نے مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ ملک اور خطہ کا مطالبہ کیا، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اور آپ کے متعلقین واحباب نے اس سلسلہ میں مسلم لیگ کی کھل کر حمایت فرمائی اور پاکستان کے قیام کی بھرپور سعی وکوشش فرمائی، اس کے ساتھ ہی کانگریس سے تعاون کو ناجائز قرار دیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی نظر میں جو علماء کرام کانگریس کا ساتھ دے کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے وہ خطاء پر تھے اور حضرت کے نزدیک ان کی یہ خطاء اجتہادی خطاء نہ تھی، حضرت کے اس موقف پر زبردست اشکال ہوا جو حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کو ایک مکتوب میں بڑے مدلل انداز میں لکھ کر بھیجا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں جو تحریر لکھی اس کا نام القول المختار فی الاختلاط بالکفار ہے، ذیل میں اصل سوال اور جواب پیش خدمت ہے۔

قبلہ وکعبہ ام جناب والد صاحب مدظلہم العالی لازالت شموس فیوضکم بازغۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معروض خدمت والا درجت آنکہ ایک عرصہ سے استعانت بالکفار کے متعلق اہل علم حضرات میں تحریراً وتقریراً جو اختلاف چل رہا ہے اس کے سننے اور دیکھنے کی نوبت آتی رہتی ہے ان

مضامین کے اکثر اجزاء کا تو فیصلہ ذہن نشین ہو جاتا ہے۔دعویٰ میں غلو اور استدلال کی غلطی کا پتہ چل جاتا ہے کبھی اپنے تتبع سے بھی دریافت کر لینے سے لیکن ایک اشکال ہنوز اچھی طرح رفع نہیں ہوا وہ یہ کہ کانگریس نے مذہب وغیرہ کے تحفظ کو اصولاً منظور کر رکھا ہے اور کبھی کسی تجویز شدہ عمل میں وہ خلاف کر دیتے ہیں تو اراکین جمعیت اس پر نہ عمل کرتے ہیں نہ سکوت بلکہ نکیر اور احتجاج کرتے ہیں پھر اس صورت کو صرف اس بناء پر کہ داخلہ یعنی ممبری کانگریس میں انفرادی اور بلا شرط ہے اس شرکت کو ایسی کھلی متابعت قرار دینا جس میں اجتہاد و اختلاف رائے کی گنجائش نہ ہو اس میں ہنوز تامل ہے موجودہ نتائج اور آئندہ عواقب پر نظر کر کے اس شرکت کے عدم جواز کا راجح ہونا تو محتاج دلیل نہیں رہا مگر یہ اشکال کسی درجہ تک باقی ہے کہ جو حضرات نیک نیتی سے مصالح دینیہ حاصل ہونے کی خاطر اتباع باطل سے کلی احتراز کرتے ہوئے کانگریس میں شامل نہیں ان کے شمول کو خلاف شرع اور معصیت کس بنا پر قرار دیا جاوے جبکہ روایات حدیث وفقہ سے بعض حالات میں ممانعت معلوم ہوتی ہے اور بعض حالات میں اجازت ،اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مدار مسلمانوں کی مصلحت پر ہے،اس لئے یہ خلجان ہے کہ کیا مصلحت اور منفعت میں رائے کا اختلاف کیوں نہیں ہوسکتا،اگر ہوسکتا ہے تو جو حضرات اس شرکت کو نافع سمجھ کر شرکت کر رہے ہیں وہ گنہگار کیوں ہوں گے اجتہادی خطا کے سبب معذور کہا جاوے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ جناب کی طویل علالت طبع اور ہجوم مشاغل کو دیکھتے ہوئے ایسی تکلیف دینا مناسب نہیں مگر مسئلہ کی اہمیت اور اشکال کی قوت کے باعث مجبوراً تکلیف دہی کی جرأت کرتا ہوں امید کہ اس مسئلہ کو قریبی فرصت میں کسی قدر تفصیل وبسط کے ساتھ سپرد قلم کر کے ممنون فرماویں گے۔

والسلام مع الاکرام

جواب از حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ

المسمٰی بہ

القول المختار فی تحقیق الاختلاط بالکفار

نور چشم قاری عبدالشکور دام بالبہجۃ والسرور

السلام علیکم

مسرت نامہ موصول ہوا اب تک پوری تفصیل سے جواب لکھنے کی قوت اور فرصت نہیں زیادہ

تاخیر ہونے کی وجہ سے متوسط جواب درج ذیل ہے، اول تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسی سے تشفی ہو جائے گی اگر کسی جزء میں شبہ رہ جائے تو مکرر دریافت کرلیں۔

موالات کفار کی حرمت تو آیات کثیرہ میں موجود ہے اور موالاۃ کا مفہوم صرف قلبی دوستی میں منحصر نہیں بلکہ مناصرت یعنی اعانت واستعانت کو بھی شامل ہے جیسا کہ مفسرین نے تصریح کی ہے۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے نہوا عن موالاتھم (الیٰ قولہ) وعن الاستعانة بھم فی الغزو وسائر الامور الدنية (ص ۲۲٦ ج ۱)

جصاص میں ہے فتضمنت هذه الآية النهي عن اتخاذ الكفار اولياء وانصارا والاعتزاز بهم والالتجاء اليهم (ص ۳۵۲ ج ۲)

نیز ۵۵۲ میں ہے فيه نهي عن الاستنصار بالمشركين لان الاولياء هم الانصار۔

اور نیسابوری میں ہے وهو الركون اليهم والمعونة والمظاهرة لقرابة او صداقة قبل الاسلام او غير ذالك (الى قوله) فهذا لايوجب الكفر الا انه منهي عنه......اى يجره الى استحسان طريقته والرضاء بدينه۔

پس جب موالات میں مناصرۃ داخل ہے تو تمام آیات جو حرمت موالاۃ پر دال ہیں وہ اعانت واستعانت بالکفار کی حرمت پر بھی صراحۃً دلالت کرتی ہیں اس دلالت کی صحت وصراحت بلکہ قطعیت میں کوئی شبہ نہیں جو مزید استدلال کی ضرورت باقی رہے مگر ولی اور موالات کے لفظ سے زیادہ صریح لفظ بھی قرآن مجید میں موجود ہے اس کو ذکر کر دینا بھی مزید تقویت کا باعث ہے:

قال الله تعالى: فان تولوا فخذوهم واقتلوهم حيث وجدتموهم ولا تتخذوا منهم وليا ولا نصيرا الا الذين يصلون الى قوم بينكم وبينهم ميثاق قال صاحب الروح اى جانبوهم مجانبة كلية ولا تقبلوا منهم ولاية ونصرة ابدا والاستثناء من الضمير فى قوله سبحانه فخذوهم واقتلوهم (الى قوله) ولا يجوز ان يكون استثناء من الضمير فى لا تتخذوا وان كان اقرب لان اتخاذ الولى منهم حرام مطلقا (مثله فى تفسير ابى السعود) (ج ۳)

پس قرآن مجید سے تو اعانت واستعانت دونوں کی ممانعت حرمت علی الاطلاق صریح طور پر ثابت ہے اور اس میں کوئی استثنا نہیں ہے، اب روایات حدیث پر نظر ڈالنا چاہئے سو روایت عائشہ میں (غزوہ بدر میں) مسلم وغیرہ میں لانستعين بمشرك موجود ہے۔

قالت خرج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الى بدر حتى اذا كان بحرة الوبرة ادركه رجل من المشركين كان يذكر منه جرأة ونجدة فسر المسلمون به فقال يارسول اللّٰه جئت لا تبعك واصيب معك فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اتؤ من باللّٰه ورسوله قال لا قال فارجع فلن استعين بمشرك قالت فمضى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حتى اذا كان بالبيداء ادركه ذالك الرجل فقال له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اتؤمن باللّٰه ورسوله قال نعم قال فانطلق متفق عليه ورواه الجوز جانی ومغنی (ص ۴۵۷)

اسی طرح امام احمدؒ نے حبیب سے روایت کی ہے روى احمد باسناده عن عبيد الرحمن بن حبيب قال اتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو يريد غزوة فاذا رجل من قومى ولم نسلم فقلنا انا نستحى ......يشهد قومنا مشهد الا نشهده معه قال فاسلمتم قلنا لاقال لا نستين بالمشركين على المشركين قال فاسلمنا و شهد نا معه۔

قال فى الفتح رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد۔

اور غزوہ احد میں بھی حضور ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا لانستعين بمن ليس على ديننا۔

ان روایات میں کوئی حالت مستثنیٰ نہیں اس لئے بہت حضرات اس طرف گئے ہیں کہ کسی حال میں بھی کفار سے استعانت جائز نہیں چنانچہ فتح القدیر میں ہے وابن المنذر وجماعة لايجوزون ذالك اور مغنی میں ہے لايستعان بمشرك وبهذا قال ابن المنذر والجوزجانى وهذا اختيار ابن المنذر والجوزجانى فى جماعة من اهل العلم ۔ اور محلی میں ابن حزم نے کہا قال جوز جانى ابو سليمان لايستعان بهم (ص ۳۳۴ ج ۷)

اور جن روایتوں میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاد میں کفار کو شریک فرمایا تھا ابن المنذر ان کی بابت فرماتے ہیں والذی ذکر انه استعان بهم غیر ثابت (ص ۴۵۷ ج ۱۰)

نیز علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے ولا شك ان هذه لاتقادم احادیث المنع فی القوة فكيف تعارضها اور گو ابن حزم نے کہا ہے رویناه عن الزهری من طرق كلها صحاح عنه لیکن ابن ہمام نے فرمایا ہے ان یحیی بن القطان كان لایری مراسیل الزهری وقتادة شیئاً ویقول هی بمنزلة الریح اوصفوان۔

ابن امیہ کی غزوہ ہوازن میں جو شرکت آئی ہے اس کا طحاوی کی طرف سے یہ جواب کہ حضور نے امر نہیں فرمایا تھا...... اس کی بابت حافظ ابن حجر کا ...... بالکل درست ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ صفوان اس وقت مؤلفۃ القلوب میں تھا اس کو حصہ بھی مؤلفۃ القلوب کے سہام میں سے دیا گیا جبکہ مغنی کی روایت میں تصریح ہے کہ (ص ۴۵۶ ج ۱) اور پھر قریب ہی وہ ایمان ہی لے آیا تھا۔

اور بعض حضرات نے جواز استعانت پر ان الله ليؤيد هذاالدين بالرجل الفاجر سے استدلال کیا ہے اس کی بابت علامہ عینیؒ وغیرہ نے کہا ہے لاتعارض لان المشرك غير المسلم الفاجر یعنی اس سے استعانت بالفاسق کا جواز ثابت ہوگا نہ استعانت بالکافر کا۔ مگر امام سرخسیؒ نے جو روایت لی ہے اس میں فاجر کی جگہ باقوام لاخلاق لهم فی الآخرة ضعیف (عزیزی) وارد ہوا ہے اس سے کفار کا مراد ہونا متبادر ہے لیکن ذرا غور کیا جائے تو اس استدلال میں بھی ایک قوی شبہ ہے اول تو اس تائید سے تائید تکوینی کا احتمال غالب ہے نہ تشریعی کا دوسرے مآل اور انجام اس شخص کا فجور کی طرف ہوگیا تھا استعانت کے وقت اس کا فجور ظاہر نہ تھا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے ولایعارضه قوله صلی الله علیه وسلم نستعین لانه محمول وکفر علی من یظهر الکفر (فتح ص ۱۶۴ ج ۷) (حیات ترمذی ص ۲۸۹ تا ۲۹۳)

سید عبدالناصر ترمذی متعلم جامعہ حقانیہ

مجموعہ مکاتیب کریمیہ

اس عنوان کے تحت ہم حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ مکتوبات درج کررہے ہیں جو آپ نے مختلف حضرات کے نام تحریر کئے۔ان خطوط سے اپنے دور کی شخصیات سے تعلقات کے علاوہ آپ کی دینی، علمی اور تبلیغی خدمات، نیز عہد رفتہ کی تاریخ بھی سامنے آجاتی ہے۔ مکمل تفصیل ''تذکرۃ الکریم'' میں درج کردی گئی ہے۔

(۱) بنام حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ دونوں خواجہ تاش ایک ہی شیخ کے مرید اور عاشق زار تھے، دونوں میں بہت بے تکلفانہ تعلقات قائم تھے،طویل عرصہ تک دونوں حضرات دربار اشرفی سے منسلک ہونے کے ساتھ بہت سے علمی وفقہی امور میں ایک دوسرے سے گفتگو، تبادلۂ خیال اور باہمی مشورہ فرماتے رہے۔ان حضرات کے مابین آپس میں جو بے تکلفی، محبت اور تعلق تھا وہ ان خطوط سے واضح ہے جو انہوں نے ایک دوسرے کو تحریر کئے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دو خطوط جو آپ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو تحریر فرمائے پہلی مرتبہ البلاغ کے مفتی اعظم نمبر بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوئے جبکہ حضرت مفتی عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمودہ مکتوب پہلی مرتبہ شائع ہورہا ہے جو حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کے ذخیرۂ مخطوطات میں محفوظ ہے،افسوس کہ باقی خطوط محفوظ نہ رہ سکے اور تقسیم ہند کی نظر ہوگئے،انا للّٰہ ۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کے نام دونوں مکتوب آپ نے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاوتکریما سے تحریر فرمائے۔

آپ کے یہ مکتوبات جب البلاغ کے مفتی اعظم نمبر میں شائع ہوئے تو ان پر حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے چند سطور پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع حاشیہ تحریر فرمایا قارئین ''الحقانیہ'' پہلے وہ حاشیہ اور پھر اصل خطوط ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اکابر متوسلین

میں سے تھے اور عرصہ دراز تک تھانہ بھون میں فتویٰ کی خدمت انجام دیتے رہے ۔الحیلۃ الناجزہ کی تصنیف میں حضرت تھانوی نے جن دو حضرات سے خصوصی مدد لی ان میں حضرت والد صاحب کے علاوہ آپ بھی شامل تھے،حضرت والد صاحب سے آپ کے بہت بے تکلفانہ تعلقات تھے جن کی جھلک ان خطوط میں ملتی ہے۔ تقی......

(۱) میرے دوست السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ جگہ جگہ یاد آتے رہتے ہیں اور ناچیز دعاء میں شامل کرتا رہتا ہوں ،کاش ! کہ آپ میرے ساتھ ہوتے ،علاوہ رفاقت سفر کے مناسک میں بھی آپ راہنمائی فرماتے ،گو آپ نے غنیہ عطا فرمائی ہے مگر وہ آپ کی پوری قائم مقامی نہیں کرسکتی ،جب وہ ہم سے نہیں بولتی تو مجبوری ہوجاتی ہے، آپ سے وہ اچھی طرح بولتی اور آپ کو ہم بولنے پر مجبور کرتے ،خوب لطف رہتا ،حق تعالیٰ یہ دولت نصیب فرمائے ،خدا کا شکر ہے کہ مناسک حج تقریباً ختم ہوچکے صرف آج کی رمی باقی ہے جس کا وقت عنقریب آرہا ہے ،خط یہاں اس واسطے لکھا ہے کہ بعض لوگ جانے والے ہیں ان کی معرفت روانہ کرنے کا خیال ہے،جس طرح ہوا شتم پشتم افعال حج ادا کررہے ہیں ،خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمالے ،آپ بھی دعا فرماویں سخت محتاج ہوں ،اس در پر آکر بھی ناکام رہا تو پھر کہاں ٹھکانہ ہے۔

جناب مولوی صاحب کی خدمت اقدس میں سلام مسنون عرض کرنے کے بعد دعاء کی درخواست ہے اور حضرت میاں صاحب کی خدمت اقدس میں بھی ،سب بچوں کو دعاء پیار ،غالبًا توقع ہے کہ کم از کم ایک ماہ قیام کے بعد مدینہ منورہ کو روانگی ہوگی ممکن ہے کہ دو ماہ قیام ہوجائے ،بہرحال دعاء میں یاد رکھیں اور مدرسہ صولتیہ کے پتہ پر اپنی خیریت سے مع متعلقین جلد مطلع کریں ،باقی خیریت ہے، بحمداللہ صحت بہت اچھی ہے ،یہ مبارک سفر موافق آگیا والحمدللّٰہ علٰی ذٰلك حمدا کثیرا۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ وارد حال بازار منیٰ

مورخہ ۱۳/ ذوالحجہ ۵۳ھ یوم دوشنبہ

(۲) مولانا المکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو تو احقر کا عریضہ عین انتظار میں مل گیا اور اس کی تصدیق بھی منشی سید حسین صاحب

کے ذریعہ ہوگئی لیکن احقر کو جناب کا نوازش نامہ اس وقت ملا جب کہ انتظار ختم ہو کر مایوسی ہو چکی تھی اور ہم روٹھ گئے تھے، جس ڈاک میں بھی وطن وغیرہ خط لکھتا تھا اس میں ایک خط خدمت سامی میں بھی روانہ کر دیتا تھا، لیکن جب کسی کا جواب نہ آیا اور ۷ صفر کی ڈاک میں آپ کو فہرست سے خارج تصور کرلیا گیا تو ۸ صفر کو ایک مزید ار خط پہنچ ہی گیا، جس شب کی آپ نے شکایت لکھی ہے اسی شب آپ کو ایک خط لکھا، پھر غالباً راستہ میں کراچی یا کامران سے لکھا، پھر منزل مقصود پہنچ کر ۲۶ یا ۲۷ ذیقعدہ کو لکھا مگر تماشا ہے کہ ان میں سے آپ کسی کی رسید نہیں دیتے، صرف بازار منیٰ کے خط کا جواب تحریر فرماتے ہیں، خیر غنیمت ہے بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔

مدینہ طیبہ اگر آپ نے مولانا سید احمد صاحب کی معرفت خط بھیجا ہے تب تو مجھے ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا کیونکہ مولانا موصوف کو ایک خط لکھ دیا تھا کہ احقر کچھ روز بعد حاضر ہوگا اگر میرا کوئی خط آوے تو رکھ لیجئے۔ آپ کا قصیدہ پڑھا بڑے استاد نکلے نہ بر دیکھا نہ بحر، نہ سردی چکھی نہ گرمی، مزے سے گھر بیٹھے زیارت حرمین کا ثواب لوٹ لیا، آخر ہو نہ بقول مولانا مرتضیٰ حسن صاحب پھر الخ۔

واقعی یہاں کی حاضری ہے بڑی دولت بے بہا، اس پر جس قدر بھی رشک کیا جائے کم ہے، مگر دعا فرمایئے کہ جس طرح اپنی رحمت سے حاضری کی توفیق بخشی ہے اسی طرح اس کو قبول بھی فرمالیا جائے، زیادہ افسوس تو اس کا ہے کہ کچھ کرنا دھرنا نہ تھا تو کم از کم طلب تو ہوتی مگر طلب تک نہیں تو کیا انجام ہوگا؟ حق تعالیٰ رحم فرماوے، ایک روز باب کعبہ کے سامنے باب النبی و باب العباس کی درمیانی کیاری میں بیٹھے بیٹھے عرض کر رہا تھا۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو	شیئاً للہ ز جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما	آفریں بردست و بر بازوئے تو

مگر خیال آیا کہ زنبیل کہاں ہے؟ یہ تو کسی طالب کی درخواست ہے یہاں تو اول زنبیل کا سوال چاہئے، بیت اللہ شریف میں داخلہ کا بڑا شوق ہے لیکن رشوت کی بیخ مانع ہوئی ہے، سنا کرتے تھے کہ ۱۰ محرم کو عام داخلی ہوتی ہے مگر معلوم ہوا کہ اب وہ بھی موقوف ہوگئی، اتفاق سے ایک روز عربی ۴ بجے اچانک نظر پڑی کہ زینہ لگا ہوا ہے دوڑ کر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی عورتیں ہیں، جب وہ باہر آجاویں تب مردوں کو اجازت ملے گی، یہاں تک تو غنیمت تھا امیدواروں میں کھڑا ہوگیا عورتیں نکل آئیں تو مرد

زینہ پر چڑھے لیکن صدا آئی ارجعوا ارجعوا حریم فی ،اس پر بھی صبر کیا واپس آ گئے کہ باقیات صالحات کو بھی آ جانے دو، لیکن ان کے آنے پر جو حکم سنایا گیا۔اب مسکوک تو نہ پوچھئے کیا گزری، مجمع پر سکتہ کا عالم تھا، اِدھر تو یہ حالت اُدھر اخوات چلا رہے ہیں کہ زینہ کھینچو، اول تو سنا ہی مشکل سے پھر قہر درویش بر جان درویش اس کو لپٹے تو جان کسی میں نہ تھی جو وہ کھسکے مگر جوں توں کر کے کھینچنا ہی پڑا، یہاں بات ختم نہیں ہوئی آگے سنئے، جب زینہ پہنچ چکا تو شیبی صاحب سے ایک افسر نے کہا، اس پر اس نے دروزاہ کھول دیا اور معمولی سیڑھی لگائی گئی، جان میں جان آ گئی، بہت سے آدمی پہنچ گئے لیکن ہماری باری قریب آئی تو اتفاق سے سیڑھی گر گئی، کمنڈٹو ٹے کا شعراب پڑھ لیجئے ،آخر کار ہر چند کوشش کی شیبی صاحب نے اجازت ہی نہ دی، آپ نے الخیر فیما وقع پڑھ کر اطمینان حاصل کیا ہم نے شعر ذیل پڑھ کر اضطراب بڑھایا۔

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی بازار خویش آتش ما تیز می کنی

آپ نے قصیدہ کے متعلق جو لکھا ہے کہ آپ کے تخطئہ سے نہیں ڈرتا اس لئے یہ اشعار بھیجتا ہوں مگر کسی دوسرے ادیب کو دکھا کر رسوا نہ کریں، اس حکم کی خلاف ورزی ضرور کرتا مگر کسی سے واقفیت ہی نہیں آپ کا مقصد حاصل ہو گیا، مجبوراً تعمیل ارشاد کرتا ہوں، باقی رہا تصویب و تخطئہ تو جو کچھ بھی کبھار ایک آدھ لفظ پر جناب کی توجہ منعطف کرا دیتا تھا وہ دراصل آپ کا ہی فیض ہوتا تھا جس کا حلقہ اثر اب معلوم ہوا کہ محدود ہے یہاں، تک اس کی رسائی نہیں لہٰذا کچھ عرض نہیں کر سکتا اور خطا آپ ہی کی ثابت ہوئی۔

دعا میں جو آپ کو شامل رکھا اس کے متعلق درخواست تو مجھے یاد بھی نہ رہی تھی، آپ کی عنایت نے خود یاد دہانی کی اور اتفاق سے وہ اجزاء دعاء میں شامل ہوتے تھے جو آپ نے لکھے ہیں الحمد للّٰہ علٰی ھٰذا التوفیق۔

تاہم آپ کی درخواست کو دیکھ کر مزید خیال ہوا اور اسی وقت حرم شریف میں حاضر ہو کر ایک طواف خاص ان دعاؤں ہی کی غرض سے کیا، حق تعالیٰ قبول فرماوے۔مولوی صاحب کیلئے صحت و قوت اور عافیت دارین کی دعاء بھی کرتا رہتا ہوں اور قاضی صاحب کا بھی دعاء گو ہوں، ہر دو حضرات کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں نیز دعائے خیر کی درخواست ہے، علیٰ ہٰذا حضرت میاں صاحب سے، اور بچوں کو دعاء پیار، اب واپسی اور مدینہ منورہ کی سنیئے، آپ جو ہر محرم کو میری واپسی کے متعلق صبح شام کا انتظار

کر رہے تھے اس وقت غالباً آپ کو میری رفتار یاد نہ رہی ہوگی، حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حج کے ساتھ مزید قیام کی دولت بھی عطا فرمائی، اب غالباً ۲۱،۲۲ رصفر کو روانگی ہو جائے گی، آج خبر مل گئی ہے کہ کوشان ختم ہو گیا ہے اب لاری کا کرایہ ساڑھے تین گنی اور ریال ہو گیا، اونٹ کا کرایہ اب تک محقق طور پر معلوم نہ ہو سکا، ۲۰ روپے، ۴۰ روپے فی کس کی روایات ہیں، آج کل میں ان شاء اللہ تحقیق ہونے پر کرایہ داخل کرا دیا جاوے گا، اونٹ پر جانے کا ارادہ ہے، پانچ سات روز انتظام میں لگ جاویں گے اور ممکن ہے کہ ۲۵ تک قیام ہو جائے، ایسا ہوا تو قیام کے پورے تین ماہ ہو جائیں گے، اب بحذف کسر اڑھائی ماہ ہو چکے ہیں، وہاں حاضر ہو کر آپ کا اور والدہ محمد زکی کا سلام عرض کردوں گا، اور اگر موقع لگا تو ان شاء اللہ آپ کا قصیدہ مواجہ مبارکہ میں پڑھ دوں گا، ربیع الثانی کے ختم تک مدینہ منورہ حاضر ہو کر اوائل جمادی الاولیٰ میں واپسی کا عزم ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ ختم جمادی الاولیٰ تک ملاقات ہو جاوے گی والامر بید اللہ سبحنہ۔ جب آپ نے تین ورق لکھے تو ہم کیوں نہ لکھیں۔

اب انتظام مصارف کا مسئلہ باقی رہا سو اول آپ بتلایئے کہ ...... تک ضرورت ہونا اور ان کا رفیق سے مل سکنا آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟ یہ کشف نہیں تو کیا ہے، جب آپ کو پہلا خط لکھا اس وقت تک کوئی ظاہری انتظام نہ ہوا تھا جس کی اطلاع دیتا، ویسے ہی ارادہ کرلیا تھا اور انتظام کی دعا مانگ رہا تھا، حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں بھی دعاء کے واسطے لکھ دیا تھا، شروع میں ایک رنگونی صاحب نے سورو پیہ ہدیۃً عنایت کیا اور دریافت پر معلوم ہوا کہ مولانا ظفر احمد صاحب نے ان کو اس کا اشارہ لکھا ہے جزاھما اللّٰہ تعالیٰ۔

اس کے بعد جو تخمینہ کیا تو وہ یا کچھ کم کی اور ضرورت رہی تھی، اس کی دعاء کرتا رہا اور یہ بھی کہ اسی ماہ میں برکت ہو جائے کچھ کفایت کرلوں گا، اسی خیال میں تھا کہ قرض لوں یا کفایت اختیار کروں کہ آپ کا خط آ گیا، اب مولوی عبدالرحمٰن صاحب بخاری سے تعارف نہیں اس لئے ان سے کہتے ہوئے حجاب ہوا اور مولانا شفیع الدین صاحب سے عرض کرتے ہوئے بھی شرم آئی، سوچ رہا تھا کہ کیا کروں کہ رفقاء میں سے ایک صاحب نے ازخود کہا کہ اگر آپ کو کچھ خرچ کی ضرورت ہو تو ...... روپے تک میرے پاس بالکل زائد ہیں بے تکلف کہہ دیجئے، غنیمت سمجھا اور لے لئے، آپ کو بھی دعاء دی اور انہیں بھی اور یہ رقم ان کو واپسی پر دینا ہے، لیکن اگر آپ کو انتظام میں اسی وقت زیادہ سہولت معلوم ہوتی ہو تو خلیفہ صاحب

کے پاس جمع کر دیں، وہ وکیل بالقبض ہیں مؤکل نہیں ..... آپ سے لینا ہےتو بڑا ظلم، آپ کے ذمہ بہت مصارف ہیں خیال آیا کہ صرف ..... لےلوں اور کچھ کفایت کروں مگر آپ کی اوران صاحب کی موافقت سے گمان ہوا کہ یہ تعیین غیب سے معلوم ہوتی ہے ادھر اپنی کفایت شعاری کا حال معلوم ہے، اس واسطے ..... لے لئے حق تعالیٰ شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرماویں دنیا میں بھی آخرت میں بھی، اب بظاہر خرچ بہت کافی ہوگیا ہے والحمدللہ علی ذلك مگر حال میں برکت کی اور امداد خداوندی کی حاجت ہے، دعاء کیجئے کہ برکت اور امداد شامل حال رہے، نیز مقصود اصلی رضاء و جنت حاصل ہونے کی دعاء بھی فرمادیا کریں۔ فقط والسلام مع الاکرام

اور صحت احقر کی تکمیل حج تک تو اچھی رہی اس کے بعد کچھ روز نزلہ بخار کی شکایت رہی جس کا یہاں عام طور پر اہل شہر پر بھی اثر تھا، بعد ازاں مسافرین کو عموماً جو دستوں کی شکایت ہو جایا کرتی ہے وہ ہوئی اور خوب ہوئی، سخت کمزور ہوگیا، اب بفضلہ تعالیٰ تقریباً طبیعت بالکل صاف ہے، ضعف بھی بڑی حد تک جاتا رہا، صحت وقوت مقتضی کی دعاء کرتے رہیں جیسا کہ خلیفۃ المسلمین کیا کرتے ہیں اور یہ بھی دعاء فرمایئے کہ بار قرض سے جلد سبکدوشی حاصل ہو، لوگ تو سبکدوش ہو کر حج کو آیا کرتے ہیں قرض میں اضافہ کر کے آیا، اگر آپ حضرات کی دعاء رہی تو واپسی پر جلد سبکدوش ہو جانا بعید نہیں۔ باقی رہا قرض کا سو اس کے متعلق الساقط لا یعود کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے ملاحظہ فرمالیں اور جدید قرض بدون سفارت کے ہوتا نہیں اور ہم آپ کو غیر بناتے نہیں کیونکہ آپ جائز نہیں بنتے، غالباً سب اجزاء کا جواب ہوگیا اور آج ڈاک جارہی ہےلہٰذا ختم کردم ہو الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ از مکہ مکرمہ

مورخہ ۸؍صفر ۱۳۵۴ھ یوم سہ شنبہ

نوٹ: اگر ربیع الاول کے ختم تک خط بھیجا جاوے تو مجھ کو مدینہ منورہ میں ان شاء اللہ مل جائے گا، جب آپ نے گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے رد کن بھی وصول کرنا ضروری ہوا۔

براہ عنایت جالندھر کے خط کا ٹکٹ لگا کر او رمدینہ منورہ کے لفافے پر ۳ کے ٹکٹ لگانے کے بعد حضرت والا کی خدمت کا جو لفافہ رکھا ہے اس پر ا کا ٹکٹ لگا کر ڈاک میں چھوڑ دیں (از مفتی اعظم نمبر ص ۱۲۳۲)

مکتوب مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ
بنام حضرت متھلوی قدس سرہ

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے آپ کے خاص تعلقات کی جھلک آپ نے ان مکتوبات میں ملاحظہ فرمائی، اب بطور تائید مزید حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کا بھی ایک گرامی نامہ درج ہے جو انہوں نے تقسیم ملک کے وقت آپ کو تحریر فرمایا، اس سے جہاں اس وقت کے حالات پر روشنی پڑتی ہے وہیں دونوں حضرات کی بے تکلفی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ ۸۶ ے

دیوبند ۲۴ رشوال ۶۶ ھ

مخدومی مولانا عبدالکریم صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے مذہب میں تو خط لکھنا گناہ ہی ہے، آپ کے جانے کے بعد سخت تشویش آپ کی طرف سے لگی رہی کہ تھانہ بھون واپس گئے یا خدانخواستہ انبالہ کا قصد کیا، کیونکہ انبالہ کے بارہ اس اثناء میں بہت سخت خبریں موصول ہوئیں۔ تھانہ بھون لکھا اس کا بھی آج جواب ملا جس سے اطمینان ہوا کہ آپ انبالہ نہیں گئے، آج ہی آپ کا والا نامہ بھی ملا۔

سید محتشم اور ان کے بھائی سید محترم دونوں ۲ ستمبر کو کراچی سے ہوائی جہاز میں دہلی پہنچے، اسی روز شام کو دیوبند آنے کیلئے اسٹیشن آئے، میرٹھ لائن کو لوگوں نے مخدوش بتلایا، مرادآباد لائن کا مشورہ دیا، بحکم قضاء وقدر اسی طرف سے روانہ ہوئے، راستہ میں گجرولہ اسٹیشن کے قریب گاڑی پر حملہ ہوا، اس میں یہ دونوں سیدین شہید کر دیئے گئے اناللّٰہ وانا الیہ راجعون، لاشیں گجرولہ اتاری گئیں، وہیں دفن ہوئیں، دیوبند میں تین روز کے بعد ان کی افواہیں پھیلیں، چوتھے روز تصدیق ہوگئی، حقیقت یہ کہ دیوبند کے مسلمان بے سر ہوگئے، سارے قصبہ میں کہرام مچا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرماویں، آپ بھی سفر کی ہرگز جلدی نہ کریں جب تک آنے جانے والوں سے امن طریق کا مکمل اطمینان نہ ہوجائے۔

بخدمت مولانا ظہورالحسن صاحب سلام مسنون عرض ہے۔ والسلام

محمد شفیع عفی عنہ

(۲) بنام حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حضرت حاجی محمد شریف صاحب ہشیارپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے، عرصہ دراز تک حضرت سے اصلاحی تعلق رہا، مکتوبات اشرفیہ کے نام سے حضرت کے ساتھ ان کی اصلاحی مکاتبت شائع ہو چکی ہے جو سالکین کیلئے بے حد نافع اور مفید ہے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے بھی آپ کے گہرے تعلقات اور مراسم تھے، حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے آپ سے جو مکاتبت کی وہ ان کے پاس محفوظ تھی، ۱۹۷۸ء میں حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کی فرمائش پر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے اصل خطوط برائے ملاحظہ انہیں ارسال فرمائے، حضرت رحمہ اللہ نے آپ کی اجازت سے انہیں نقل کرا کے اصل خطوط حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو واپس کر دیئے اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان پر لکھے جانے والے مضمون ''ذکر شریف'' میں اپنے حاشیہ کے ساتھ انہیں شامل فرمایا، یہ مضمون پہلی مرتبہ ماہنامہ ''الخیر'' ملتان بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ فروری ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا، یوں یہ خط و کتابت نہ صرف محفوظ ہوئی بلکہ دوسروں کیلئے بھی استفادہ کا باعث بنی فللّٰہ الحمد ولہ الشکر۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ہم یہاں صرف تین خطوط شائع کر رہے ہیں، ان میں سے ایک خط حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ۲۲/ذوالقعدہ ۱۳۵۶ھ کو جہاز المدینہ سے تحریر فرمایا ہے، مکمل مکاتبت ''تذکرۃ الکریم'' میں قابل ملاحظہ ہے۔

(۱) سیدنا و مرشدنا و مولانا دام ظلکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

وعلیکم السلام

سوال (۱) حسب ارشاد حضرت اقدس گھر کی چیزوں میں سے یہی حصہ لے کر جناب تایا صاحب مرحوم کی لڑکی کو دے دوں گا، حضرت اقدس تایا صاحب کا ترکہ تقریباً گھماؤں زمین ہے، مکان اور حویلی اس سے علاوہ ہے، قرضہ ۳۰ روپے اصل اور تقریباً ۵ روپے سود ہو گا اور ۱۶۰ روپے کسی مقروض کی ضمانت دی ہوئی ہے، حضرت اقدس ارشاد فرما دیں کہ اگر مقروض ادائیگی روپے سے انکار کر دے تو شرعاً وہ روپیہ ضمانت کا اس ترکہ میں سے دینا ہو گا؟

جواب: ہاں ترکہ میں سے دینا ہوگا اور پھر ورثہ کا بقدر حصہ اس مقروض کے ذمہ قرض رہے گا بشرطیکہ یہ ضمانت مقروض کی درخواست پر ہوئی ہو، جب وصول ہو سب وارثان حصہ کے مطابق تقسیم کرلیں۔

بقیہ سوال: سرکاری قانون سے اگر اصلی مقروض انکار کردے تو ضامن کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے۔

(۲) ہمارا نسب نامہ مندرجہ ذیل ہے جو بصورت شجرہ لکھا جاتا ہے تاکہ حضور کو سہولت ہو:

غلام محمد مرحوم دادا صاحب

تایا صاحب شہاب الدین — والد صاحب منشی نظام الدین مرحوم

(جن کا ترکہ تقسیم ہوگا) — فضل دین عطا محمد محمد شریف

مسماۃ فاطمہ

حضرت اقدس ارشاد فرماویں کہ بعد منہائی قرضہ ترکہ سے تایا صاحب کی لڑکی مسماۃ فاطمہ اور ہم تینوں بھائیوں کو کیا کیا حصہ ملے گا؟

جواب: اگر کوئی اور وارث نہیں تو آدھا فاطمہ کو پہنچتا ہے اور آدھے میں تینوں بھائی شریک ہوں۔

(۳) حضرت اقدس چونکہ پنجاب میں ترکہ میں سے لڑکیوں کو محروم رکھا جاتا ہے لہٰذا میرے بڑے بھائی فضل الدین و عطا محمد غالباً حصہ نہ دیں گے، تایا صاحب کے ترکہ میں سے مجھے ایک تہائی ملے گا، حضرت اقدس فرماویں کہ میں اپنے حصہ میں سے اپنی تایازاد بہن کو کتنا دے دوں جس سے اس کا حق شرعی ادا ہو جائے (یہ ہے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خصوصی تربیت کا اثر اور ادائیگی حقوق العباد کی فکر جس سے آج کل عام طور پر ذہن خالی اور بے فکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت عطا فرمائیں جس سے تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا فکر اور اہتمام ہوتا ہے، آمین۔ آگے مسئلہ سنئے)

جواب: اپنے مقبوضہ میں سے نصف[1] دے دیا جاوے۔

(۴) حسب ارشاد حضرت اقدس میں تو شرعی حصہ بخوشی مسماۃ فاطمہ کو دے دوں گا مگر اس صوبہ میں جب کبھی کوئی اللہ کا بندہ بہنوں کو شرعی حصہ دیتا ہے تو اس کی زندگی میں ہی ورنہ بعد وفات اس شخص کی نرینہ اولاد و نرینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں دیگر وارث اس جائیداد کو جو بہن وغیرہا کو دی جاتی ہے عدالت

(۱) ترکہ میں سے فاطمہ کا حصہ آدھا تھا، جب ترکہ تینوں بھائیوں کو تین حصے ہو کر مل گیا تو ہر بھائی کے حصہ میں فاطمہ کا آدھا حصہ چلا گیا اس لئے ہر بھائی اپنے مقبوضہ میں سے فاطمہ کو آدھا واپس کردے۔ سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

میں دعویٰ دائر کر کے اپنے رسوم کے مطابق ڈگری لے لیتے ہیں اور اس وارث لڑکی کو کچہریوں میں اور خراب کیا جاتا ہے اور مقدمہ پر جائیداد کی قیمت سے بھی زیادہ روپیہ فریقین کا خرچ ہو جاتا ہے اور میری تایا زاد بہن فاطمہ رہتی بھی کہیں دور ہے غالباً وہ زمین کی بجائے اس کی قیمت لینا چاہے گی لہٰذا حضرت اقدس ارشاد فرماویں کہ اگر فاطمہ زمین کی قیمت لینا بخوشی منظور کر لے تو شرعاً درست ہے یا نہیں؟

بقیہ سوال: اگر درست ہو تو اس صورت میں سہولت رہے گی۔

احقر محمد شریف مدرس مڈل سکول میانی افغاناں ضلع ہوشیار پور (پنجاب)

۱۷رشوال المکرم ۱۳۵۱ھ

جواب: ہاں درست ہے۔

کتبہ احقر عبدالکریم عفی عنہ تھانہ بھون

۲۸رشوال ۱۳۵۱ھ

(۲) مخدومی ومکرمی مولانا دامت برکاتہم

حال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب: وعلیکم السلام

حال: محکمہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں پراویڈنٹ فنڈ کا روپیہ جمع ہے آپ کے ایک فتویٰ سے یہ بات تو معلوم ہو چکی ہے کہ بعد ملازمت جب یہ روپیہ ملے گا تو سب سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، یہ ارشاد فرماویں کہ اگر میں مر جاؤں اور میرے بعد یہ روپیہ میرے وارثوں کو ملے تو ان پر بھی اس روپیہ کی سب سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا؟

جواب: ہاں واجب ہوگا۔

حال: یا نہیں، اگر واجب ہو تو اس کے متعلق وصیت کر دوں؟

جواب: وصیت ضروری ہے۔(پراویڈنٹ فنڈ کے بارہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی آخری تحقیق یہی ہے کہ وہ دین ضعیف میں داخل ہے اور اس کے وصول ہونے پر آئندہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی گزشتہ سالوں کی نہیں، مگر چونکہ حضرات صاحبین کے نزدیک ہر قسم کے دین میں زکوٰۃ ایام ماضیہ کی واجب ہے اس لئے بنا بر احتیاط وتقویٰ گزشتہ ایام کی زکوٰۃ کے وجوب کا حکم فرمایا گیا ہے، ھٰذا ھو

التوفیق۔اس مسئلہ کی مزید تحقیق امداد الفتاوی جلد دوم ص ۴۴۵، ۴۵۰ پر ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے)

حال(۲) ارشاد فرمائیں کہ مسجد نبوی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کر چکنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا چاہیے یا بلا ہاتھ اٹھائے؟

جواب: بلا ہاتھ اٹھائے دعاء مانگے تو بہتر ہے۔

حال: یا اس وقت قبلہ رو ہو کر دعاء مانگے تو بہتر ہے؟

جواب: اگر قبلہ رو ہونا چاہے تو مواجہ مبارک سے ہٹ جاوے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت نہ ہو(یہ ادب اور حدود شریعت کا جامع جواب ہے جو جامع شریعت وطریقت بزرگوں کا ہی حصہ ہے)

حال(۳) میری اہلیہ کچھ بچیوں کو بحمد اللہ بالکل بلاغرض پڑھاتی ہے لیکن اگر کوئی معمولی چیز ان کے والدین مثل سبزی یا چنبیلی پھول وغیرہ کبھی بھیج دیں تو صرف اس خیال سے قبول کر لیتی ہے کہ نہ لیا تو ان کی دل شکنی ہوگی۔

جواب: ایسی حالت میں قبول کرنا مضائقہ نہیں رکھتا۔

بقیہ حال: ارشاد فرمائیں کہ ایسی چیزیں قبول کر لینا نامناسب تو نہیں؟ علاوہ ازیں بچیوں سے گھر کے معمولی کام اور بعض دفعہ بڑے کام بھی مثل کپڑا دھونا، گھر کی صفائی کا کام وغیرہ لے لیتی ہے، ارشاد فرمائیں کہ یہ ناجائز تو نہیں؟

جواب: اگر ان کو کام سکھانا مقصود ہو یا وہ خود درخواست کریں تو کچھ حرج نہیں۔(۱۵رج ۲/۵۶ھ)

حال(۴) اگر فرصت ہو اور طبیعت مبارک بالکل بعافیت ہو تو ۷۵ درجہ طول بلد کے صرف ابتدائی سایہ یک مثل کے اوقات پر ایک ماہ کے صرف چند دن تحریر فرما دیویں، اوقات دھوپ گھڑی کے کافی ہوں گے، سال کی مختلف تاریخوں میں دھوپ گھڑی اور ریلوے ٹائم کے درمیان تفاوت آپ نے پہلے تحریر فرما دیا تھا، ابتدائی سایہ یک مثل کے علاوہ باقی جملہ اوقات بھی آپ سے پوچھ کر لکھ لایا تھا، صرف ابتدائی سایہ یک مثل کی ضرورت ہے۔

جواب: چند تاریخوں کا وقت درج ہے بقیہ کا حال اس سے معلوم ہوسکتا ہے اور یہ نقشہ لدھیانہ سے لاہور تک کارآمد ہے، مطلب اس نقشہ کا یہ ہے کہ جب دو مثل کا وقت معلوم ہو تو اس میں سے اس وقت

کومنہا کردیا جاوے مثلاً یکم جنوری کو اگر ۴ بج کر ۱۲ منٹ پر دو مثل ہے تو اس سے ۴۰ منٹ پیشتر یعنی ۳ بج کر ۳۲ منٹ پر ایک مثل ہے۔ والسلام احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ از راجپورہ

حال: اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں مراتب عالی عطا فرماویں اور آپ کا مبارک سایہ اس ناچیز کے سر پر صحیح سلامت رکھیں۔ اگر فرصت نہ ہو تو ایک ہی سوال اگلے خط میں بھیج دوں گا۔

بندہ محمد شریف مدرس مڈل سکول میانی افغاناں

ضلع ہوشیار پور (پنجاب)

۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

مقدار تفاوت میاں یک مثل و دو مثل

تحریر فرمودہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلی

ماہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ
جنوری	40	0	41	0
فروری	44	0	46	0
مارچ	49	0	51	0
اپریل	56	0	59	0
مئی	5	1	10	1
جون	15	1	16	1
جولائی	17	1	14	1
اگست	10	1	6	1
ستمبر	0	1	56	0
اکتوبر	52	0	49	0
نومبر	46	0	43	0
دسمبر	42	0	41	0

(۳) مخدومی حضرت مولانا دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حال: بڑے دن کی تعطیلات میں بندہ اور مولوی[1] شیر محمد صاحب تھانہ بھون جاتے ہوئے راجپورہ اترے کیونکہ زیارت کو دل چاہتا تھا مگر آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے ہوئے تھے، جب تھانہ بھون پہنچے تو آپ وہاں سے بھی تشریف لے جا چکے تھے، ملاقات نہ ہونے کا بے حد صدمہ ہوا۔

جواب: احقر ۴ بجے پہنچا تو معلوم ہوا کہ ۲ بجے آپ تشریف لے گئے ہیں افسوس ہوا، حق تعالیٰ عافیت سے رکھے ان شاء اللہ واپسی پر ملیں گے۔

حال: واپسی پر سردی اور بارش کے باعث نہ اتر سکے۔

جواب: اچھا کیا سردی زیادہ تھی۔

حال: آپ ہر سہ[2] کو سفر حج مبارک ہو۔

جواب: حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے گزشتہ سال آپ نے وہاں درخواست اور دعاء پہنچائی تھی۔

حال: اللّٰھم آمین ثم آمین، اور قبول فرماویں اور بخیر و عافیت واپس لاویں۔

جواب: اللّٰھم آمین ثم آمین۔

حال: اگر یاد آجاوے تو اس ناچیز کیلئے مکہ معظّمہ میں دعاء فرماویں تا کہ اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ عطا فرماویں اور مدینہ شریف میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کر دیں۔

جواب: ان شاء اللہ ضرور، یادداشت میں لکھ لیا ہے۔

حال: مولوی شیر محمد صاحب آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور یہی دونوں درخواستیں وہ بھی کرتے ہیں۔

---

(۱) یہ وہی مولوی شیر محمد صاحب ہیں جن کی زاہدانہ اور متقیانہ زندگی سے متاثر ہو کر حضرت حاجی صاحب مرحوم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے دربار گوہربار میں باریاب و فیضیاب ہوئے تھے۔

(۲) اس مبارک سفر حج میں حق تعالیٰ کی مہربانی سے حضرت والدگرامی رحمہ اللہ کے ساتھ والدہ محترمہ مرحومہ بھی تھیں اور یہ ناکارہ آوارہ بھی ہمسفر تھا، برادر عزیز عبدالعلیم سلمہ دودھ پیتے دو سال سے کم عمر بھی ساتھ تھے جیسا کہ آگے آرہا ہے، اس مبارک سفر سے دوسرے حج کے بعد واپسی ہوئی تو آٹھ ماہ مدینہ منورہ میں قیام کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت والدگرامی رحمہ اللہ مدرسہ علوم الشرعیہ مدینہ منورہ میں حدیث وفقہ کی تدریسی خدمات میں لگا دیئے گئے اور یہ ناکارہ وہاں بھی تعلیم میں مشغول رہا، رمضان المبارک کا مہینہ بھی مدینہ منورہ میں گزارنے کی اور قرآن مجید سنانے کی توفیق نصیب ہوئی والحمد للہ علی ذٰلك۔

جواب: ان سے سلام عرض کردیں، ان کا نام بھی درج کرلیا ہے۔

حال: اہلیہ گھر والوں کو سلام عرض کرتی ہے۔

جواب: ان کی طرف سے بھی سلام عرض ہے۔

حال: اور دعاء اور حضور کو سلام کہنے کیلئے عرض کرتی ہیں۔

جواب: بہت اچھا۔

حال: اپنے گھر والوں اور عزیز عبدالشکور کی خیر و عافیت سے مطلع فرما کر مطمئن فرماویں۔

جواب: خدا کا شکر ہے سب عافیت سے ہیں، البتہ جہاز کے سفر کا کچھ اثر عبدالشکور پر بھی ہے اور اس کی والدہ پر بھی اور چھوٹا بچہ کھیل کود کا موقع نہ ملنے کے سبب بہت پریشان کرتا ہے، دعائے خیر میں یاد رکھنے کا امیدوار ہوں۔

حال: اگر فرصت ہو تو یہ چند مسائل بھی تحریر فرماویں۔

جواب: خیال میں تو رہا لیکن موقع نہ مل سکا آخر کار جہاز میں لکھنا پڑا، آج کراچی سے چلے ہوئے چوتھا روز ہے ان شاء اللہ پرسوں کامران میں خطوط ڈالے جائیں گے۔

حال: ورنہ صرف خیر و عافیت سے ہی مطلع فرماویں، آپ کو اس ناچیز کے حال پر بے حد شفقت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزاء عطا فرماویں۔

سوال (۱) بعد وقت نماز معلوم ہوا کہ ساری نماز ایسی حالت میں پڑھی کہ کپڑے ناپاک تھے، کیا اب سنتوں کی قضا بھی ضروری ہے، یعنی کیا اب اتنے نفل پڑھ لینے واجب ہیں یا نہیں؟

جواب: سنتوں کی قضا نہیں۔

حال: اور کیا نفلوں کا دہرانا بھی واجب ہے۔

جواب: نفلوں کا اعادہ واجب نہیں۔

سوال (۲) زیادہ گرم چیز پھونک مار کر ٹھنڈا کر کے کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنے کی ممانعت آئی ہے۔

سوال (۳) اگر کسی کی عورت مر جاوے اولاد بالکل نہ ہو تو اس عورت کے ورثہ میں سے شوہر کو کس قدر حصہ ملے گا اور اس عورت کے ماں باپ کو کس قدر؟

جواب: خاوند اور ماں باپ وارث ہوں تو آدھا ترکہ خاوند اور چھٹا حصہ[1] ماں کو، باقی باپ کو ملے گا۔

سوال (۴) گائے، بھینس، گھوڑا وغیرہ کے منہ کی جھاگ نجاست غلیظہ یا خفیفہ؟

جواب: گھوڑے اور حلال چوپایوں کا لعاب پاک ہے مگر گائے وغیرہ جگالی کرتی ہیں اس کی جھاگ گوبر کے برابر ناپاک ہے۔

سوال (۵) معتکف کو مسجد میں ریح صادر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس عبارت سے معتکف کیلئے ریح صادر ہونے کے وقت باہر نکلنے کا حکم معلوم ہوتا ہے وہ صاف نہیں اس لئے احتیاط یہ ہے کہ حتی الوسع مسجد میں رہے، البتہ اگر دوسرے کو بدبو سے تکلیف ہو تو باہر جانے کی گنجائش پر عمل کرے۔

بقیہ سوال: اگر نا جائز ہو تو رات کو سخت سردی کے خوف سے اگر مسجد کے اندر صادر کر لے تو گناہ تو نہ ہوگا؟

(۶) جس مسجد میں احقر نماز پڑھتا ہے اس میں نمازی عید کی نماز پڑھتے ہیں باہر جانا پسند نہیں کرتے، عیدگاہ کا امام مسائل سے ناواقف بھی ہے اور بدعتی ہے، خطبہ میں بھی گڑبڑ ہوتی ہے، اگر ان حالات میں احقر بھی عید کی نماز مسجد ہی میں پڑھ لے تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: کچھ مضائقہ نہیں۔

والسلام

احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ جہاز المدینہ

۲۲/ ذیقعدہ ۵۶ھ

---

(۱) صورت مسئولہ میں خاوند کو اس کا نصف حصہ دے کر باقی میں سے تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا، جب اولاد اور دو بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کو کل کا تہائی ملتا ہے لیکن زوج یا زوجہ کے ساتھ ماں کا حصہ کل کی بجائے زوج یا زوجہ کا حصہ دے کر جو باقی رہا اس کا تہائی ملتا ہے اور اس کو ثلث باقی کہتے ہیں، صورت مسئولہ میں یہی شکل ہے، صورت اتخراج مسئلہ یہ ہے: مسئلہ ۶/ زوج، ام، اب، زوج کو ۶ میں سے نصف ۳ حصے دے کر ۳ باقی بچے، اس باقی ۳ میں سے ایک ثلث ماں کو ایک حصہ ملا جو کل کا چھٹا حصہ ہے اور باقی دو حصے عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو ملے۔ سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

(۳) بنام حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمہ اللہ فقیر والی

حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے محبّ خاص اور درویش منش انسان تھے، اس مرد درویش نے ''فقیر والی'' جیسی دور افتادہ بستی میں ایک عظیم دینی ادارہ ۱۳۵۶ھ میں قائم فرمایا، بحمداللہ تعالیٰ جس کا فیض آج ملک و بیرون ملک جاری و ساری ہے جو آپ کی ایک زندہ کرامت ہے۔

جامعہ قاسم العلوم میں جب پہلی مرتبہ دورہ حدیث شریف کے آغاز کا فیصلہ ہوا تو صدارت تدریس کیلئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا انتخاب عمل میں آیا، اس طرح ایک سال تک حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فقیر والی میں دورہ حدیث شریف کے اہم اسباق بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس دیا اور یوں اس دینی درسگاہ میں دورہ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔

آپ کے نام حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے یہ مکتوبات پہلی مرتبہ کتاب ''ماہ فضل و کمال'' مؤلفہ مکرم و محترم حضرت مولانا ظفر اللہ شفیق صاحب میں شائع ہوئے، حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ نے ان مکتوبات کے بعض مندرجات پر حواشی کا اضافہ بھی فرمایا ہے جو آپ کے مضمون ''عہد رفتہ کی چند یادیں'' کے نام سے ماہنامہ ''الحقانیہ'' بابت ماہ صفر ۱۴۲۷ھ، مارچ ۲۰۰۶ء میں طبع ہو چکا ہے، سر دست یہاں مکتوبات درج ہیں، مزید تفصیل ''تذکرۃ الکریم'' میں درج ہے۔

(۱) مکرمی جناب مہتمم صاحب زادمجدکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کئی جگہ کے کاروبار نے فرصت نہ دی اس واسطے خط نہ لکھ سکا، آپ کا بھی کوئی خط نہیں آیا غالباً اس کی وجہ بھی آپ کا دورہ پر تشریف لے جانا ہے، ہمیشہ انتظار آپ کے خط کا رہتا ہے امید ہے کہ جلد ضروری حالات سے اور سب بال بچوں کی خیر و عافیت سے اطلاع دیں گے۔

بحمدہٖ یہاں سب خیریت سے ہیں، قاری صاحب راجپورہ میں قرآن شریف سنا رہے ہیں ۲۴ کو ختم کر کے دوسرا قرآن مجید ان شاءاللہ تین راتوں میں ختم ہو جائے گا عبدالعلیم اڑدن میں ہے، میں دو مرتبہ شاہ آباد جا چکا ہوں اور دو مرتبہ نرائن گڑھ، دو مرتبہ ضلع میں جانا پڑا کل ۱۵ ستمبر کو بحمدہٖ تعالیٰ ضلع سے ہماری مرضی کے موافق اندراج زمین کے بابت منظور ہو کر تحصیل کو روانہ ہو گیا ہے، اس وقت پھر تحصیل نرائن گڑھ کیلئے پابہ پائیدان ہوں ان شاءاللہ امید ہے کہ دو چار یوم میں تکمیل ہو جاوے گی۔

دیوبند، تھانہ بھون کا سفر عید کے بعد ہوسکتا ہے، حضرت مولانا حسین صاحب کی رہائی کے بعد بہت دل چاہا کہ جلد پہنچوں مگر مہلت نہ مل سکی، حضرت خواجہ صاحب اور ان کے کنبہ والوں سے جو دیرینہ تعلق ہے اس کے سبب ضرورت ہے کہ وہاں جاؤں لیکن وقت میں گنجائش نظر نہیں آتی، سفر بھی طویل ہے جھانسے سے آگے، بھتیجے کی شادی خدا کے فضل و کرم سے اچھے طریقہ پر ہوگئی، لڑکی والوں کے برتاؤ سے بہت خوشی ہوئی۔ مولانا ظہور احمد صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیجئے اور سب بچوں کو دعاء، مولوی احمد میاں سے سلام مسنون، شاید مولوی امین صاحب موجود ہوں ان سے بھی سلام کہہ دیجئے، نیز بابو تاج محمد اور منشی امتیاز وغیرہ پرسان حال سے بھی۔ خط لکھنے کی مجھ کو عادت بھی کم ہے اور آج کل عدیم الفرصت بھی ہوں، ویسے سب حضرات کو دعاء خیر میں شامل رکھتا ہوں اور یہی آپ حضرات سے درخواست ہے۔ والسلام سید عبدالکریم گمتھلی عفی عنہ از راجپورہ ۱۷ر رمضان ۱۳۶۳ھ یوم چہارشنبہ

(۲) مکرمی جناب مولوی فضل محمد صاحب زاد مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برخوردار قاری عبدالشکور سلمہ کو بخار وغیرہ کی تکلیف تو بہت روز سے ہے لیکن آٹھ دس روز ہوئے دفعۃً خونی پیچش بہت شدید ہوگئی فوراً ایک طالب علم ہمراہ آکر راجپورہ پہنچا گئے اور یہاں سے مجھے نرائن گڑھ اطلاع دی گئی، بحمدہٖ علاج موافق آیا اور معتد بہ افاقہ ہے، بخار وغیرہ میں بھی کمی ہے اور پیچش میں خون وغیرہ اب نہیں آتا، آج اڑدن لے جانے کا ارادہ ہے، جمعہ تک دوا ہمراہ لے لی ان شاء اللہ جمعہ کو پھر یہاں آکر حالات مرض سے اطلاع دے کر دوا لے جاؤں گا، کئی سال سے عموماً ماہ نومبر میں سخت تکلیف ہوتی ہے، حدت جگر اصل مرض شروع ہی سے سب تجویز کرتے ہیں علاج سے نفع بھی حاصل ہوجاتا ہے مگر ہنوز استیصال نہیں ہوا فکر رہتا ہے، ہر ہند بستی میں ایک اچھے طبیب ہیں وہ بھی آئے تھے وہ بلا گئے ہیں وہاں کا پانی بھی اچھا ہے، بقرہ عید کے بعد کچھ عرصہ وہاں رہنے کا ارادہ ہے، دعاء کریں جلد شفاء کامل و عاجل خدا تعالیٰ نصیب فرماوے۔ آپ کا خط بھی یہاں آکر ملا خیر و عافیت معلوم کر کے تر دود رفع ہوا، بھٹی تیار ہونے کا اچھا موسم ہے یہ مرحلہ تیار ہو کر طے ہوچکے تو ان شاء اللہ فروری مارچ کے معتدل موسم میں مسجد کی تعمیر شروع ہوجاوے، باقی خیر و عافیت ہے۔

قاری عبدالشکور سلام مسنون کہتے ہیں۔ والسلام

عبدالکریم گمتھلی عفی عنہ از راجپورہ ریاست پٹیالہ ۴ر ذوالحجہ ۱۳۶۳ھ یوم شنبہ

(۳) مکرمی جناب مہتمم صاحب زادمجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پہنچا بخار وغیرہ کی تکلیف معلوم کر کے فکر ہوا، امید ہے کہ اب سب کو آرام ہوگیا ہو گا، یہاں بھی موسمی بخار کا سلسلہ تھا ہم سب کو آیا، اب بفضلہ تعالیٰ خیریت و عافیت ہے۔خط ملنے کے بعد اسی روز راجپورہ سے روانگی ہوگئی، عید کے روز گمٹھلہ میں تھا بعد ازاں شاہ آباد وغیرہ کو ہوتا ہوا یہاں پہنچا، خیال تھا کہ یہاں سے جلد روانگی ہوجائے گی لیکن اب تک مزید قیام کی ضرورت ہے، آخر کار آج برخوردار کو لکھ دیا ہے کہ وہ دیوبند چلے جاویں میرا انتظار نہ کریں، اب ان شاءاللہ تعالیٰ یہاں سے ہفتہ عشرہ تک فرصت ہونے پر براہ راست فقیروالی ہی آنے کا ارادہ ہے، کوشش تو جلد پہنچنے کی ہے ورنہ آپ نے ۲۰/شوال تک فرمایا تھا اس وقت آنے کا عزم مصمم ہے خواہ یہاں کی کوئی ضرورت ملتوی کرنا پڑے، تاہم سے اطلاع پھر بھی دوں گا مگر احتیاطاً ۱۹/اور ۲۰/کو دونوں وقت کی گاڑی پر ایک آدھ طالب علم کو بھیج دیا جائے، اگر طلبہ آگئے ہوں تو چھوٹے سبق شروع کرا دیئے جائیں، بڑے اسباق کے متعلق ارادہ یہ ہے کہ ۲۱ کو تجویز اور تقسیم اوقات وغیرہ سے فارغ ہو کر ۲۲/شوال روز پنجشنبہ سے شروع کردیے جائیں گے، دورہ کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سلسلہ یہاں نہ رکھا جائے اس کی بابت مجھے خود بھی خیال تھا لیکن طلبہ کو دیکھ کر شوال میں مشورہ کا خیال تھا، عموماً چھوٹے مدارس میں لازمی طور پر پابندی دورہ وغیرہ کی نہیں ہوسکتی، گزشتہ سال بعض مصالح کی بناء پر جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اصرار فرمایا ورنہ ہمیں اس وقت بھی تردد تھا، اگر اب طلبہ وغیرہ کی وجہ سے جاری کرنے کا خیال ہو بھی جائے تو ایک سال میں ختم کا وعدہ نہ کیا جاوے بلکہ دو سال میں سہولت سے ہوسکتا ہے۔

مدرسہ کی مالی کمزوری کی طرف مجھے شروع ہی سے بہت خیال تھا اب بہت غنیمت ہے جو آپ کو بھی فکر ہوگیا، لیکن یہ چیز اس قدر جلد قابو آنے والی نہیں ان شاءاللہ کچھ عرصہ کے بعد بہت عمدہ انتظام ہوجاوے گا گھبرائیں نہیں، گزشتہ دنوں بھی خیال ہوا تھا لیکن کثرت اسباق کے باعث فرصت نہ مل سکی، اب خود مجھے بھی جدوجہد میں شامل ہونے کی ضرورت ہے جیسا کہ چند مرتبہ پہلے بھی تذکرہ کر چکا ہوں، سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے اور بچوں کو دعاء، حالات خیریت وغیرہ سے راجپورہ بھی اطلاع دیں، یہاں ڈاک کا انتظام اچھا نہیں چھوٹے گاؤں میں قیام ہے۔

عبدالکریم عفی عنہ حال وارد نرائن گڑھ

(۴) بنام حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

لختِ جگر نور بصر برخوردار عبدالشکور لازال بالبہجۃ والسرور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت نامہ موصول ہو کر تشویش میں کمی ہوئی، راجپورہ اور اڑدن کی کوئی خبر نہیں ملی اس واسطے ابھی بہت فکر ہے، خدائے کریم جلد وہاں سے بھی عافیت کا مژدہ پہنچائے، آمین ثم آمین۔

ادھر کا حال اگر تمہیں معلوم ہوا ہو تو اطلاع دیں، پہلے دو روز سہارنپور رہ کر حال دریافت کیا راستہ خطرناک ہونے کے سبب نہ آسکا، شام اور آج بھی اسٹیشن پر معلوم کیا ہنوز وہی کیفیت ہے، دیوبند تمہارا خط پہنچا تھا آج تھانہ بھون سے بھی دوسرا خط یہاں آگیا والحمد للّٰہ علی ذٰلک۔

باقی سب تفکرات بحالہا ہیں، خدا کارساز ہے، کل تھانہ بھون جا کر دو ایک روز میں سہارنپور ہی آجاؤں گا، خط یہیں لکھیں۔ عبدالعلیم کو بہت بہت پیار و دعاء، حتی الوسع آنے کی جلد کوشش کروں گا، امن کا انتظار ہے۔ والسلام عبدالکریم عفی عنہ از کتب خانہ امدادالغرباء سہارنپور ۱۸ر شوال ۶۶ھ پنجشنبہ

پتہ: مدرسہ حقانیہ شاہ آباد مارکنڈا ضلع کرنال برخوردار قاری عبدالشکور ترمذی سلمہ

تأثرات

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ

پاک وہند میں شاید ہی کوئی ایسا خطہ اور گوشہ ہوگا جہاں ہمارے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی وروحانی فیض نہ پہنچا ہو، جس طرح حضرت والا کی سینکڑوں تالیفات مختلف علوم میں علمی فیض پہنچارہی ہیں اسی طرح اطراف میں بہت سے خلفاء اور تربیت یافتہ حضرات فیض روحانی پہنچانے میں مصروف ہیں۔

حضرت مفتی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ان ہی خاص تربیت یافتہ حضرات میں سے تھے، حضرت مولانا مرحوم سے میرا گہرا تعلق تھا اور ہم آپس میں ایک دوسرے سے علمی صلاح مشورے کرتے رہتے تھے، اور زمانہ قیام تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت سے علمی کام کئے ان میں وہ مجھ ناکارہ سے بھی مشورہ فرمایا کرتے تھے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے کئی اہم دینی کام لئے جن میں پنجاب میں میراث دلانے کی تحریک اور انسداد فتنہ ارتداد وغیرہ عظیم کارنامے ہیں۔

حضرت حکیم الامت کے اشارہ پر میرٹھ میں ایک انجمن نصب القضاء قائم ہوئی، اس کا ایک جلسہ بمقام دہلی منعقد ہوا جس میں ممبران اسمبلی اور عمائدین دہلی کے علاوہ حضرت الاستاذ علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جوہر نے بھی شرکت کی تھی، دیوبند اور سہارنپور کے دیگر ممتاز علماء کرام بھی شریک ہوئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس جلسہ میں شرکت کیلئے بھیجا تھا۔

اسی طرح سے ہندوستان کے اندر شرعی قاضی نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا ہو رہا تھا، حضرت حکیم الامت تھانوی نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور ایک رسالہ حیلہ ناجزہ تصنیف فرمایا، اس کی ترتیب میں مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور احقر کو برابر

شریک رکھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مساعی جمیلہ نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔

۱۳۵۴ھ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے قانون اوقاف کی اصلاح کیلئے علماء کی ایک کمیٹی بنائی اس میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کو شامل کیا تھا، ہم تینوں نے مل کر ہر ایک چیز میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی رائے حاصل کرنے کے بعد اس مسودہ قانون اوقاف پر تبصرہ لکھا تھا۔

غرض یہ کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ رہ کر درس و تدریس اور افتاء کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ بہشتی گوہر جو بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ ہے اس پر مولانا مرحوم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے اصلاح فرمائی تھی گویا اس کو دوبارہ لکھا گیا اور بیان القرآن پر نظر ثانی میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شریک رکھا تھا۔

آپ نے قیام پاکستان کے بعد قصبہ ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام فرمایا اور غالباً رجب المرجب ۱۳۶۸ھ میں وہیں دارفانی سے رخصت ہوگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون حق تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں مقام عالیہ نصیب فرمائیں، آمین۔

(تاثرات ماخوذ از سوانح مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ)

(چند عظیم شخصیات)

فقیہ الامت حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکارم خمسہ

حضرت جد امجد رحمہ اللہ عرصہ دراز تک خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں مقیم رہے اس لئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے متعلقین و احباب سے بھی آپ کا خاص تعلق تھا حضرت اقدس مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ چونکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خویش اور خاص حضرات میں سے تھے حضرت جد امجد رحمہ اللہ کے ساتھ کئی علمی کاموں میں شریک رہے اس لئے ان کا بھی آپس میں خاص تعلق تھا، اسی لئے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے ایک مکتوب کے ذریعہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ پر مضمون لکھنے کی فرمائش کی تھی، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جو مضمون تحریر فرمایا ذیل میں مع مکتوب گرامی حضرت والد ماجد رحمہ اللہ ''مکارم خمسہ'' کے نام سے پیش خدمت ہے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے پانچ واقعات تحریر فرمائے تھے اس لئے احقر نے یہ نام تجویز کر دیا، مزید ایک واقعہ احقر نے بھی آخر میں لکھا ہے اگر چہ وہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ہی کا بیان کردہ ہے اور اب آپ کی سوانح حیات ''عکس جمیل'' میں بھی آچکا ہے لیکن چونکہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا اپنا تحریر فرمودہ نہیں ہے اس لئے اسے اضافہ اور تتمہ کے طور پر درج کیا جا رہا ہے۔ اب پہلے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کا مکتوب اور پھر حضرت کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

(از مفتی عبدالقدوس ترمذی)

حضرت المحترم مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلے بھی کئی مرتبہ دل میں خیال آیا مگر عرض نہیں کر سکا، آج تقاضا کے ساتھ یہ خیال پھر آیا کہ میرے حضرت والد ماجد مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی کے حالات اور واقعات آپ کے ساتھ نیز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ساتھ جو آپ نے دیکھے اور سنے اور آپ کے علم میں ہوں وہ لکھ دیں، یہ عرض اسی غرض کیلئے ہے، جو واقعہ یاد آتا جائے لکھ دیا جائے، کئی واقعات میں تو آپ خود حضرت والد ماجد کے ساتھ ہی رہے ہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی کے زمانہ میں بھی اور حضرت

تھانوی کی وفات کے بعد بھی۔

فقط والسلام
سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ
ساہیوال ضلع سرگودھا
۵رشعبان المعظم۱۴۰۴ھ

(۱) مبسملاً وَمحمدلاً وَمصلّيًا وَمسلّمًا

میں اور مولانا سہارنپور سے رات کی گاڑی سے تھانہ بھون جارہے تھے ڈبہ میں ہندو بہت تھے،ایک ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ خدا ہندو ہے یا مسلمان؟ قاعدہ ہمارے لوگوں کا یہی ہے کہ بڑے کی موجودگی میں چھوٹے جواب نہیں دیا کرتے،اس کو بے ادبی اور گستاخی قرار دیتے ہیں مگر یہ سمجھ کر کہ یہ شخص عقل کم رکھتا ہے مولانا کو ستائے گا کو گستاخی ہے مگر اذیت سے بچانے کیلئے میں نے جواب دینا شروع کردیا۔لالہ جی میں زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں کہ ہندو ہونے کا کیا مطلب ،مسلمان ہونے کا کیا مطلب،بولا خدا تک جانے کا ایک راستہ ہندو والا ہے اور ایک مسلمان والا، میں نے کہا کہ خدا کے واسطے وہ کون خدا ہے جس تک اس کو پہنچنا ہے پہلے راستہ سے یا دوسرے راستہ سے،اس پر وہ خاموش ہوگیا،مولانا بہت خوش ہوئے کہ ایسے جاہل کو ایسے ہی سمجھانے کی ضرورت تھی۔یہ حضرت تھانوی کی حیات میں ہوا تھا۔

(۲) ایک دفعہ جب لیگ و کانگریس کا قصہ چل رہا تھا،کانگریس والے ہندو مسلمان کو ایک قوم کہا کرتے تھے اور اہل تحقیق الگ الگ دو قوم کہتے،ان کی دلیل سن کر میں نے عرض کیا کہ مولانا قرآن شریف میں جو انبیا علیہم السلام کا ذکر ہے تو انہوں نے اپنے زمانہ کے کافروں کو یا قوم(اے میری قوم!) کہہ کر خطاب کیا ہے تو بڑی زبردست دلیل اس کی لگتی ہے کہ نبی اور ان کے زمانہ کے کافر ایک قوم تھے، فرمایا قوم معتبر بھی ہوتی ہے غیر معتبر بھی معتبر وہ ہے جس کے حقوق ایک دوسرے پر ہوں چنانچہ حدیثوں میں ہر مسلمان کے مسلمان پر تو سات حق آئے ہیں،کافر کا حق نہیں آیا گو انسانیت کی وجہ سے رعایات ہوں، اور مسلمان کافر کا اور کافر مسلم کا وارث نہیں ہوسکتا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے نے کہا کہ اسلام لانے سے پہلے ایک بار فلاں جنگ میں آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے مگر میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا،تو فرمایا خدا کی قسم اگر تو میری تلوار کی زد میں آجاتا تو ایک سیکنڈ کا بھی

توقف نہ کرتا، اس لئے قوم معتبر مسلمان مسلمان کیلئے، کافر کافر کیلئے۔

(۳) ایک دفعہ جمعیت علماء ہند نے جس کے صدر حضرت مدنی اور سیکرٹری مولانا محمد میاں تھے ہندوستان میں ایک امیر المؤمنین بنانے کی تجویز کی، اس کی شرطیں شائع کر کے (پاکستان سے بہت پہلے) پورے ہندوستان کو دعوت شرکت دے دی، سہارنپور میں جمعہ کے دن جلسہ تجویز ہوا، مولانا اس وقت کرنال تھے وہاں سے مولانا شبیر علی صاحب مہتمم خانقاہ کو اس کے اشتہار بھیج کر یہ کہا کہ شرعاً تو اس طرح امیر المؤمنین نہیں بن سکتا میں تھانہ بھون آ رہا ہوں تشریف لے آئے، مجھ سے فرمایا کہ اس مسئلہ کی جس قدر تحقیق ہوسکے کر کے رکھو اس پر بحث کرنی ہے، پھر مظاہر علوم سہارنپور لکھا (جس کو جمعیت علماء ہند نے دعوت دی تھی) کہ ہم تاریخ جلسہ سے ایک ہفتہ پہلے جمعہ کو وہاں آئیں گے اور شرعی نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے، دیوبند، دہلی، مرادآباد وغیرہ جگہوں پر بھی لکھا، سہارنپور میں تاریخ پر دیوبند سے مولانا محمد شفیع صاحب آئے اور مولانا اعزاز علی صاحب بھی تشریف لائے مگر بغیر شرکت کئے اور جگہ چلے گئے، مرادآباد سے کوئی صاحب نہیں آئے، جمعہ کو سب جمع ہو گئے، ہفتہ کی صبح سے عشاء کے بعد تک اس پر تحقیقات اور بحثیں، پھر اتوار پھر پیر کے دن بھی سوائے کھانے اور نمازوں کے ہر وقت یہی رہا، آخر طے ہوگیا کہ شریعت میں اس طرح امیر المؤمنین نہیں بن سکتا اور منگل کے روز جمعیت علماء ہند سہارنپور کو اطلاع دے دی کہ ہم شرکت سے معذور ہیں، انہوں نے فوراً حضرت کو اطلاع دی اور جمعرات کے روز ٹاؤن ہال میں اس پر بحث ہوئی، مولانا مفتی قاری سعید احمد مفتی مظاہر علوم نے اپنا مقالہ پڑھا اور شرعی دلائل سے ثابت کیا کہ اس طرح امیر المؤمنین نہیں بن سکتا، اس پر مولانا بشیر بھٹہ نے اٹھ کر کہا کہ مظاہر علوم والے نہ کہیں، خود کام کرتے ہیں نہ دوسروں کو کام کرنے دیتے ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں وغیرہ، اس کے بعد مولانا اسعد اللہ اٹھے اور کہا مولانا گالیاں دینے سے کام نہیں چلتا بتایئے کہ مفتی صاحب نے جو دلائل دیئے ہیں وہ صحیح ہیں تو قبول کیوں نہیں کرتے اور غلط ہیں تو جواب دیں، اس سے سارے مجمع میں ٹھیک ٹھیک کا شور ہوگیا، اس پر مولانا مدنی نے کچھ ردو انکار سیکرٹری صاحب کا فرمایا اور فرمایا کہ اس مسئلہ کو ایک مجلس بنا کر اس کے حوالے کر دو، چنانچہ سولہ علماء کی مجلس علماء بنائی گئی، حضرت شبیر احمد صاحب بھی تھے اور آخر میں احقر کا نام بھی تھا مگر پھر اس کا اجلاس نہ ہوا۔

(۴) اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا ابرار الحق صاحب نے ہردوئی سے جمعیت علماء ہند کا اشتہار بھیجا

اوراس پرتوجہ دلائی،اس میں زرعی بل کےاوپر بحث کاذکرتھاجسےتمام بزرگ ہمیشہ حرام کہتے آئے ہیں یعنی یہ کہ صحرائی زمین سب حکومت کی مملوکہ ہےاس لئے یہ قانون کہ ایک بارکاشت کرنے پرکاشتکارکو الگ نہیں کیاجاسکتاحکومت کاحق ہے،مہتمم خانقاہ کی تجویزکےموافق مولاناعبدالکریم صاحب،مولانا سعیداحمد صاحب اوراحقرکوتجویزفرمایاکہ بچھرایون ضلع مرادآبادمیں شرکت کرکےاس مسئلہ پربحث کریں،حضرت مدنی کےوعظ کےبعدایک سرکلرکےذریعہ ایک مکان میں سب کوجمع کیاگیا،خلیفہ عاقل مدرس فارسی دیوبندنےعہداکبری کاتاریخ سےحوالہ دےکربیان کیاکہ دوہزاری منصب اورپنج ہزاری منصب جولوگوں کودیئےجاتےتھےان کےانتقال یاتبادلہ کےبعددوسروں کودےدیئےجاتےتھے،اس سےمعلوم ہواکہ زمین حکومت کی ملک تھی،جب تک کیلئےجس کوچاہادےدیا،اس لئےحکومت ہندکوبھی یہی اختیارہوگا۔حضرت مولانامدنی نےاس کی تردیدپرتقریرفرمائی کہ اول توضروری نہیں کہ ہمیشہ ردوبدل ہوا،دوسرےان چندزمینوں پرسارےملک کی زمینوں کوقیاس نہیں کیاجاسکتا،اس مسئلہ کوبھی مجلس علماء کےحوالےکیاجائے،وہاں سےفیصلہ لیاجائےاورفلاں فلاں صاحب کوشریک کیاجائے،مگرکبھی مجلس علماءکااجلاس نہ ہوسکا۔غرض مولاناعبدالکریم صاحب کی کوشش سےیہ موروثی حرام کاقصہ جائزنہ بن سکا۔

(۵) حضرت اقدس کی حیات میں مملکت ہندنےجب محکمہ اوقاف بناناچاہااورعلماءاسلام نےاس کی مخالفت کی مگرحکومت نےمحکمہ بناڈالاتوتجویزہوئی کہ اب اوقاف کےقوانین بنادیئےجائیں تاکہ اس کےموافق کام کامطالبہ ہوسکے،اس کیلئےتھانہ بھون سےمولاناعبدالکریم صاحب،دیوبندسے مولانامفتی محمدشفیع صاحب اورسہارنپورسےاحقرتجویزہوئے،کچھ عنوانات کاغذوں پرلکھ لئےاور کتابیں تقسیم کرلی گئیں کہ جہاں سےجوبات اس کام کی ہےحوالہ کےساتھ ان کاغذوں پرلکھ لیاجائے، احقربحرالرائق دیکھ رہاتھا،اس سےاخذکررہاتھاکہ ایک ضرورت کی وجہ سےاٹھ کرکتب خانہ سےباہرہو گیا،واپس آیاتومولاناعبدالکریم صاحب بحرالرائق کےوہ صفحات دیکھ رہےتھےجومیں دیکھ چکاتھااور ان سےاخذکرچکاتھا،مگرمولانانےاوربھی عبارتیں اخذکرکےلکھ دیں۔

میں نےعرض کیاحضرت مجھےتوکچھ بھی نہیں آتا،ان صفحات کومیں نےدیکھ لیاتھا،جواخذ کرناضروری معلوم ہوااخذکرلیاتھا،اب جوآپ نےاورعبارتیں اخذکیں تووہ بہت ضروری ہیں مگرمجھے نظرنہیں آئی تھیں،واقعی میں کام کانہیں ہوں،فرمایاتم نےتوکبھی فتاوی کاکام نہیں کیااورمجھےتقریباًبیس

برس ہو گئے یہ کام کرتے ہوئے، اب تک یہ عالم ہے کہ بہت سے مسئلوں کا جواب نہیں بن آتا، آخر میں حضرت تھانوی کے پاس پہنچتا ہوں، مسئلہ عرض کرتا ہوں حضرت جواب دے دیتے ہیں، عرض کرتا ہوں حضرت کہیں ملا نہیں فرماتے لائیو ہدایہ اور اس کے کسی لفظ یا کسی قید سے نکال کر دکھا دیتے حالانکہ میں دس دفعہ دیکھ چکا ہوں مگر مجھے وہاں نظر نہ آتا تھا، اب معلوم ہوا کہ مجھے تو تعجب ہے کہ کام نہ کرنے کے باوجود اتنا کام کیسے کرلیا۔ آخر ایک قانون تھانہ بھون، سہارنپور، دیوبند سے مل گیا پھر ایک جمعیت علماء ہند نے بنا دیا تھا مگر حکومت نے کیا کچھ نہیں اور..... جیسے آج پاکستان میں ہو رہا ہے۔

اضافہ از مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ تحریر یہیں تک قلم بند فرمائی تھی کہ حضرت والد صاحب مدظلہم جامعہ اشرفیہ تشریف لے آئے، حضرت نے یہ تحریر ان کے سپرد فرما دی ورنہ کچھ اور واقعات کا بھی اس میں اضافہ ہو جاتا و لکن کان امر اللّٰہ قدرا مقدورا۔

ایک واقعہ احقر کو خوب یاد ہے کہ اکثر حضرت مفتی صاحب سنایا کرتے تھے، اسے بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے، اس واقعہ میں بھی حضرت مفتی عبدالکریم صاحب قدس سرہ کا تذکرہ ہے اس لئے اسے بھی تتمہ کے طور پر یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۲) احقر نے ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت یہ فتویٰ کا کام آسان ہے یا مشکل؟ تو فرمایا کہ بھائی بہت آسان اور بہت مشکل، احقر نے تعجب سے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مشکل بھی اور آسان بھی، فرمایا کہ آسان تو اس طرح ہے کہ جب مختلف سوالات آئیں ان کے بارہ میں بغیر غور و خوض کے یہ کہا جائے کہ جو سوال دائیں ہاتھ میں آئے اس پر لکھ دیا جائے کہ جائز، جو بائیں ہاتھ میں آئے اس پر لکھ دیا جائے کہ ناجائز، اس طرح تھوڑی دیر میں سب فتاویٰ کا جواب آسانی سے لکھا جائے گا، اور مشکل یوں ہے کہ ہر سوال کے جواب میں خوف خدا ملحوظ ہو اور یہ سوچ کر جواب لکھا جائے کہ اس کا جواب مجھے اللہ کے ہاں دینا ہے اور حلال و حرام کا بوجھ میری گردن پر ہوگا، اس لحاظ سے یہ کام تمام کاموں میں سب سے زیادہ مشکل ہے اور اس سے بہت ڈرلگتا ہے۔ پھر اس پر حضرت نے اپنا واقعہ سنایا کہ:

میں نے ایک مرتبہ سہارنپور میں دوران تدریس ناظم صاحب سے عرض کیا کہ مجھے بھی فتاویٰ

کا کچھ کام دیا جائے تو فرمایا کہ بھائی یہ تمہارا کام نہیں ہے، تمہیں تدریس کیلئے رکھا ہے تم تدریس ہی کرو، اس پر میں خاموش ہوگیا، کچھ عرصہ بعد تھانہ بھون سے مولانا مفتی عبدالکریم صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مرتب کردہ ایک سوالنامہ بغرض جواب آیا جو کتاب ''الحیلۃ الناجزۃ'' کے سلسلہ میں تھا، ناظم صاحب نے تمام مدرسین کو جمع کیا اور تھانہ بھون سے آمدہ سوالنامہ کو پڑھ کر سنایا گیا، ناظم صاحب نے مجھے دیا فرمایا کہ تم نے فتاویٰ کے کام کی خواہش ظاہر کی تھی اب یہ سوالنامہ آیا ہوا ہے اسے سمجھو کہ کیا سوال ہے، یہ حضرات کیا پوچھنا چاہتے ہیں، میں نے سوال پڑھا تو کچھ سمجھ نہ آیا، کافی غور کے بعد عرض کیا کہ سمجھ نہیں آیا، پھر سب حضرات کو باری باری دیا گیا، کسی کی بھی سمجھ میں سوال نہ آیا، اس پر میں خوش ہوا کہ ؎

نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم جنید و شبلی و عطار ہم مست

ناظم صاحب نے فرمایا کہ تم یہ سوالنامہ لے جاؤ اور اس پر غور کرکے اس بات کو حل کرو کہ یہ سوال کیا ہے، میں گھر لے گیا اور اس پر ساری رات غور کیا کچھ سمجھ نہ آیا، بالآخر فجر کے وقت سمجھا کہ سوال کیا ہے، اگلے روز پھر سب مدرسین جمع ہوئے، حضرت ناظم صاحب نے پوچھا کہ بھائی کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ بحمداللہ سوال سمجھ میں آ گیا ہے، فرمایا کہ تقریر کرو، میں نے سوال کی تقریر کی، پھر سب حضرات نے تحریر پر اس کو منطبق فرمایا اور میری تقریر کی تصدیق کی کہ سوال واقعۃً یہی ہے، اب مسئلہ جواب کا تھا، ناظم صاحب فرمانے لگے کہ چونکہ سوال تم نے سمجھا ہے اب جواب بھی تم ہی لکھ کر لاؤ، چنانچہ ایک رات اور لگا کر میں نے بڑا مفصل جواب لکھا، اگلے روز مجلس میں اسے پیش کردیا، سب نے قبول کیا، اسی روز حضرت مفتی عبدالکریم صاحب اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب سہارنپور تشریف لے آئے، ان سے زبانی بھی اس مسئلہ پر بات ہوئی اور اپنا جواب دکھایا، مفتی عبدالکریم صاحب فرمانے لگے کہ تم یہ سارا جواب صرف ایک سطر میں لکھ کر لاؤ، یہ کام بہت مشکل تھا، پھر محنت کی اور حسب ارشاد سارا جواب ایک سطر میں لکھ کر ان کو پیش کردیا جو انہوں نے قبول فرمایا اور ''الحیلۃ الناجزۃ'' کی عبارت میں اسے شامل فرمالیا، لیکن اب یہ یاد نہیں رہا کہ وہ مسئلہ کیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح فتاویٰ کے کام کی ابتداء ہوئی، پھر حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے ارشاد پر ۱۳۶۰ھ میں تھانہ بھون فتاویٰ کا کام کیا، حضرت اس پر مطمئن اور خوش تھے والحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی مفتی آگرہ ہندوستان

حضرۃ المفتی عبدالکریم گمتھلوی علیہ الرحمۃ

چند یادیں اور چند باتیں

مطابق ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو مجلس صیانۃ المسلمین کے اجلاس کے موقع پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں حاضری ہوئی معلوم ہوا کہ حضرت (مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ) کے صاحبزادہ مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی سلمہ وزید مجدہ تشریف لائے ہوئے ہیں، موصوف مظاہر علوم سہارنپور میں احقر کے ہم مشرب رفقاء میں سے ہیں، اس وقت احقر نے موصوف کو بہت قریب سے دیکھا تھا، اسی زمانہ میں ان کے والد بزرگوار حضرت مفتی عبدالکریم صاحب علیہ الرحمہ کو دیکھنے اور ان کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے چند مواقع میسر ہوئے تھے۔

(۱) مفتی عبدالشکور صاحب سے ملاقات کے وقت ان کے صاحبزادے سمی (ہم نام) راقم السطور مفتی عبدالقدوس ترمذی سلمہ نے اطلاع دی کہ وہ اپنے جدامجد کے حالات پر مشتمل ''تذکرۃ الکریم'' (یا ''تذکرہ عبدکریم'') مرتب فرمارہے ہیں اور احقر سے فرمائش کی کہ وہ بھی اس کار کریم میں سخن چند کے ساتھ شریک ہوجائے۔

(۲) مظاہر علوم میں احقر کی تعلیم کا آخری سال تھا، اسی سال جمعیۃ علمائے ہند کا ایک خصوصی و اہم اجلاس سہارنپور میں منعقد ہوا تھا، تجویز یہ بھی تھی کہ اس اجلاس میں پورے ہندوستان کیلئے ایک امیر شریعت منتخب کرکے سب لوگ اس کی بیعت اطاعت کرلیں گے۔ اس خصوصی تجویز کے پیش نظر جمعیۃ کی طرف سے اہل انتظام مدارس کو دعوت نامے بھیج دیئے گئے تھے کہ وہ اس اجلاس میں شرکت کرکے منتخب امیر شریعت کی بیعت کرلیں۔

(۳) اس ضمن میں یہ تاریخی حقیقت ہرگز نظر انداز نہ ہونی چاہیے کہ اس اجلاس مجوزہ سے دو ہی سال پہلے حکیم الامت مجدد وقت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ کی اہم دینی شخصیت دنیا سے رخصت ہوچکی تھی جس کی وجہ سے منتظمین اجلاس پوری طرح پرامید تھے کہ وہ اس طرح تھانوی و مدنی ناموں کی تفریق و امتیاز کا یکسر خاتمہ ہی کردیں گے اور اب ایک ہی سکہ کا چلن باقی

رہ جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے ان علمی جانشینوں کو جنھوں نے ''حق گوئی وصاف گوئی'' کا وہ تاریخی مظاہرہ کیا کہ ارباب جمعیۃ کو اپنی مجوزہ تاریخہائے اجلاس میں ایک خصوصی اجلاس اس بحث کا فیصلہ کرنے کیلئے منعقد کیا گیا کہ 'ہندوستان موجودہ حالات میں کیا یہاں کوئی ''امیر المؤمنین'' منتخب کیا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ اجرائے احکام وحدود کیا جا سکے''؟

ارباب جمعیۃ ''امارت'' کے قیام کو درست اور قابل عمل سمجھ رہے تھے جبکہ دارالعلوم، مظاہر علوم، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مفتی صاحبان اسے نا قابل عمل سمجھ رہے تھے۔

اس خصوصی مسئلہ پر بحث ونظر کیلئے جمعیۃ ہی کے مقام اجلاس میں جو مجلس مباحثہ منعقد ہوئی اس کے اصل محرک اور روح رواں یہی حضرت مفتی عبدالکریم صاحب تھے جن کے جذبۂ حق گوئی نے اس بحث کی پوری کارروائی کو جو شاید راز دروں خانہ ہی رہ جاتی ایک عام کھلے اجلاس کی شکل میں طشت ازبام فرما دیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے اس وقت کے اس مباحثہ سے متعلق جو علمی وفقہی یادداشتیں اپنی بیاض میں ''جزء الامارۃ'' کے عنوان سے محفوظ فرما دی تھیں وہ عزیز گرامی سید محمد شاہد سلمہ نے ''معارف شیخ'' نامی رسالہ میں شائع کر دی ہیں، لیکن اس مباحثہ کی سرگزشت وروداد خود انہیں تو یقیناً معلوم نہ رہی ہوگی لیکن اگر وہ چاہتے تو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی علیہ الرحمہ یا اپنے تایا اور راحقر کے خصوصی رفیق درس مفتی محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ سے معلوم کر کے اسے شامل کر سکتے تھے جس کی ضرورت ہندوستان میں اب بھی باقی ہے۔

پچاس، پچپن سال پہلے ہونے والے اس اجلاس مباحثہ کی پوری تفصیل تو یقیناً اب محفوظ نہیں رہ گئی ہے اور پھر اس وقت کے ایک طالب علم نے یہ مشاہدہ اس حیثیت سے کیا ہی کب ہوگا کہ اسے یوں ہی محفوظ رکھنا اور پھر اسے تحریر وقلمبند کرنا پڑے گا، تاہم مختصراً اس کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ اس اجلاس مباحثہ میں حضرات جمعیۃ کی طرف سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی علیہ الرحمہ (۲) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب (۳) مولانا سید محمد میاں صاحب (۴) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب (۵) جناب سید محمد شاہد صاحب الہ آبادی (اور شاید بعض دوسرے حضرات بھی ایسے ہوں گے جن کے نام اس وقت ذہن میں نہیں ہیں)

مانعین امارت کی نمائندگی درج ذیل حضرات علماء کرام فرما رہے تھے:

(۱) استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب علیہ الرحمہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم (۲) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی اعظم مدرسہ مظاہر علوم (۳) حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی علیہ الرحمہ (۴) حضرت الاستاذ علامہ اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ (جو بعد میں ناظم مدرسہ بھی رہے) (۵) حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی علیہ الرحمہ۔

ان حضرات کی بنیاد منع وانکار یہ تھی کہ ''امیر شرعی'' کیلئے ''مکنۃ' قدرت تنفیذ احکام بھی ایک ضروری شرط ہے جو ہندوستان کے موجودہ حالات میں ناپید اور غیر متوقع ہے۔

بہت دیر تک ردوکد اور جرح وقدح کا سلسلہ چلتا رہا مگر یہ بات ثابت نہ ہوسکی کہ مکنۃ کے بغیر بھی ''امیر شرعی'' ہوسکتا ہے، بالآخر مجبور ہوکر اہل جمعیۃ کو یہ کہنا پڑا کہ امارت کی دو قسمیں ہیں امارت صغریٰ، امارت کبریٰ، مکنۃ وقدرت کی شرط امارت کبریٰ میں ہے امارت صغریٰ میں نہیں ہے۔

مانعین کی طرف سے سوال کیا گیا کہ اس امارت صغریٰ کا دائرہ عمل اور حدود کار بتایا جائے، اس کے بعد ہی سمجھا جاسکے گا کہ مکنۃ وقدرت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

چنانچہ ''امارت صغریٰ'' کا دائرہ عمل اور حدود کار متعین کرنے کیلئے ہر دو فریق سے منتخب کرکے سات افراد پر مشتمل ایک کمیٹی اس وقت تشکیل کردی گئی تھی اور فی الوقت صدر اجلاس مباحثہ حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمہ نے ''انتخاب امیر'' کی تجویز پر عمل درآمد روک دیا تھا۔

احقر کے علم کے مطابق تشکیل شدہ کمیٹی کے ارکان سبعہ کی کوئی دوسری نشست بھی نہیں ہوئی، حق تابندہ باد۔

جیسا کہ اوپر عرض کرچکا ہوں کہ اس فیصلہ کن اجلاس کے انعقاد کا سہرا حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی علیہ الرحمہ کی حق گوئی کو پہنچتا ہے، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ کے فقہ وافتاء کے کاموں میں برابر شریک ومعاون رہے ہیں۔

الحیلۃ الناجزۃ کی ترتیب میں بھی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی معاونت وشرکت نمایاں ہے۔

احقر کا یہ سفر پاکستان کا پہلا سفر ہے، آئندہ دوسرے سفر کی امید بھی کچھ ایسی نہیں ہے، یہ سفر عین حالت مرض بلکہ شباب مرض میں کرنا پڑا ہے، طبیعت بحال نہیں ہے، اس وقت میری حالت کسی طرح اس

قسم کی تحریر کیلئے موزوں نہ تھی لیکن اگر عزیز گرامی مفتی سید عبدالقدوس ترمذی سلمہ کی فرمائش خود عبدالقدوس ہی پوری نہ کرے تو یہ بات بڑی عجیب سی اور نا قابل یقین تصور کی جائے گی اس لئے یہ چند سطریں قلم برداشتہ لکھ دیں کہ ع نام نکو رفتگاں ضائع مکن پر عمل کی سعادت حاصل ہو جائے۔

عبدالقدوس رومی مفتی شہر آگرہ

وارد حال لاہور (پاکستان)

یکم رجب ۱۴۱۸ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۹۷ء

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

حضرت والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا الحاج المولوی سید عبدالکریم صاحب گمتھلی رحمۃ اللہ علیہ مفتی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، بانی مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال ومدرسہ عربیہ راجپورہ ریاست پٹیالہ ہجرت فرما کر اوائل فروری ۴۸ء میں بمعہ اعزہ قصبہ ساہیوال میں مقیم ہوئے اور تقریباً سوا سال اس قصبہ میں قیام فرما کر بعارض بخار واسہال شنبہ ویک شنبہ کی درمیانی شب بوقت گیارہ بجے تاریخ ۹ ررجب المرجب ۱۳۶۸ھ بمطابق ۸ مئی ۱۹۴۹ء بعمر ۵۳ سال ۶ ماہ ۴ روز اس دار فانی سے رحلت فرما کر سب اقارب واعزہ کو ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والد ماجد بزرگوار مرحوم کا نقطۂ نگاہ ہمیشہ سے امت محمدی کی عام وخاص اصلاحی وتعمیری خدمات رہا اور بڑی مخلصانہ جدوجہد اس بارے میں کرتے تھے، حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی صحبت اقدس میں تقریباً ۲۵ سال بطور تعلمی وتعلیمی، دینی خدمات میں صرف کئے، حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مشرب کے اظہار کرنے میں مرحوم پر بہت وثوق تھا، جمعیت العلماء ومسلم لیگ کے اجتماعات خاص وعام میں حضرت والا والد ماجد کو اپنی جگہ بھیجا کرتے تھے۔ مرحوم ہمیشہ سے کانگریس کی شرکت کو مسلمانوں کیلئے مضر سمجھتے رہے اور اس بارے میں خود ایک تحقیق رکھتے تھے کسی کے مقلد نہ تھے، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی نیز دوسرے اکابر جمعیت العلماء ہند سے اس بارے میں بہت طویل مجالس ہوتی رہیں اور اپنی تائید میں نقول ائمہ پیش کرتے تھے، ۴۶ء کے الیکشن میں مرحوم کو مسلم لیگ کی حمایت کا خاص خیال ہوا اور دن رات تقریری وتحریری خدمت کی لیکن نہایت اخلاص وگمنامی کے ساتھ حتیٰ کہ اپنے نام سے کسی اخبار میں کوئی مضمون شائع ہونا گوارا نہ کرتے تھے، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سیاسی اور مذہبی امور میں مرحوم سے مشورہ لیا کرتے تھے اور مرحوم کو صائب الرائے سمجھتے تھے، دستور ساز مجلس میں حضرت علامہ شبیر احمد صاحب نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور حضرت والد مرحوم کو ہی اپنا مشیر تجویز فرمایا تھا، مگر اس انقلاب میں مرحوم نے یہ ضروری سمجھا کہ غریب الوطن اجڑے ہوئے مسلمانوں کی امداد کرنی

چاہیے، اس لئے قصبہ ہٰذا کے مہاجرین کی آبادکاری میں تامدت قیام ہر طرح سے کوشاں رہے، انجمن مہاجرین کی بنیاد ڈالی جس کا صدر بھی آپ ہی کو منتخب کیا گیا، سرگودھا اور شاہ پور وغیرہ تک کثرت سے سفر کئے مگر کبھی سفر خرچ نہ لیا، افسران سے مل کر مہاجرین کیلئے سہولتیں مہیا کرتے رہے، ہر شخص معترف ہے کہ مرحوم محض اخلاص اور اخوت اسلامی کی بناء پر قومی خدمات کرتے تھے اور حق بات کہنے، ادا کرنے میں بڑی سے بڑی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

۴۸ء میں پرائمری مسلم لیگ ساہیوال کا الیکشن ہوا اس میں مرحوم پیش پیش تھے اور کونسلر بھی منتخب ہوئے اور مہاجرین کی فلاح و بہبود کیلئے ''انجمن کثیر الاغراض امداد باہمی کواپریٹو ملٹی پرپز سوسائٹی لمیٹڈ'' قائم کی، اس کی پختگی میں تمام کوششیں بنفس نفیس کرتے رہے، غرض تھوڑے عرصہ میں بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، مرحوم کا خیال تھا کہ مہاجرین اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے تو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس اس سکیم کو پورا کریں گے جو انہوں نے دیوبند میں بنائی تھی اور وہ نظام پاکستان کے متعلق تھی۔

نصب قاضی کے متعلق بہت کوشش فرمائی، پنجاب میں لڑکیوں کی میراث دینے کے متعلق بڑی کوشش کی، تمام پنجاب کا دورہ کیا اور بڑے بڑے علماء کی توجہ اس طرف مبذول کرائی، وزیر قانون محمد شفیع صاحب سے اس بارے میں مل کر ان کو اس طرف متوجہ کیا، اس بارے میں ایک کتاب ''غصب المیراث'' کے نام سے شائع ہوئی، جبریہ تعلیم کی مخالفت کی اور قرآن کریم کی تعلیمات کی بہت حمایت کی، اس میں حکومت ہند سے بھی مرعوب نہ ہوئے، فتویٰ جبریہ تعلیم کی حرمت پر علماء کی تصدیق کرا کے شائع فرمایا، اس حمایت قرآن کے متعلق مرحوم کو حسن ظن تھا کہ یہ عمل میری بخشش کا سبب بن جائے گا، حق تعالیٰ ان کی یہ تمنا پوری فرماوے۔

غرض مرحوم و مغفور کی تمام عمر دینی خدمات میں گزری، دو سفر حج کئے، ایک مرتبہ بمع کنبہ تشریف لے گئے، اس دوران قیام مدینہ منورہ میں مدرسہ علوم الشرعیہ میں مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی برادر کلاں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہم کے فرمانے سے درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا اور مسلم شریف اور مؤطا امام مالک وغیرہ کتب حدیث نیز ہدایہ وغیرہ عربی تقریر کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے، حرم محترم نبوی کے بعض اساتذہ بھی درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔

مرحوم کی دینی وسیاسی خدمات کا تذکرہ تو ایک ضخیم کتاب[1] اور طویل زمانہ چاہتا ہے یہ مختصر نمونہ ہے، امتیازی بات مرحوم کی خدمات میں یہ تھی کہ کام سب کرتے تھے اور نام نہیں چاہتے تھے، یہاں آکر سب علماء سے بھی محبت وشفقت کا برتاؤ کرتے تھے، اختلافات کو حد پر رکھتے تھے اور اس امر کا اعتراف ان علماء کو بھی تھا اور ہے۔

پسماندگان میں دو بیٹوں راقم الحروف اور برادر خورد سید عبدالعلیم ترمذی سلمہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سوگوار چھوڑ گئے انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون، انّ للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکلّ عندہ الی اجل مسمّی، اعلی اللّٰہ مقامہ فی اعلی علّیین امین۔

وصلّی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمّد وّالہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء

---

(۱) حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ نے جناب پروفیسر احمد سعید صاحب کی فرمائش پر ایک مضمون میں حضرت جد امجد مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ کے حالات تحریر فرمائے تھے جو پہلے ماہنامہ البلاغ سن ۱۹۷۴ء میں اور بعد ازاں کتاب ''بزم اشرف کے چراغ'' میں شائع ہوئے، احقر نے اسی کو بنیاد بنا کر ایک مفصل کتاب بنام ''تذکرہ حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی'' حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی حیات میں ہی تحریر کر دی تھی اس میں حضرت جد امجد رحمہ اللہ کی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تذکرہ جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہوگا۱۲۔ احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

سید محمد نعیم ترمذی زید مجدہ

سفر آخرت اور تعزیتی پیغامات

صفحات بالا میں مختصر طریقہ پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات اور ان کی علمی، دینی، تبلیغی تحریکی وفقہی خدمات کا تذکرہ کر دیا گیا ہے، قارئین کرام تفصیل "تذکرۃ الکریم" میں ملاحظہ فرماویں، بعض خدمات اور حالات پر مستقل عنوان کے تحت مضامین شامل اشاعت بھی ہیں، اس تذکرہ اور سرگزشت سے واضح ہے کہ اس مرد قلندر مرد حق کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، انہوں نے اپنی زندگی کا گویا کوئی لمحہ ضائع نہیں کیا، دن رات دین متین کی تبلیغ او رخدمات دینیہ میں ہی وقت گزارا، بالآخر حسب دستور اور مسلمہ قانون الٰہی کل نفس ذائقة الموت، وکل من علیها فان آپ بھی اپنا وقت موعود پورا کرکے اور دینی مدارس اور نیک اولاد، اپنی تبلیغی وتصنیفی خدمات کی صورت میں بہترین صدقہ جاریہ چھوڑ کر دار فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کر گئے۔ قارئین کرام نے جہاں آپ کے حالات وکمالات اور خدمات کا مطالعہ کیا اب اس باب کی تفصیلات بھی ملاحظہ فرماویں۔

یہاں آکر آپ نے جس طرح بے آرامی میں وقت گذارا اس کی روئیداد آپ کے سامنے ہے اس جدوجہد کے نتیجہ میں آپ کی صحت گرتی چلی گئی داڑھی اور سر کے بال بھی مکمل سفید ہو گئے اور بینائی میں بھی کافی فرق پڑ گیا حالانکہ آپ کی عمر صرف ۵۳ سال تھی جبکہ دیکھنے والوں کو ستر اسی سے کم نظر نہ آتی تھی۔ بیماری کا پہلے معمولی سلسلہ شروع ہوا پھر بخار و اسہال نے کمزور کر دیا ایک ہفتہ اسی شدید عارضہ میں مبتلا رہے بالآخر بزم اشرف کا یہ چراغ ۸ مئی ۱۹۴۹ء ۹ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ شب گیارہ بجے بجھ گیا، یوں آپ نے اپنے پسماندگان کو داغ مفارقت دے کر سب کو یتیم کر دیا انّا للّٰه وانّا الیه راجعون۔

وفات رات کو ہوئی صبح فجر کے بعد جنازہ گاہ میں آپ کا جنازہ آپ کے لائق فرزند و جانشین فاضل دیوبند حضرت مولانا مفتی قاری سید عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ نے پڑھائی اسی قصبہ کے قبرستان (جو شفیع قبرستان کے نام سے مشہور ہے) میں آپ کی تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تعزیتی پیغامات

حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ کی وفات ایک قومی حادثہ تھا عرصہ تک تعزیت کا سلسلہ

چلتا رہا ہر ایک نے رنج وغم کا اظہار اپنے اپنے تعلق کی بنا پر حسب مرتبہ کیا۔ آپ کے اعزہ کیلئے یہ حادثہ نہایت صبر آزما تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا تعلق ہندوستان کے دینی علمی مرکز دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون سے بہت ہی گہرا تھا، آپ کی وفات کی اطلاع ملنے پر ان مراکز سے تعزیت کی گئی ۔پاکستان میں بھی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ،حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ،سب ہی حضرات سے خاص تعلقات تھے، ان حضرات نے بھی آپ کے حادثہ وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اسی طرح متعلقین میں جہاں یہ خبر وحشت اثر پہنچی وہاں سے تعزیت کی گئی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت علمی حلقوں میں خاصی متعارف تھی آپ کی عادت اگرچہ ہمیشہ یہ رہی کہ کسی طرح آپ کے ذریعہ سے کام ہوجائے مگر شہرت نہ ہو اسی لئے آپ ہر طرح کوشش کرتے کہ میرا نام نہ آئے لیکن اس کے باوجود بقول ع مشک آنست کہ خود بو یدنہ کہ عطار بگوید۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقبولیت عطا فرمائی وہ اس سے عیاں ہے کہ برصغیر پاک وہند کے عظیم علمی ،دینی، تبلیغی اور فقہی و تاریخی کارناموں کا تذکرہ جب بھی تاریخ میں کیا جاتا ہے تو لازمی طور پر ایک منصف مزاج مؤرخ آپ کے تذکرہ پر مجبور ہوجاتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

آپ کی وفات کا حادثہ کوئی معمولی حادثہ نہ تھا، اسی لئے آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا اسے سب نے محسوس کیا اور آپ کی وفات کو قومی المیہ قرار دیا گیا ۔سردست تعزیتی سلسلہ کے چند خطوط ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ۔

(۱) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند (ہند)

جناب مولانا عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کی خبر آپ کے والا نامہ سے معلوم ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ وارضاہ آمین ۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۵؍ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

(۲) شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

آپ کے خط سے حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب کے سانحہ ارتحال کی اطلاع ہوئی سخت صدمہ ہوا مگر صبر کے سوا چارہ کار نہیں مرحوم خیالات کے اختلاف پر سب سے بااخلاق بزرگانہ

پیش آیا کرتے تھے۔ میں نے ابوداؤد کے سبق کے بعد ان کیلئے تمام طلبہ سے دعاء مغفرت کرائی اور جس قدر رہو سکا ایصال ثواب بھی کیا۔ دعاء ہے اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے آمین۔ محمد اعزاز علی غفرلہ از دیوبند ۲۱ رجب ۱۳۶۸ھ

(۳) حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ برادرزادہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ

زندگی بے کیف ہے بے رنگ تیرے بغیر　　نام بھی جینے کا گویا ننگ ہے تیرے بغیر
وسعت گردوں سے چشمک زن تھی جسکی وسعتیں　　آج وہ دنیا بھی کیسی تنگ ہے تیرے بغیر
تو نہیں ہے تو چمن بھی ہے اک اجڑا سا کھنڈر　　برگ گل بھی مجھ کو خشت و سنگ ہے تیرے بغیر
جو سکون آباد رہتا تھا جوار قلب میں　　آہ وہ صد میل و صد فرہنگ ہے تیرے بغیر
سانس کو رک رک کے آتا ہے پر آتا ہے ابھی　　زندگی جینے کا عذر لنگ ہے تیرے بغیر
اب نہ احساس مسرت ہے نہ کچھ احساس غم　　دل کے آئینہ پہ بھی اک زنگ ہے تیرے بغیر
یاس کی ظلمت الم کی چار سو تاریکیاں　　صبح نور افروز بھی شب رنگ ہے تیرے بغیر

عزیزیم سلمکم اللہ تعالیٰ و عافاکم ....السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کل شام تمہارا الم نامہ ملا پڑھ کر دل پر چوٹ لگی تمہاری تنہائی کا خیال آیا اور اشعار بالا زبان پر جاری ہو گئے حسب حال تھے جی چاہا کہ تمہیں بھی سنادوں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جوار رحمت میں لے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ والسلام　　خستہ جگر شبیر علی تھانوی

(۴) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ بانی جامعہ دارالعلوم کراچی

آپ کے عنایت نامہ سے حادثہ جانکاہ برادر محترم اخی فی اللہ مولانا عبدالکریم صاحبؒ کی وفات کا معلوم ہو کر عالم آنکھوں میں تاریک ہو گیا حسرت رہ گئی کہ پاکستان میں جمع ہو جانے کے باوجود سال بھر میں کہیں بھی ملاقات نہ ہو سکی اور رخط و کتابت بھی منقطع رہی...... آہ کہ دفعتہً برادر محترم کی وفات نے ساری امیدوں پر پانی ڈال دیا، انّا للّٰہ و انّآ الیہ راجعون۔

ایسے علماء کی وفات تو درحقیقت ایک قومی حادثہ ہے تنہا آپ کی کیا تعزیت کریں مگر پھر آپ اور آپ کے برادر خورد کی بے کسی کا خیال کر کے دل ڈوبا جاتا ہے اللہ تعالیٰ آپ دونوں بھائیوں کو اپنے فضل و رحمت سے نوازیں اور تمام آفات و مصائب سے محفوظ رکھیں والد محترم کے علم کا حظ وافر عطا فرمائیں۔

حضرت مولانا عثمانی (حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ) اور مولانا احتشام الحق صاحب بھی بہت مغموم و متاثر ہیں تعزیت فرماتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماویں۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ ۲۲ رجب

(۵) مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ بانی جامعہ خیر المدارس ملتان

محبی حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے فوت ہونے کا بے حد صدمہ ہوا حق تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرماویں آپ کو جزائے خیر و صبر جمیل شامل رکھیں از حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب و مولانا عبدالشکور صاحب مضمون واحد تحریر ہے اور سلام مسنون۔

خیر محمد عفی عنہ از خیر المدارس ملتان شہر ۲ شعبان ۶۸ ھ

(۶) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

مخدوم و محترم جناب مفتی صاحب کی وفات سے از حد صدمہ اور قلق ہوا حق تعالیٰ شانہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم کو اور آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل کی نعمت سے سرفراز فرمائے آمین ثم آمین۔ .... محمد ادریس غفر اللہ لہ

(۷) مخدوم العلماء حضرت مولانا اسعد اللہ رحمہ اللہ سابق ناظم جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور

آپ کے عنایت نامہ سے حضرت مفتی صاحب کے وصال کا حال معلوم کر کے بہت صدمہ ہوا حضرت ممدوح میرے بہت قدیمی محسن مخلص تھے میرے شریک اسباق تھے مدتوں ایک ساتھ قیام ہوا تھا خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں اللہ آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

فقط .... محمد اسعد اللہ

(۸) مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب ؒ خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی ؒ

سابق سرپرست جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد یو۔پی (ہندوستان)

بندہ مع متعلقین بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہے آنعزیز کا خط پہنچا جناب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی وفات حسرت آیات سے ایک خاص ملال ہوا اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرمائیں آپ صاحبان کو صبر جمیل نصیب ہو یہاں مدرسہ میں ختم قرآن پاک کرادیا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔

مولوی سلیم اللہ[1] و مولوی رفیق صاحبان کو اطلاع کردی بیچارے وہ بھی خاص غمگین نظر آئے اظہار ملال و افسوس کیا۔ .... احقر مسیح اللہ

(۹) امام القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

مہربان وقدر دان من جناب مولانا صاحب دامت عنایتکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت اور خلوص بھری یادآوری کا شکریہ قبول فرماویں۔ اس وفات حسرت آیات پر جس قدر بھی رنج وغم کیا جاوے تھوڑا ہے، یہ داغ مفارقت صرف آپ کیلئے اور دوسرے رشتہ داروں ہی کیلئے نہیں بلکہ امت مرحومہ کی اکثریت کیلئے ہے۔ افسوس کہ ایسے فہیم اور ذہین و ذکی علماء کا سایہ ہمارے سروں پر سے اٹھتا جارہا ہے، بقول مولانا شاہ احمد سعید دہلوی کے جو اَنڈہ بھی بجھتا ہے اس کی جگہ ایک معمولی سا چراغ بھی جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔

ع حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

اس رنج وغم کا اظہار تحریر کے ذریعہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ المختصر دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مولانا مرحوم و مغفور کو اپنے قرب کے درجات میں مزید بہ مزید ترقی اور آپ کو اور جملہ پسماندگان کو اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانہ کا صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرماوے۔

اب ایسے افراد کہاں پیدا ہوتے ہیں جو علم و عمل کے جامع ہوں اور بزرگوں کے مزاج و مسلک سے بخوبی واقف ہوں۔ مرحوم کو قرآن مجید سے عشق بھی بے نظیر تھا حق تعالیٰ فلاح آخرت کا ذریعہ بناوے، آمین۔ .... قاری فتح محمد شکارپور ضلع سکھر

---

(۱) حال صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان وصدر جامعہ فاروقیہ کراچی، آپ اس وقت مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں مدرس تھے۔

قطعات تاریخیہ

از قلم
حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ
سابق مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون (ہند) ومفتی اعظم جامعہ اشرفیہ لاہور

☆

مفتی عبد الکریم محترم — فاضل بے مثل اور شیخ عظیم
کر گئے رحلت تو ہے تاریخ یہ — ذی المکارم مفتی عبد الکریم
۱۹۴۹ء

☆

جناب مفتی عبد الکریم آج — سوئے ملک عدم ہوتے ہیں راہوار
''مشیخت پایہ'' ہے تاریخ رحلت — مگر اس وقت ہیں ''مطلوب غفار''
۱۳۶۸ھ — ۱۳۶۸ھ

☆

برائے کتبہ
فردوس مکاں مفتی عبد الکریمؒ
۱۳۶۸ھ

☆

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

تواریخ وفات

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال ہی میں مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ نے اپنے جدامجد حضرت مولانا مفتی عبدالکریم قدس سرہ کے مختصر حالات زندگی قلم بند فرمائے جن کو طبع کرنے کا ارادہ ہے، مولانا موصوف نے فرمایا کہ اگر تم حضرت رحمہ اللہ کی کچھ تواریخ وفات نکال دو تو ان کو بھی اس سوانح کے ساتھ طبع کر دیا جائے، چنانچہ احقر نے مختلف جملوں میں حضرت کی تواریخ وفات قلم بند کی ہیں جن میں ہر جملہ مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کی عکاسی کرتا ہے، اور قرآنی آیات سے جو تاریخیں نکالی ہیں ان میں سے بعض آپ کی خدمات کی طرف مشیر ہیں اور کچھ سے آپ کی بلندی مراتب کی طرف اشارہ ملتا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔ (خلیل تھانوی)

(۱) زبدۂ اولیا علامہ مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ ۱۹۴۹ء
۶۶ ۱۳۶ ۱۴۱۸ ۳۱۹

(۲) ولی زماں علامہ مولانا الحاج مفتی عبدالکریم ۱۳۶۸ھ
۱۴۴ ۱۳۶ ۱۷۱ ۹۰۷

(۳) واصل حق خلیفہ مجاز حکیم الامۃ محمد اشرف علی ۱۹۴۹ء
۲۳۵ ۷۷۸ ۹۳۸

(۴) آہ علامہ امام عبدالکریم مفتی امداد العلوم ۱۳۶۸ھ
۶ ۱۳۶ ۴۵۹ ۷۵۷

(۵) ہائے مولانا علامہ عبدالکریم مصنف الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ..... ۱۳۶۸ھ
۲۹۰ ۳۷۷ ۲۶۰ ۴۴۱

(۶) وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۱۳۶۸ھ

(۷) سید محمد عبدالکریم ساعی انسداد فتنہ ارتداد ۱۹۴۹ء
۵۴۳ ۱۴۰۶

(۸) قد قال اللّٰہ جل وجہہ: جاھدوا فی اللّٰہ حق جہادہ ھو
۳۶۳
اجتباکم وماجعل علیکم فی الدین من حرج ۱۹۴۹ء
۱۵۸۶

(۹) فانماقال جل علمہ: واللّٰہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون ۱۹۴۹ء
۴۸۱ ۱۴۶۸

(۱۰) کوکب علم ساعی تحریک عدل فی المیراث ۱۹۴۹ء
۱۸۸ ۱۴۱ ۱۶۲۰

(۱۱) قال جل امرہ : ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ وعمل
۴۱۰
صالحاوقال اننی من المسلمین ۱۹۴۹ء
۱۵۳۹

(۱۲) مولوی کامل عبدالکریم بانی تحریک ابتدائے مکاتیب ۱۹۴۹ء
۱۸۳ ۳۷۷ ۱۳۸۹

(۱۳) عابدزماں مفتی عبدالکریم بانی مدرسہ قدوسیہ شاہ آباد ۱۹۴۹ء
۱۷۵ ۹۰۷ ۵۵۳ ۳۱۴

(۱۴) آہ الحاج مولینامفتی عبدالکریم بانی مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ۱۹۴۹ء
۴۹ ۱۰۴۴ ۵۴۲ ۳۱۴

(۱۵) ہادی بزم مولاناعبدالکریم استادحدیث قاسم العلوم ۱۹۴۹ء
۲۹ ۵۱۴ ۹۸۸ ۳۷۸

(۱۶) علامہ صوفی عبدالکریم صدر مدرس معین الاسلام ۱۹۴۹ء
۷۰۹ ۱۲۴۰

(۱۷) لقد قال جل قولہ : لا یستوی اصحاب النارواصحاب
۴۳۹
الجنۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون ۱۹۴۹ء
۱۵۱۰

(۱۸) وانما قال جل شانه : قد افلح من تزکّی ۱۳۶۸ھ
۶۱۸ ۷۵۰

(۱۹) کہدو فبشره بمغفرة ۱۹۴۹ء
۳۵ ۱۹۱۴

(۲۰) انما قال جل قوله : والی ربك فارغب..................۱۹۴۹ء
۳۹۷ ۱۵۵۲

(۲۱) قد قال جل مجده : ارجعی الی ربك راضية ۱۹۴۹ء
۳۸۶ ۱۵۶۳

(۲۲) لقد قال جل جلاله: فهو فی عيشة راضية.................۱۹۴۹ء
۳۶۷ ۱۵۸۲

(۲۳) فقال جل اسمه : ولکم فيها ما تشتهی انفسکم........۱۹۴۹ء
۳۵۰ ۱۵۹۹

(۲۴) فقد قال اللّٰه جل وعده : نرفع درجات من نشاء...........۱۹۴۹ء
۴۹۹ ۱۴۵۰

(۲۵) جامعہ حقانیہ ساہیوال یادگار حکیم اولیاء علامہ مولانا مفتی عبدالکریم ۱۹۴۹ء
۴۰۶ ۳۶۲ ۱۱۸۱

(۲۶) زاہد پاک مفتی عبدالکریم والد ماجد الحاج عبدالشکور ربانی حقانیہ.......۱۹۴۹ء
۹۴۷ ۸۹ ۹۱۳

(۲۷) امام زماں مفتی عبدالکریم جدامجد مفتی عبدالقدوس...............۱۹۴۹ء
۱۰۸۷ ۵۵ ۸۰۷

بقلم بندہ خلیل احمد تھانوی...................۱۴۲۸ھ
۲۳۳ ۱۱۹۵

حافظ ضیاء الرحمٰن جالندھری ملتان

تواریخ ولادت، فراغت، خلافت، وفات

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالکریم کمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تاریخہائے ولادت

(۱) بسم اللّٰہ الرّقیب الدّافع الرّحمٰن الرّحیم............ ۱۳۱۵ھ

(۲) قدقال اللّٰہ الاول: وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًّا ۱۸۹۷ء

(۳) جاہِ طلب اِعلم: خلقہ فقدرہ............ ۱۳۱۵ھ

(۴) جاوید: لقدخلقنا الانسان فی احسن تقویم............ ۱۸۹۷ء

(۵) غلام محمد (ﷺ) اولادعلی (رضی اللہ عنہ)............ ۱۳۱۵ھ

(۶) ولادت مبارک کوکبِ جہاں مولٰنا عبدالکریم (رحمہ اللہ)............ ۱۳۱۵ھ

(۷) ولادت ابدال مفتی عبدالکریم کمتھلوی (رحمہ اللہ)............ ۱۸۹۷ء

(۸) ولادت باسعادت مولانا ابوعبدالشکور حنفی (رحمہ اللہ)............ ۱۸۹۷ء

(۹) جنم حکیم ہادی (جل جلالہ) پیر پانچ محرم تیرہ سوپندرہ ہجری............ ۱۸۹۷ء

تاریخہائے فراغت

(۱) سندِ طوبٰی قرأۃ حدیث پاک سہارن پوری (رحمہ اللہ)............ ۱۹۲۱ء

(۲) سلسلہ سند قرأۃ حدیث اقطاب ابوعبدالقدوس (رحمہ اللہ)............ ۱۹۲۱ء

(۳) صاحب جاہ مولٰنا مفتی عبدالکریم ترمذی (رحمہ اللہ) عن............ ۱۹۲۱ء

(۴) امام خلیل احمد سہارن پوری............ ۱۳۳۹ھ

(۵) عن امام مجاہد نوجواں مجاہد اسلام مولانا محمد مظہر............ ۱۹۲۱ء

(۶) نانوتوی (رحمہ اللہ) عن مولانا مملوک علی صدیقی نانوتوی (رحمہ اللہ) والا جاہ عن............ ۱۹۲۱ء

(۷) ولی جہاں رشید الدین کشمیری (رحمہ اللہ) عن شاہ عبدالعزیز............ ۱۹۲۱ء

(۸) محدث دہلوی (رحمہ اللہ) عن ملّا زماں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمہ اللہ)............ ۱۹۲۱ء

تاریخہائے خلافت

(۱) مولانا عبدالکریم (رحمہ اللہ) مجاز جامع کمال مولانا تھانوی (رحمہ اللہ)...............۱۳۶۱ھ

(۲) آلِ نبی (ﷺ) علامہ عبدالکریم (رحمہ اللہ) خلیفہ مجاز حکیم الامت (رحمہ اللہ)...........۱۹۴۲ء

(۳) مولٰنا حاجی سید عبدالکریم (رحمہ اللہ) مجاز مولانا اشرف علی تھانوی (رحمہ اللہ)..........۱۹۴۲ء

تاریخہائے وفات

(۱) قال اللّٰہ البدیع: انّ المتقین فی مقام امین.....................۱۳۶۸ھ

(۲) قال اللّٰہ السبحان الکریم: فانّ الجنّة ھی الماوٰی.............۱۳۶۸ھ

(۳) کنت مؤمنا مات شہیدا................................۱۳۶۸ھ

(۴) مولٰنا عاش حقا مات شہیدا................................۱۳۶۸ھ

(۵) رضی اللّٰہ المؤمن عنه.......................................۱۳۶۸ھ

(۶) وصال علامہ عبدالکریم (رحمہ اللہ) وا لا جاہ نور اللہ مرقدہ.......................۱۳۶۸ھ

(۷) آہ! ممتاز عالم دین یوسفِ ہند مولانا عبدالکریم (رحمہ اللہ) وفات پاگئے..............۱۹۴۹ء

(۸) وفات آلِ محمود (ﷺ) مولنا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ.............................۱۹۴۹ء

(۹) وصال علامہ ابوعبدالشکور عبدالکریم ترمذی (رحمہ اللہ).........................۱۹۴۹ء

(۱۰) وفات کوہِ جود مفتی عبدالکریم کمتھلوی (رحمہ اللہ)..........................۱۹۴۹ء

(۱۱) یادگار حکیم الامت اشرف علی تھانوی (رحمہ اللہ)...........................۱۹۴۹ء

(۱۲) مجمِ جاہ عبدالکریم کی کل عمر ترپن سال چھ ماہ چار دن ہے...........................۱۹۴۹ء

(۱۳) اب آپ (رحمہ اللہ) کی عمر کے کل ایام اٹھارہ ہزار نوسو چونسٹھ..........................۱۹۴۹ء

(۱۴) از قلم المدح: ضیاء الرحمٰن ابن مولانا ابوانیس محمد سعید..........................۱۹۴۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی مہینوں اور دنوں کے

فضائل واحکام

از قلم

فقیہ الامت حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

ناشر
مکتبہ کریمیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
0332-8341142-048-6786002

تالیفات

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ

☆ القول المتین فی حکم الفطربمحض اکمال الثلاثین

☆ افا د ۃ العوام ترجمہ نصوص خطبات الاحکام

☆ وفاق ا لمجتہدین للنّظرفی رفاق المجتہدین

☆ المختارا ت فی مہمات التفریق و الخیارات

☆ الفضائل و الاحکام للشہور و الایام

☆ القول الرفیع فی الذب عن الشفیع

☆ اِحکام الادلۃ فی اَحکام الاہلۃ

☆ تجدد اللمعۃ فی تعدد الجمعۃ

☆ فرحۃ الصائمین ☆ غصب المیراث

☆ سمت قبلہ معلوم کرنے کا طریقہ ☆ تسہیل مقدمہ حیات المسلمین

☆ تتمہ وفاق المجتہدین ☆ تتمہ امداد الاحکام

☆ احکام قربانی ☆ مکارم عشرہ

فہیم ترمذی

وہ ہمارے جدِّ امجد مفتیِ عبدالکریمؒ

پھر غم یادِ بزرگاں سے ہوا ہے سینہ شق
یاد پھر آنے لگا مردِ قلندر مردِ حق

پھر صبا کی خوش خرامی دل کو تڑپانے لگی
آہ! اُن بیتے دنوں کی یاد پھر آنے لگی

پھر قلم بیتاب ہے ان کے فسانے کیلئے
سر بسجدہ تھے جو تیرے آستانے کیلئے

زندگی جن کی مثالِ مہرِ عالمتاب تھی
جنکی دنیا تیرے ذکر و فکر میں غرقاب تھی

جو چراغِ فقہ و زہد و اتقاء کا نور تھے
نازشِ کرّ و بیاں تھے، رشکِ کوہِ طور تھے

وہ ہمارے جدِّ امجد مفتیِ عبدالکریمؒ
"خانقاہِ اشرفی کے وہ گلِ بوئے شمیم"

مرکزِ ہر علم و فن، دُرِّ عدن، رشک چمن
تھانویؒ حضرت کا مسکن یعنی وہ تھانہ بھون

سر اٹھا کر آسماں دیکھے جسے ایسی زمیں
آہ! آئے گی میسر اب کسے ایسی زمیں

کیسی کیسی ہستیاں تھیں، کیسے کیسے لوگ تھے
مثل ناممکن ہے جن کی ایسے ایسے لوگ تھے

آہ! اب وہ رند، وہ ساقی، وہ میخانہ کہاں
دیکھئے جا کر فہیمؔ اب روئے جانانہ کہاں

نتیجۂ فکر: خسروِ بارگاہِ اشرفی حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ غوری

چند اشعار

برائے

مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال (ہند)

بانی: فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی مجاز صحبت حضرت تھانوی

شاہ آباد میں ہے کیا واہ مدرسہ حقانیہ
دکھلاتا ہے حق کی راہ مدرسہ حقانیہ

اس کے اوپر نور افگن ہے روح عبدالقدوسؒ
یہ بھی ہے اک فیضِ شاہ مدرسہ حقانیہ

حضرت عبدالحقؒ کے بھی نام کی ہے برکت کیسی
کر دیتا ہے حق آگاہ مدرسہ حقانیہ

غیب سے نکلی یہ مجذوبؔ اس کے کھلنے کی تاریخ
رحمت حق ہے کیا واللہ مدرسہ حقانیہ
۱۳۵۷ھ